هو الفتاح العليم

توضیح الکلام پر ایک نظر

مؤلف

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا خادم بدر صاحب حفظہ اللہ

هو الفتاح العليم

توضیح الکلام
پر
ایک نظر

مؤلف

مناظر اسلام محقق اہلسنت فخر حنفیت

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

فاضل نصرة العلوم گوجرانوالہ

شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیروالی

ناشر

جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان

نام کتاب .... توضیح الکلام پر ایک نظر
تصنیف .... مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
صفحات ....
طبع اول .... جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ، ستمبر 2002ء
کمپوزنگ .... مشتاق احمد قمر، چوہدری عبد الرزاق
(عارف والا کمپیوٹرز کالج، تھانہ بازار عارف والا۔ فون: 34722)
ناشر .... جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان
فون 711364 کوڈ 0961
قیمت ....

ملنے کے پتے

مکتبہ امدادیہ بلال آباد (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور

ناظم ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ احسنی احسن العلوم گلشن اقبال کراچی

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام مؤلفہ محدث اعظم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدھم کے جواب میں توضیح الکلام فی وجوب القراۃ خلف الامام مؤلفہ مولانا ارشادالحق صاحب اثری غیر مقلد دو جلدیں تحریر کی گئی ہے۔ جس میں یہ باور کرایا گیا ہے کہ یہ احسن الکلام کا مکمل جواب ہے توضیح الکلام کی تکمیل اور تصحیح میں بعض غیر مقلدین حضرات نے خوب تعاون کیا اور بعض حضرات نے تقریظات میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے اسے لا جواب قرار دیا ہے اور مولانا محب اللہ راشدی پیر آف جھنڈا سندھ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں " شیخ سرفراز خان کی کتاب پر جس سنجیدگی و وقار کا دامن تھامتے ہوئے متین تنقید فرمائی ہے اور جس مہارت و متانت سے ان کے دجل و خداع کی قلعی کھولی ہے اور اس پر عدل و انصاف سے جس وقیع نہج پر کلام فرمایا ہے۔ یہ واقعۃ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کے حصہ میں رکھا تھا۔ (الی) اس کتاب میں جس جدو جہد و جانفشانی کا مظاہرہ فرمایا ہے صرف یہی انشاء اللہ تعالیٰ آنجناب کی نجات کے لئے کافی ہوگا۔ (توضیح الکلام ص۲۴ ج ۲) اس طرح توضیح الکلام کے مولف کی تعریف میں مولانا عزیز زبیدی مولانا محمد علی جانباز سیالکوٹی، مولانا محمد صدیق سرگودھوی، حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلدین نے غلو کی حد تک کام لیا ہے بلکہ جھوٹ بولنے میں بھی عار محسوس نہیں کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ توضیح الکلام میں مغالطہ دہی سب و شتم دجل و فریب سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ مولانا محمد سرفراز خان صاحب دام مجدھم کو دروغ گو خائن بددیانت، بدحواس روایتی دجل کا مرتکب اور خبط میں مبتلا دریدہ دھن وغیرہ کہا گیا ہے حتیٰ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ پر بھی ناجائز کیچڑ اچھالا گیا ہے جیسا کہ توضیح الکلام پر ایک نظر مؤلفہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی کے پڑھنے سے حقیقت آشکارا ہوگی بلکہ توضیح ج ۲ ص ۴۲ میں ایک صحابیؓ کو

جنگلی لکھا ہے (معاذ اللہ) کیونکہ اعرابی کا معنی انہوں نے ایک بدو جنگلی تھے " کیا ہے۔ اعرابی کا معنی بدو یعنی دیہاتی تو درست ہے لیکن جنگلی کا لفظ لکھنا یہ کس لفظ کا معنی ہے۔ یہ محض روافض کی طرح عداوۃ کی بناء پر ہے۔ بلکہ ایک جلیل القدر بدری صحابیؓ کو قرآن مجید کی دو آخری سورتوں کا منکر قرار دیا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی آخری دو سورتوں پر تمام صحابہؓ کا ان کی قرآنیت پر اتفاق نہیں ہوا۔ (معاذ اللہ) (توضیح ج ۲ ص ۴۶ ملاحظہ ہو) حالانکہ معوذتین کے انکار والی روایت کی سند میں جو راوی موجود ہیں ان پر اثری صاحب خود توضیح الکلام میں بار بار جرح کر چکے ہیں توضیح الکلام پر ایک نظر تضاد نمبر 9 کے تحت اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔ نیز قرآن مجید کی آیات توضیح الکلام میں پیش کرتے ہوئے۔ ان میں تحریف کر دی گئی ہے۔ نیز دوسری کتابوں کے حوالے دیتے ہوئے ان میں عبارت کو بدل دیا گیا ہے۔ نیز تضاد کا ارتکاب کیا گیا ہے جو راوی ترک قراءۃ خلف الامام میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اس راوی کو قراءۃ الامام کی روایت میں ثقہ اور حجۃ قرار دیا گیا ہے۔ جھوٹ اور غلط بیانی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ جہالت وخیانت کو اختیار کیا گیا ہے۔ دھوکہ بازی کو بطور ہتھیار استعمال کیا گیا ہے۔ ان سب چیزوں کا علم زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوگا۔ اس کے باوجود ناجائز تعلّی وہمچوں ما دیگرے نیست کا نعرہ بھی لگایا گیا ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری، مولانا محمد سرفراز خان صاحب دام مجدھم کے متعلق لکھتے ہیں " مگر یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جو بزرگ اصول وضوابط کو سمجھنے کے مدعی ہیں وہ فن جرح وتعدیل کے ابجد سے بھی واقف نہیں (توضیح ص ۳۹ ج ۱) نیز لکھتے ہیں "وہ ماشاء اللہ شیخ الحدیث کے بلند منصب پر فائز ہیں البتہ یہ بات ہم عرض کریں گے کہ تعصب کی رو میں بہہ کر حقائق کو نظر انداز کرنے کے بہت عادی ہیں (توضیح ج ۱ ص ۷۶) نیز لکھتے ہیں۔ مؤلف احسن الکلام چونکہ خلط بحث کے عادی ہیں اور یہاں بھی اسی علت کے شکار ہیں۔ (توضیح ص ۲۴۳ ج ۱) بحمد اللہ تعالیٰ مولانا صفدر صاحب دام مجدھم تو کسی علت کا شکار نہیں ہیں البتہ مولانا

عبداللہ روپڑی غیر مقلد ایک علت کا شکار تھے۔ چنانچہ اخبار محمدی دہلی ص 15، 15 جولائی 1939ء میں عنوان قائم کیا ہے۔ "عبداللہ روپڑی کے ایک سوال کا جواب پھر آگے لکھتے ہیں" تنظیم میں ایک سوال اس نے کیا تھا۔ اس کا جواب ہم لکھیں اس سے پہلے ہمارے پاس ایک مراسلہ محمد عثمان صاحب کا فتح آباد سے آیا ہے۔ مراسلہ نگاران کے ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں تہذیب روکتی ہے کہ ان کے پورے مراسلہ کو شائع کیا جائے لیکن اس میں ایک سوال ہے جو جواب ہے۔ عبداللہ روپڑی کے نامہذب سوال کا اسلئے صرف وہ سوال درج ہے جناب مولوی محمد عثمان صاحب عبداللہ روپڑی سے دریافت فرماتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانے میں آپ علت المشائخ میں مبتلا تھے۔ اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ میں صوفیت باقی رہے یہ لکا بھی نہ جائے لہذا مہربانی فرما کر خدا سے ڈر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کرلیں۔ اجناب صوفی صاحب یہ ہے آپ کے اس ناپاک سوال کا قدرتی جواب (نائب مدیر)۔

نوٹ: اخبار محمدی دہلی کے مدیر اعلیٰ غیر مقلدین حضرات کے بزرگ مولانا محمد جونا گڑھی تھے بہر حال زیر نظر کتاب توضیح الکلام پر ایک نظر تالیف مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی دام مجدھم لا جواب کتاب ہے۔ جس میں توضیح الکلام تالیف مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کا بے مثال اپریشن کیا گیا ہے۔ اور یہ توضیح الکلام کے خرافات کا رد عمل ہے۔ دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ زیر نظر کتاب کو گم گشتہ راہ لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے اور مئولف کے لئے نجات اخروی کا سبب بنائے۔ آمین۔ **و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد قارئین کرام ہمارے شیخ مکرم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتھم العالیہ نے احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام جیسی ٹھوس مدلل کتاب تحریر فرما کر ہم اہل سنت والجماعت پر احسان عظیم کیا ہے اور غیر مقلدین حضرات کی صفوں میں کھلبلی سی مچادی ہے۔ جس کا انتقام لینے کے لئے غیر مقلدین نے کبھی تو مغالطات احسن الکلام کے نام سے رسالہ شائع کیا اور کبھی قاضی مقبول احمد صاحب کے نام سے ہفتہ روزہ الاعتصام لاہور میں احسن الکلام کا قسط وار جواب شائع کیا اور کبھی مولانا محمد گوندلوی مرحوم کے نام سے خیر الکلام احسن الکلام کے جواب میں شائع ہوئی۔ مگر غیر مقلدین حضرات نے ان کو احسن الکلام کا جواب تصور نہیں کیا البتہ غیر مقلدین حضرات کے ایک نام نہاد محدث مولانا ارشاد الحق اثری نے احسن الکلام کا جواب توضیح الکلام دو حصوں میں لکھ کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہ احسن الکلام کا جواب ہے اور غیر مقلدین حضرات بھی اس پر خوش ہیں کہ توضیح الکلام واقعی احسن الکلام کا مکمل ومفصل جواب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ توضیح الکلام میں طعن وتشنیع اور زبان درازی بہت زیادہ ہے۔ اصل مسئلہ سے بحث بہت کم ہے بلکہ احسن الکلام کے ٹھوس حوالہ جات پڑھ کر جب اثری صاحب کا دماغ چکرایا تو انہوں نے احسن الکلام کی حمایت میں لکھ دیا کہ فاتحہ خلف الامام ضروری نہیں بلکہ اگر مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو مقتدی کی نماز باطل وکالعدم نہیں۔ ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

ایک عجیب واقعہ

آج سے دس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالا میں گیا۔ وہاں قاضی عبدالرشید صاحب غیر مقلد آف جلہن گوجرانوالا، مولانا محمد یعقوب قصوری حنفی

اوراس کے رفقاء کے ساتھ یہ بحث کر رہا تھا کہ مولانا سرفراز خان صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قاضی شوکانی شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو راقم الحروف نے جواب دیا کہ حضرت صفدر صاحب دام مجدھم قاضی شوکانی کو غیر مقلد لکھتے ہیں۔ شافعی تحریر نہیں کرتے۔ اسپر قاضی عبدالرشید صاحب نے ضد کیا کہ مولانا سرفراز خان نے اپنی کتابوں میں قاضی شوکانی کو شافعی لکھا ہے۔ تو راقم الحروف نے کہا کہ میرے پاس اس وقت نوسو روپے نقد موجود ہیں اگر آپ حضرت صفدر صاحب کی کسی تصنیف سے قاضی شوکانی کا شافعی ہونا دکھادیں تو نوسو نقد آپ کو بطور انعام دیئے جائیں گے۔ اس پر قاضی عبدالرشید صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر دوسرا مسئلہ آمین بالجہر کا چلا تو راقم الحروف نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک آمین بالجہر کے قائل نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں۔ کہ مقتدی آمین بالجھر نہ کہیں میں مقتدیوں کے لئے آمین بالجہر پسند نہیں کرتا اس پر قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ کتاب الام میں یہ بات امام شافعیؒ نے تحریر نہیں کی۔ اس پر راقم الحروف نے مواخذہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ غیر مقلدین کے کتب خانہ سے کتاب الام لے آئیں اگر اس میں یہ مسئلہ اس طرح تحریر نہ ہو تو پھر بھی نوسو نقد آپ کو انعام ملے گا۔ اس پر قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ آپ مولانا حبیب اللہ ڈیروی معلوم ہوتے ہیں راقم الحروف نے کہا وہ کیسے تو قاضی صاحب نے کہا یہ وہی آواز ہے جو مولانا یونس نعمانی کے ساتھ مناظرہ کی کیسٹ میں میں نے سنی ہے۔ اس کے بعد قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ مولانا سرفراز صاحب نے اپنی تصانیف میں قاضی شوکانی کو کہیں بھی شافعی نہیں لکھا میں ان حضرات کے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔ پھر قاضی عبدالرشید صاحب نے راقم الحروف سے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ میں کونسی کتاب ہے تو راقم الحروف نے کہا کہ یہ احسن الکلام طبع دوم ہے اس کی جلد خراب ہوگئی ہے اس کی جلد درست کرانی ہے قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ اب اس احسن الکلام کو چھوڑ دو کوئی نئی کتاب تحریر

کرو کیونکہ اس کا جواب توضیح الکلام آچکا ہے۔ راقم الحروف نے کہا کہ توضیح الکلام تو احسن الکلام کی حمایت اور تائید میں لکھی گئی ہے۔ چنانچہ عبارات ملاحظہ ہوں۔

1) امام بخاری سے لے کر دور قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے وہ بے نماز ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۴۳)

2) فتویٰ بازی کا آغاز فریق مخالف کی طرف سے ہوا جس کے جواب میں تحقیق الکلام لکھنا پڑی۔ آپ اسے حرف بحرف پڑھ جائیں کہیں آپ فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو بے نماز اور جہنمی لکھا ہوا نہیں پائیں گے۔ (توضیح ص ۴۴ ج ۱)

3) اثری صاحب اپنے استاذ مولانا حافظ محمد گوندلوی مرحوم سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ "ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے۔ پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کرلے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (خیر الکلام ص ۳۳) توضیح الکلام ج ۱ ص ۴۵)

4) ہم سابقہ صفحات میں عرض کر آئے ہیں۔ کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعی سے لے کر مئولف خیر الکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا۔ (توضیح ج ۱ ص ۹۹)۔

5) امام بخاری سے لے کر تمام محققین علمائے اہل حدیث میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے۔ کافر ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۵۱)

6) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں بلاشبہ جمہور امام کے پیچھے وجوب فاتحہ کے قائل نہیں۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۱۰۰)۔

اب عبارات کو دیکھنے کے بعد قاضی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے غلطی ہوگئی ہے۔ ہم اہل حدیث ایک وفد کی صورۃ میں مولانا اثری صاحب کے پاس گئے اوران سے کہا کہ آپ نے کتاب کا نام کیا رکھا ہے توضیح الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام" کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراءۃ کرنا ضروری ہے۔ مگر آپ نے یہ عبارات مذکورہ بالا لکھ کر تضاد کا ارتکاب کیا ہے۔ تو مولانا اثری نے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ میں توضیح الکلام طبع دوم میں ان عبارات کو کاٹ دوں گا۔ یہ واقعہ قاضی عبدالرشید صاحب نے سنایا ہے واللہ اعلم صحیح ہے یا غلط ہے۔ لیکن مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے توضیح الکلام جلد اول طبع دوم بھی شائع کردی ہے اوراس میں عبارات مذکورہ بالا موجود ہیں ان کو حذف نہیں کیا گیا۔

نوٹ: توضیح الکلام جلد اول طبع دوم جب شائع ہوئی تو اس کے اندرونی ورق پر بھی طبع اول لکھا گیا ہے۔ یہ فراڈ کیوں کیا گیا ہے۔ اس کی کیا حکمت ہے۔ اس کو اثری صاحب ہی بہتر جانتے ہوں گے۔ طبع اول اور طبع دوم کا فرق اس طرح معلوم ہوا کہ مولانا اثری نے توضیح الکلام جلد دوم کے آخر میں صحت نامہ حصہ اول کے عنوان کے تحت توضیح الکلام جلد اول کے اغلاط تین اوراق میں ذکر کئے یں۔ اور یہی اغلاط توضیح الکلام جلد اول طبع دوم میں درست کئے گئے ہیں۔ جس سے طبع اول اور طبع دوم کا فرق واضح ہوگیا ہے۔ (وللہ الحمد)

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں "بلاشبہ علمائے اہل حدیث نے امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والوں کی نماز کو باطل قرار دیا ہے۔ ظاہر حدیث کے الفاظ کا یہی مفہوم ہے۔ مگر کسی ذمہ دار اہل حدیث عالم نے اس بناء پر انہیں بے نماز اور کافر نہیں کہا۔ کیونکہ یہ اختلافی اور فروعی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ جو شخص اپنی تحقیق کی بناء پر فاتحہ نہیں پڑھتا۔ وہ غلطی کے باوجود عنداللہ ماجور ہے اور قابل مواخذہ نہیں۔ (آئینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے۔ (ص ۲۵) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اثری صاحب مخبوط الحواس بھی ہے۔ اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ ظاہر حدیث کے الفاظ کا یہی

مفہوم ہے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے واقعی محمد بن اسحٰق جیسے کذاب دجال کی حدیث کو قطعاً صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ نیز مولانا اثری صاحب اپنے استاد محترم مولانا گوندلوی مرحوم سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (خیر الکلام ص ۳۳۔ آئینہ نکو دکھایا۔ ص ۲۶)۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں۔ ذمہ دار علمائے اہل حدیث نے کبھی بھی اس بناء پر فاتحہ نہ پڑھنے والوں کو کافر فاسق اور جہنمی نہیں کہا۔ حضرت الاستاذ محدث گوندلوی کے الفاظ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ تحقیق الکلام بھی ساری پڑھ جایئے۔ اس میں بھی آپ تارکین فاتحہ خلف الامام کو بے نماز اور جہنمی لکھا ہوا نہیں پائیں گے۔ (آئینہ ان کو دکھایا۔ ص ۲۷)

مولانا غلام رسول صاحب غیر مقلد (تلمیذ مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم) کے سوانح نگار لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ دو زمیندار آپ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ مگر جب تک آپ اللہ کی قسم کھا کر نہ بتائیں گے۔ ہم یقین نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا پوچھو انہوں نے کہا کیا۔ آمین اور رفع یدین سنت ہے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم سنت ہے پھر انہوں نے پوچھا کیا سورۃ فاتحہ خلف امام پڑھنا فرض ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو غیر پر ترجیح دوں گا کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان نمازوں میں جن میں قراءۃ آہستہ پڑھی جاوے سورۃ فاتحہ پڑھی جاوے اور جہر میں سکوت کیا جاوے (سوانح حیات حضرۃ العلام مولانا غلام رسولؒ ساکن قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالا ص ۱۵۸ تا ص ۱۵۹ مصنف حضرت مولانا عبد القادرؒ پسر حضرت العلام مولانا غلام رسول) اشاعت ثانی پبلشر فضل بکڈپو اردو بازار گوجرانوالا ملنے کا پتہ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار لاہور۔

نوٹ: مولانا غلام رسولؒ غیر مقلد کے فرمان سے ثابت ہوا کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے

فرض نہیں۔ نہ سری میں اور نہ جہری میں کیونکہ انہوں نے امام مالکؒ کا مسلک اختیار کیا ہے اور اس پر اللہ کی قسم کھا کر مسئلہ بیان کیا ہے اور امام مالکؒ کے ہاں سورۃ فاتحہ کا جہری نماز میں امام کے پیچھے پڑھنا درست نہیں ہے۔ البتہ سری میں اجازت ہے۔ مگر واجب پھر بھی نہیں ہے دیکھئے توضیح الکلام ج ۱ص ۶۵، ص ۹۷ ج ۱) پس معلوم ہوا کہ وجوب فاتحہ خلف الامام کی تمام روایات امام مالکؒ اور مولانا غلام رسولؒ (غیر مقلد) کے ہاں کالعدم اور ردی ہیں۔ (وللہ الحمد علی ذالک)

امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادیؒ غیر مقلد کا کردار ملاحظہ ہو۔

صوبہ سرحد میں 1946ء کے انتخابات کے موقعہ پر مولانا وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ میں نے ریفرنڈم جیتنے اور شمال سرحدی صوبہ کو پاکستان میں شامل کرنے کی غرض سے رفع الیدین سینے پر ہاتھ باندھنے اونچی آمین کہنا چھوڑ دیا۔ میرے متعلق کہا گیا کہ امام کی اقتداء میں فضل الٰہی کا اگر منہ ہلتا ہے تو یہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوگا۔ اور یہ پکا وہابی ہے لہذا میں نے کچھ عرصہ کے لئے فاتحہ خلف الامام بھی چھوڑ دی۔ (علمائے دیوبند اور انگریز از برق التوحیدی غیر مقلد ص ۱۵۳ ناشر امام اعظم اکیڈمی فیصل آباد)۔

علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد کا فیصلہ

وهو مذهب مالك واحمد وغيرهما ان القراءة فيها مشروعة دون الجهرية وهو اعدل الاقوال كما قال شيخ الاسلام ابن تيمية فى الفتاوىٰ (سلسلة الاحاديث الضعيفه والموضوعة. (ج ۲ ص ۵۸)

اور امام مالکؒ و امام احمدؒ وغیرہما کا مذہب یہی ہے کہ قراءۃ سری نماز میں امام کے پیچھے جائز ہے۔ جہری نماز میں جائز نہیں اور تمام اقوال میں سے زیادہ انصاف والا قول یہی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے۔

اس لئے امام ابن تیمیہؒ کے ہاں وجوب فاتحہ خلف الامام فی الصلوۃ الجہر یہ کی تمام روایات ضعیف ہیں دیکھئے توضیح الاکلام ص ۳۷۷ تا ص ۳۸۱ ج ۲) وللہ الحمد۔

سخنہائے گفتنی

مسئلہ قراءۃ خلف الامام ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ اس میں نزاع ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ مگر اس میں جو شدۃ وحدۃ غیر مقلدین حضرات نے اختیار کی وہ قابل مذمت ہے جبکہ ان کے دلائل نہایت کمزور ہیں۔ پھر کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں فریقین (احناف وغیر مقلدین) کی طرف سے بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مگر قابل ذکر کتاب جو زیادہ مشہور ومقبول ہوئی وہ تحقیق الکلام ہے۔ جو مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد مرحوم نے رقم فرمائی ہے جس کے متعلق مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب غیر مقلد توضیح الکلام کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ آج سے غالباً ۶۰،۶۵ سال قبل مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ صاحب تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی نے فاتحہ خلف الامام کے وجوب اور فرضیت پر ایک نہایت محققانہ اور فاضلانہ کتاب بنام تحقیق الکلام لکھی تھی۔ جس کے حصہ اول میں فرضیت فاتحہ خلف الامام کے دلائل دیئے گئے اور دوسرے حصہ میں احناف کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ ومحاکمہ پیش کیا گیا تھا۔ کتاب اپنے موضوع پر نہایت مدلل بغایت مفید اور بڑی محققانہ اور بے نظیر تھی۔ احناف کی ایک ایک دلیل کا نہایت مسکت اور معقول جواب دیا گیا تھا۔ دنیائے حنفیت اس کا جواب دینے سے قاصر رہی تھی۔ قیام پاکستان کے سات آٹھ سال بعد گوجرانوالہ کے ایک حنفی عالم مولانا سرفراز صاحب گکھڑوی نے احسن الکلام کے نام سے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر کتاب لکھی اور اس میں یہ کوشش کی۔ اس میں " تحقیق الکلام " کا جواب بھی دے دیا جائے۔ چنانچہ احناف بڑے خوش ہوئے اور اسے معرکہ آراء کتاب باور کرایا گیا اور یہ سمجھا گیا کہ " تحقیق الکلام " کے جواب کا قرض جو علمائے احناف کے ذمے ایک عرصہ سے چلا آرہا تھا۔

اسے مع سود اتار دیا گیا ہے۔ اسی زمانہ میں استاذ الاساتذہ حضرت العلام مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی نور اللہ مرقدہ نے فرضیت فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ایک نہایت مدلل کتاب "خیر الکلام" لکھی تھی۔ اس میں حضرت حافظ صاحب گوندلویؒ نے ضمناً مولانا سرفراز صاحب کے بعض دلائل کا معقول جواب بھی دیا تھا۔ تاہم یہ ضرورت باقی تھی کہ پوری کتاب کا جائزہ لیا جائے اور تمام مغالطات کا پردہ چاک کیا جائے۔ چنانچہ یہ توفیق حضرت العلام حافظ محمد گوندلویؒ صاحب کے ہی ایک فیض یافتہ نوجوان فاضل کو میسر آ گئی اور انہوں نے "احسن الکلام" کا پورا مدلل جواب لکھا جو توضیح الکلام" کے نام سے اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ (توضیح الکلام ج ۲ ص ۳۵ تا ص ۳۶)۔ کچھ تحقیق الکلام کے بارے میں مولانا مبارکپوری نے تحقیق الکلام میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا بلکہ نہایت تعصب وتشدد کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ بعض من گھڑت روایات پیش کر کے بالکل خاموشی اختیار کرتے ہوئے آگے چلے گئے۔ حتیٰ کہ غلط بیانی سے بھی باز نہیں آئے۔ چند باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں تاکہ پڑھ کر خود فیصلہ کر سکیں۔

1) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور مہرانؒ کی اس حدیث کی تائید ابو امامہؓ کی حدیث سے ہوتی ہے۔

عن یوسف ابی عنبسة خادم ابی امامة قال سمعت ابا امامة یقول قال قال رسول الله ﷺ من لم یقرا خلف الامام فصلوته خداج رواه البیهقی فی کتاب القراءة ص ۵۳۔ تحقیق الکلام ص ۱۹۰ ج ۲۔

ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز خداج ہے یعنی ناقص ان تمام ہے۔ روایت کیا۔ اس کو بیہقی نے کتاب القراءۃ میں۔

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں اور عبادۃؓ کی حدیث مذکور کی صحت پر ابو امامہؓ کی وہ حدیث شاہد ہے۔ جس کو بیہقی نے کتاب القراءۃ میں بایں لفظ روایت کیا ہے۔ عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من لم یقرا خلف الامام فصلوتہ خداج۔ (تحقیق الکلام ص ۹۹ ج ۱)

الجواب مھرانؒ کی حدیث کی سند مبارکپوری صاحب نے بیان نہیں کی، کتاب القراءۃ ص ۶۲ حدیث ۱۳۱ میں اس کی سند کا کچھ حصہ یوں ہے۔

سلیمن بن عبد الرحمٰن نا عبد الرحمٰن بن سوار

سلیمن بن عبد الرحمٰن متکلم فیہ ہے اور مجہول راویوں سے روایت کرنے کے ساتھ بدنام ہے۔ اور عبد الرحمٰن بن سوار مجہول ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں البتہ عبد الرحمٰن بن سوار کا ترجمہ ہمیں نہیں ملا (توضیح الکلام ۴۵۷ ج ۱) پھر مبارکپوری صاحب نے حضرت ابو امامہؓ کی حدیث کو اس کا شاہد بنایا۔ جس کی کچھ سند یوں ہے۔ یعقوب بن سفیان حدثنی سلیمن بن سلمۃ الحمصی نا المؤمل بن عمر ابو قعنب التنیسی نا یوسف ابو عنبہ خادم ابی امامۃ کتاب القراءۃ ص ۶۳ حدیث ۱۳۵۔ اس میں ایک راوی سلیمن بن سلمۃ الخبائری ابو ایوب الحمصی ہے۔ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں متروک لا یشتغل بہ قال ابن الجنید کان یکذب الخ میزان ص ۲۰۹ ج ۲) ولسان ص ۹۳ ج ۳ وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی غیر مقلد ص ۵۵ ج ۲) ایک دوسرے مقام پر علامہ البانی مرحوم لکھتے ہیں سلیمان بن سلمۃ الحمصی وھو متھم بالکذب وھو الخبائری (سلسلہ ص ۱۹۶ ج ۲) اور مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور اسے امام ابو حاتمؒ نے متروک کہا ہے اور ابن الجنید فرماتے تھے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام نسائیؒ اسے لیس بشیء کہتے ہیں۔ (میزان ص ۲۰۹ ج ۲) اور مولف احسن الکلام نے اعتراف کیا ہے کہ متروک اور کان یکذب کے الفاظ جس راوی کے بارہ میں ہوں اس کی روایت استشہاد کے بھی

قابل نہیں و احسن ص ۱۲۶ ج ۲) لیکن اس کے باوجود اس روایت کو شواہد میں پیش کرنا کہاں تک مبنی بر انصاف ہے۔ (توضیح الکلام ص ۶۶۲ ج ۲ ص ۶۶۳) پھر اس سند میں مؤمل بن عمر اور یوسف ابو عنبسہ خادم حضرت ابو امامہؓ، دونوں مجہول ہیں۔ چنانچہ مولانا حافظ زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں اس روایت کی سند کے دو راویوں نمبر 1 مؤمل بن عمر ابو قعنب العقیلی اور نمبر 2 یوسف ابو عنبسہ خادم ابی امامۃ کے حالات مجھے معلوم نہیں۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۱) قارئین کرام یہ وہ من گھڑت اور مجہول روایت ہے جس کو مبارکپوری صاحب دھوکہ کے طور پر بار بار شواہد میں پیش کر رہے ہیں۔ **(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)**۔

2) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور جزء القراءۃ میں ہے عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرہ، ان یخرج فینادی لاصلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب وماذاد حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ (تحقیق الکلام ۳۶ ج ۱) قارئین کرام مولانا مبارکپوری نے اس حدیث کو نقل کر کے آگے جرح نقل کی ہے۔ آپ پہلے اس کا ترجمہ سن لیں حضرت ابو ہریرہؓ کو بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ نکلے پس اعلان کرے کہ قراءۃ فاتحہ اور کچھ زائد قرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور ابو ہریرہؓ کی حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر بن میمون واقع ہیں۔ جن کی نسبت خلاصہ میں لکھا ہے اور ابو ہریرہؓ کی حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر بن میمون واقع ہیں۔ جن کی نسبت خلاصہ میں لکھا ہے۔ قال احمد والنسائی لیس بالقوی اور تقریب میں ہے۔ صدوق یخطئ اور علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں۔ جعفر بن میمون فیہ کلام حتی صرح النسائی فیہ لیس بثقۃ انتھی اور حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔ اسنادہ ضعیف (تحقیق الکلام ص ۳۷ ج ۱) اور مولانا موصوف ابکار المنن ص ۱۳۰ میں معمولی فرق کے ساتھ یہ عبارت نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔ **وذکرہ الحافظ فی الدرایۃ بلفظ امرنی**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انا دی فی اھل المدینة ان لا صلوة الا بقراءة ولو بفاتحة الکتاب وقال اخرجه، الطبرانی فی الاوسط لکن اسناده ضعیف۔

الجواب: جعفر بن میمون جمہور محدثین کرام کے ہاں ثقہ راوی ہے۔ امام نسائیؒ نے اس کے متعلق **لیس بثقة** کے الفاظ سے جرح نہیں فرمائی۔ یہ علامہ ماردینیؒ صاحب الجوہر النقی اوران کی تقلید میں علامہ عینیؒ کا وہم ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ متداول کتب جرح وتعدیل میں امام نسائیؒ کے یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے واللہ اعلم (حاشیہ توضیح الکلام ص ۱۳۱ ج ۱) حافظ ابن حجر نے الدرایہ ص ۱۳۸ ج ۱۔ میں جعفر بن میمون کی سند کو ضعیف قرار نہیں دیا یہ مبارکپوری صاحب کی صریح غلط بیانی ہے۔ بلکہ طبرانی اوسط کے حوالہ سے جعفر بن میمون کی حدیث کا ایک شاہد پیش کر کے اس سند کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ طبرانی اوسط ص ۱۸۹ ج ۱۰، نمبر ۹۴۱۱ میں ہے۔ **حدثنا الهیثم بن خلف قال حدثنا هاشم بن الولید الهروی قال حدثنا کنانة بن جبلة عن ابراهیم بن طهمان عن الحجاج بن ارطاة عن عبدالکریم عن ابی عثمن عن ابی هریرة قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انا دی فی اھل المدینة ان فی کل صلوة قراءة ولو بفاتحة الکتاب لم یرو هذا الحدیث عن الحجاج الا ابراهیم بن طهمان۔**

اب اس سند میں جعفر بن میمون کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مولانا ارشاالحق صاحب اثری جعفر بن میمون کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں اور یہ روایت اسی سند سے تمام کتب میں مذکور ہے۔ البتہ طبرانی اوسط میں بواسطہ عبدالکریم عن ابی عثمن عن ابی ہریرۃ یہی روایت مروی ہے لیکن اس میں فما زاد کے الفاظ نہیں (نصب الرایہ ص ۳۶۷ ج ۱) مگر یہ روایت بھی سنداً

ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے درایہ ص ۷۷ میں صراحت فرمائی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۱۳۲ ج ۱) یہ ہے جناب مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد کی دیانت اور عدل وانصاف، جس پر ان کو شاباش بھی دی جارہی ہے۔ چنانچہ مولانا قاضی مقبول احمد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں اور حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔ اسنادہ ضعیف (الی) مندرجہ بالا عبارت سے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے کس قدر وزنی دلائل سے جعفر ابن میمون کا ضعیف ہونا ثابت کیا ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ ص ۵ قسط نمبر ۳۔ احسن الکلام کے جواب میں)۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے　　　اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

جعفر بن میمون کی حدیث کو امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں لاغبار علیہ اور جعفر ثقہ ہے۔ امام بیہقیؒ کے ہاں بھی یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کی بحث آگے آرہی ہے امام بخاری نے جزء القراءۃ میں اس حدیث کو چار مقامات پر ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی اور امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اور محدث ابن جانؒ نے اس حدیث کو صحیح ابن حبان ص ۲۱۲ ج ۳ میں روایت کیا ہے۔ مکمل بحث اس حدیث پر انشاء اللہ تعالیٰ آگے اپنے مقام پر آرہی ہے۔

3) مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری مرحوم جزء القراءۃ للبخاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں یعنی ابوعالیہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر سے میں دریافت کیا کہ میں نماز میں (قراءۃ) پڑھوں تو آپ نے فرمایا کہ اس گھر (بیت اللہ) کے رب سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں قراءۃ نہ کروں اگرچہ سورۃ فاتحہ ہو۔ یہ اثر بعمومہ صلوٰۃ مقتدی وغیر مقتدی ہر صلوٰۃ کو شامل ہے اور اس اثر کے عام ہونے پر ابن عمرؓ کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے ا اور اس کی تحسین کی ہے۔ کنزالعمال ص ۹۲ ج ۴ میں ہے۔

من صلى مكتوبة او سبحة فليقرا بام القرآن و قرآن معها فان انتهىٰ الى ام القرآن اجزأت و من كان مع الامام فليقرأ قبله و اذا سكت ومن صلىٰ صلوۃ لم يقرأ فيها فهى خداج ثلاثاً (عبدالرزاق ابن عمرو حسن انتھی) دیکھو عبدالرزاق کہ یہ روایت صاف بتاتی ہے کہ ابن عمرؓ کا اثر مذکور ہر نماز کو عام ہے۔ (تحقیق الکلام ص ۱۰۲ ج ۱ تا ص ۱۰۳) الجواب حضرت ابن عمرؓ سے جن الفاظ سے مصنف عبدلرزاق کے حوالہ سے یہ اثر نقل کیا گیا ہے بالکل غلط ہے۔ عبدالرزاق میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ اثر موجود نہیں ہاں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرفوع روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں اور امام عبدالرزاقؒ نے اس کو حسن نہیں کہا اور تحسین و تصحیح کسی روایت کی کرنا نہ ان کی عادۃ ہے۔ بلکہ یہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مثنیٰ بن الصباح ہے جو متروک الحدیث اور **مختلط** ہے۔ دیکھئے عبدلرزاق ص ۱۳۲ ج ۲ مولانا مبارکپوری کا یہ حوالہ بعینہ اس دیہاتی کے سوال سے موافقت رکھتا ہے جس نے کسی مولوی صاحب سے پوچھا کہ وہ کونسا مولوی صاحب تھا جس کا قصہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ اس کی لڑکی کو کتوں نے پھاڑ ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے جواب میں کہا کہ وہ مولوی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام تھا۔ پھر لڑکی نہیں بلکہ لڑکا تھا۔ پھر کتے نہیں بلکہ بھیڑیئے تھے۔ پھر پھاڑا نہیں تھا بلکہ جھوٹ تھا۔ حضرت ابن عمرؓ اور عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے مسلک کی وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر کر دی جائے گی۔

4) مولانا مبارکپوری صاحب نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث **اذا قرأ فانصتوا** کے متعلق حضرت امام یحیٰؒ بن معین اور امام ابوحاتمؒ سے جرح نقل کی ہے۔ دیکھئے (تحقیق الکلام ص ۸۷ ج ۲) الجواب ان دونوں حضرات نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث پر جرح نہیں کی۔ مولانا مبارکپوری مرحوم نے کسی کی اندھی تقلید میں یہ جرح ان حضرات کی طرف منسوب کر دی ہے۔ (فیا للہ) چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام ابو

حاتمؒ نے حدیث ابن عجلانؒ کے بارہ میں تو العلل میں کلام کیا ہے۔ مگر سلیمن تیمیؒ کی روایت میں ان کا کلام ہمیں نہیں ملا اس طرح امام ابن معین کا کلام بھی حدیث سلیمنؒ کے متعلق ہمیں نہیں ملا۔ البتہ تاریخ میں انہوں نے ابن عجلان کی روایت پر نقد کیا ہے۔ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۲۴۷ ج ۲ تا ص ۲۴۸)۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

5) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور امام بخاری نے جوایک اور وجہ لکھی ہے کہ اس زیارت میں نہ سلیمن تیمی نے قتادہ سے سماع بیان کیا ہے اور نہ قتادہ نے یونس بن جبیر سے "سو علمائے حنفیہ کی طرف سے قتادہ کی تدلیس کا کوئی جواب دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور نہ ان کے پاس اس کا کوئی صحیح جواب ہے۔ (تحقیق الکلام ص ۹۰ ج ۲) الجواب یہ اعتراض بالکل فضول ہے مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا کہ اس روایت میں سلیمنؒ کا قتادہؒ اور قتادہؒ کا حطانؒ سے سماع نہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے ابوداؤد اور ابوعوانہ میں تصریح سماع ثابت ہے۔ جیسا کہ مؤلف احسن الکلام نے بھی ذکر کیا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۸۳ ج ۲) شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے۔

6) مولانا مبارکپوری صاحب کہتے ہیں کہ جامع ترمذی ص ۷۰ میں ہے **واختار احمد مع هذا القراءة خلف الامام و ان لا تترک الرجل فاتحة الكتاب وان كان خلف الامام** یعنی اختیار کیا امام احمد نے باوجود اس تاویل (کہ حدیث عبادہؓ منفرد کیساتھ مخصوص ہے) کے قراءۃ خلف الامام کو اور یہ کہ نہ چھوڑے کوئی شخص سورۃ فاتحہ کو اگرچہ امام کے پیچھے ہو (تحقیق الکلام ص ۱۴ ج ۱ تا ص ۱۵) حاشیہ میں مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ امام احمد کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک قراءۃ خلف الامام ضروری تھی اور علامہ عینی نے بھی شرح بخاری ص ۶۴ ج ۳ میں آپ کو قائلین وجوب قرأۃ خلف امام سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں استدل بهذا الحديث (ای حدیث عبادہ) عبدالله بن المبارک

والاوزاعی ومالک والشافعی واحمد واسحق وابو ثور وداؤد علی وجوب قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام فی جمیع الصلوت انتھی۔ (حاشیہ تحقیق الکلام ص ۱۴ ج ۱)

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں جامع ترمذی میں ہے۔

واختار احمد مع ھذا (ای مع تاویل حدیث عبادۃ) القراءۃ خلف الامام وان لا یترک الرجل فاتحۃ الکتاب وان کان خلف الامام.

یعنی امام احمدؒ نے حدیث عبادہ کو منفرد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ لیکن ساتھ اس کے قراءۃ خلف امام کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ کسی کو سورۃ فاتحہ ترک نہیں کرنا چاہیے اگرچہ امام کے پیچھے ہو۔

اور بقول علامہ عینیؒ امام احمدؒ کے نزدیک ہر نماز میں قراءۃ خلف امام واجب تھی (دیکھو عمدۃ القاری ص ۶۴ ج ۳۔ (تحقیق الکلام ص ۶۹ ج ۲۔

الجواب: امام ترمذیؒ نے ائمہ کرامؒ کے مسلک کو خلط ملط کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے علامہ عینیؒ جیسا شخص بھی پٹڑی سے اتر گیا ہے اور امام ترمذیؒ کی عبارت سے دھوکہ کھا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اختار احمد کے الفاظ سے وجوب کشید نہیں ہوتا صرف فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ مشہور غیر مقلد خالد گھر جاکھی صاحب بھی اسی دھوکہ میں مبتلا ہو گئے چنانچہ لکھتے ہیں قریباً تمام ائمہ کرامؒ اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ چنانچہ ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ بہت صحیح روایت ہے اور اکثر اہل علم اور صحابہ کرام، تابعین وغیرہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے امام مالکؒ عبداللہ بن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحٰقؒ یہ سب ائمہ کرام امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو ضروری جانتے ہیں اور پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ (ترمذی ص ۱۰۰ ج ۱) صلوٰۃ النبی ص ۳۵ مرتبہ خالد گھر جاکھی ناشر مکتبہ نور گھر جاکھ ضلع گوجرانوالا قیمت آٹھ آنے مطبوعہ اشرف پریس، لاہور)۔

مگر بعد میں مولانا خالد صاحب نے سجدہ سہو کیا ہے اور قدرے ائمہ اربعہ کا مسلک کچھ درست بیان کیا ہے۔ دیکھئے فاتحہ خلف الامام شائع کردہ اہلحدیث ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اہلحدیث چوک کورٹ روڈ کراچی نمبر 1) مولانا مبارکپوری نے تحقیق الکلام میں دھوکہ دینے اور فراڈ سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اپنے فراڈ کا جواب گویا یوں دیا ہے۔

"تنبیه قال العینی فی شرح البخاری تحت حدیث عبادةؓ المذکور مالفظه، استدل بهذا الحدیث عبداللـه بن المبارک والاوزاعی و مالک والشافعی و احمد و اسحق و ابو ثور و داؤد علی وجوب القرأة خلف الامام فی جمیع الصلوات انتهی قلت هذا وهم من العینی فان عبدالله بن المبارک لم یکن من القائلین بوجوب القرأة خلف الامام کما عرفت و کذالک الامام مالک والامام احمد لم یکونو اقائلین بوجوب قرأة الفاتحة خلف الامام فی جمیع الصلوات (تحفة الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱)

خبردار عینی نے شرح بخاری میں حضرت عبادہؓ کی مذکور حدیث کے تحت کہا ہے کہ اس حدیث نے عبداللہ بن مبارک ،اوزاعیؒ مالکؒ الشافعیؒ احمدؒ اسحٰقؒ ،ابوثورؒ، داؤدؒ نے قراءۃ خلف الاعام تمام نمازوں میں واجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ میں مبارکپوری کو کہتا ہوں یہ عینی کا وہم ہے کیونکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے عبداللہ بن مبارکؒ، امام مالکؒ امام احمدؒ کسی نماز میں بھی وجوب قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں۔

اوراس عبارت سے پہلے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔

تنبیه اعلم ان قول الترمذی وهو قول مالک بن انس و ابن المبارک و الشافعی و احمد واسحق یرون القراءة خلف الامام فیه اجمال و مقصوده ان هٰؤلاء الائمة کلهم یرون القراءة خلف الامام اما فی جمیع الصلوات او فی الصلٰوة السریة فقط و امام علی سبیل الوجوب او علیٰ سبیل الاستحباب و الاستحسان (تحفة الاحوذی ص ۲۵۴ ج ۱)

مولانا ارشادالحق صاحب اثری امام ترمذیؒ کی عبارت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

امام ترمذیؒ کا مقصد فی الجملہ ائمہ کرام کے اقوال کی نشاندہی ہے کہ یہ حضرات قراءۃ خلف الامام کے قائل ہیں۔ قطع نظر سری اور جہری یا وجوب وعدم وجوب کے اختلاف کے (توضیح الکلام ص ۵۱ ج ۱) امام ترمذیؒ کی یہ عبارت اتنی غلط تھی کہ غیر مقلدین حضرات بھی اس کی وضاحت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بعض صوفی جو سادہ لوح ہوتے ہیں وہ بھی اس عبارت سے دھوکہ میں مبتلا ہوئے ہوں گے۔ (سامحھم اللہ تعالیٰ)۔ ائمہ کرامؒ کے مسلک کی وضاحت اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

7) مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ سو یہ معارضہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس اثر کے سند میں حماد بن سلمہ واقعہ ہیں اور آخر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں **تغیر حفظه بآخره انتهیٰ و تحقیق الکلام ص ۱۰۷ ج ۱)** پھر مولانا موصوف ایک ورق کے بعد حماد بن سلمہ کی سند سے اخر عروہؒ بن زبیر کا بیان کرتے ہیں۔ امام الکلام ص ۱۰۳ میں ہے ثم اسند الی البخاری نا موسی بن اسماعیل نا حماد بن سلمة **عن هشام بن عروة عن ابیه قال یا بنی اقراء و اذا سکت الامام و اسکتوا اذا جهر فانه**

لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ۔یعنی عروہ نے کہا کہ اے میرے بیٹو پڑھو جب امام سکتہ کرے اور چپ رہو جب جہر سے پڑھے اس واسطے کہ نہیں نماز ہے اس کی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی (تحقیق الکلام ص ۱۰۹ ج ۱) یہ مولانا مبارکپوری صاحب کا انصاف ہے کہ اپنی روایت کی سند میں حماد بن سلمہ ہو وہ قابل حجت ہے اگر مخالف کی روایت کی سند میں ہے تو پھر حماد بن سلمہ ضعیف بن جاتا ہے۔

8) مولانا موصوف لکھتے ہیں حضرت علیؓ کا فتویٰ بابت قراءۃ خلف امام

حضرت علیؓ کا فتویٰ پہلے باب میں دار قطنی سے بسند صحیح منقول ہو چکا ہے۔ اب یہاں کتاب القراءۃ سے نقل کیا جاتا ہے۔ کتاب القراءۃ ص ۱۳۴ میں ہے۔ اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ حدثنی محمد بن احمد بن حمدون نا جعفر بن احمد بن نصر الحافظ نا عمرو بن علی نا یزید بن زریع نا معمر عن الزہری عن عبیداللہ عن ابی رافع عن علیؓ **قال اقرأ فی صلوۃ الظھر و العصر خلف الامام بفاتحۃ الکتاب و سورۃ و ھذہ الاسناد من اصح الاسانید فی الدنیا** ۔یعنی عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ اور ایک سورۃ پڑھ۔ بیہقی نے کہا کہ دنیا میں جتنی سندیں بہت صحیح ہیں ان میں سے یہ سند بھی ہے (تحقیق الکلام ص ۱۶۴ ج ۲) اور دار قطنی سے جو اثر حضرت علیؓ سے منقول ہوا جس کو مبارکپوری صاحب بسند صحیح کہتے ہیں یہ تحقیق الکلام ص ۱۰۲ ج ۱ میں مذکور ہے یہ بھی معمر عن الزہری کی سند سے مروی ہے دیکھئے دار قطنی ص ۳۲۲ ج ۱) اور زہری مبارکپوری صاحب کے ہاں مدلس ہے روایت عن سے ہے تو یہ کس طرح مبارکپوری صاحب کے ہاں صحیح بلکہ دنیا کی صحیح سندوں میں سے ہوگئی ہے۔ اس طرح تحقیق الکلام ص ۹۸ ج ۱ میں زہری کی ایک روایت لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف امام (کتاب القراءۃ بیہقی سے) نقل کی ہے اور بیہقیؒ سے اسنادہ صحیح نقل کیا ہے۔ آخر میں مبارکپوری صاحب تبصرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں یہ حدیث نص صریح ہے۔ اس امر پر کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے اور جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کی سند میں ایک دو مجہول راویوں کے علاوہ زہری روایت عن سے کرتا ہے تو یہ بھی مبارکپوری صاحب کے ہاں صحیح ہوگئی ہے اور مسلمانوں کی نماز کے نہ ہونے کے فتوے بھی لگ رہے ہیں۔

زہری کے مدلس ہونے کے دلائل

1) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

ومن التابعين الذين كانوا موصوفين بالتدليس معروفين به قتادة وابو الزبير المكى وحميد الطويل وعمرو بن عبدالله السبيعى والزهرى (الىٰ ان قال) فهولاء كلهم من التابعين موصوفون بالتدليس (تحفة الاحوذى ص ۷ ج ۱)

اور تابعین میں سے جو تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں قتادہ ابوالزبیر مکی، حمید الطویل عمرو بن عبداللہ السبیعی زہری وغیرہ پس یہ لوگ سب تابعی ہیں اور تدلیس کے ساتھ متصف ہیں۔

2) مولانا مبارکپوری صاحب علامہ نیمویؒ کو ایک روایت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

قال رواه الطحاوى والسناده صحيح قلت فى سنده الزهرى وهو مدلس رواه عن طلحة بن عبدالله بالعنعنة فكيف يكون اسناده صحيحاً (ابكار المنن ص ۴۳)

علامہ نیمویؒ نے کہا کہ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور سند اس کی صحیح ہے میں مبارکپوری کہتا ہوں اس کی سند میں زہری مدلس واقع ہے اور عن سے روایت کیا ہے تو اس کی سند کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

3-

قال رواه مالک و اسناده صحیح قلت فیه الزهری و هو مدلس و هو رواه عن حمید بن عبدالرحمن بالعنعنة قال الحافظ ابن حجر فی طبقات المدلسین وصفه ، الشافعی والدار قطنی وغیرواحد بالتدلیس انتهٰی و الزهری و مکحول من طبقة واحدة من المدلسین و قد جعل النیموی عنعنة مکحول قادحة فی صحة حدیثه فی القراءة خلف الامام فکیف تکون عنعنة الزهری صحیحة عنده (ابکار المنن ص ۶۰)

علامہ نیمویؒ نے کہا کہ اس روایت کو امام مالکؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے میں مبارکپوری کہتا ہوں کہ اس کی سند میں زہری مدلس ہے اور اس نے حمید بن عبدالرحمٰن سے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں کہا کہ زہری کہ امام شافعیؒ امام دار قطنیؒ وغیرہ نے تدلیس کے ساتھ متصف کیا ہے اور زہری و مکحول ایک طبقہ کے مدلس ہیں اور نیموی نے مکحول کی حدیث کو قراءۃ خلف الامام میں عنعنہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے تو زہری کا عنعنہ ان کے نزدیک کیسے صحیح ہو گیا ہے۔

4-

قال رواه عبدالرزاق فی مصنفه و اسنادة صحیح قلت ـــــ ففی اسناده الزهری و هو مدلس ورواه عن سالم بالعنعنة فکیف یکون صحیحاً (ابکار المنن ص ۶۴)

اور نیمویؒ نے کہا کہ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے میں مبارکپوری کہتا ہوں۔۔۔ اس کی سند میں زہری مدلس ہے اور سالمؒ سے عن سے روایت کیا ہے پس کیسے اس کی سند صحیح ہو سکتی ہے۔

اسناده صحیحاً وفیه الزهری و هو مدلس کما صرح به الحافظ ابن حجر فی طبقات المدلسین ورواه عن سالم بالعنعنة واسناده علی مانقله الزیلعی فی نصب الرایة هکذا اخبرنا معمر عن الزهری عن سالم عن ابن عمر قال اذا رعف الخ (ابکار المنن ص ۲۷۱)

مبارکپوری کہتا ہوں اس کی سند صحیح کیسے ہو سکتی ہے اور اس میں زھری مدلس ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں صراحت کی ہے اور اس نے سالمؒ سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند نصب الرایہ میں علامہ زیلعیؒ نے یوں نقل کی ہے معمر عن الزھری عن سالم عن بن عمرؓ

قارئین کرام آیئے آپ نے غیر مقلدین حضرات کے بزرگ محدث مولانا مبارکپوری کا معاملہ دیکھ لیا کہ یہاں فریق مخالف کی روایت کی سند میں معمر عن الزھری ضعیف ہے جبکہ اپنے حق میں کسی روایت کی سند میں معمر عن الزھری ہو تو وہ صحیح بلکہ من اصح الاسانید فی الدنیا بھی ہو جاتا ہے فوا اسفا۔

مولانا حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں خلفیہ رابع امیر المومنین حضرت علیؓ سے بھی ظہر وعصر کی نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا حکم مروی ہے۔ جسے امام دارقطنی امام حاکم امام بیہقی اور امام ذھبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سنن دارقطنی ص ۳۲۲ ج ۱ المستدرک ص ۲۳۹ ج ۱ السنن الکبری بیہقی ص ۱۶۸ ج ۲ جزء القراءۃ بیہقی ص ۹۲، ص ۹۴ وغیرہ) اگرچہ اس کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں مگر یہ سند امام زھریؒ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ کیونکہ ان پر تدلیس کا الزام وارد ہے لہذا اس اثر کے ذکر کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں کیونکہ یہ میری شرط پر نہیں ہے۔ واللہ اعلم (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۲۶) نیز لکھتے ہیں حضرت علیؓ سے فاتحہ خلف

10) احناف حضرات میں سے بعض نے مکحول عن محمود عن عبادۃؓ کی حدیث پر تین اعتراض کیے ہیں مبارکپوری صاحب تیسرا اعتراض یوں نقل کرتے ہیں۔ وجہ سیوم یہ کہ طریق مکحول عن محمود عن عبادہ قابل احتجاج نہیں ہے کیونکہ اس طریق میں محمود کے ذکر کرنے میں ابن اسحٰق منفرد ہیں اور جس شیء کے ساتھ ابن اسحٰق منفرد ہوں وہ حجت نہیں ہوتی **قال الحافظ ابن حجر فی الدرایه و ابن اسحق لا یحتج بما انفرد به من الاحکام انتھیٰ** اور چونکہ زید بن واقد نے ابن اسحٰق کی مخالفت کی ہے اور بجائے محمود کے نافع بن محمود کو ذکر کیا ہے یعنی زید بن واقد نے یوں روایت کیا ہے۔ عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ اور ابن اسحٰق سے زید بن واقد اثبت ہیں اس لئے طریق مکحول عن محمود عن عبادۃ شاذ غیر محفوظ ہوا (تحقیق الکلام ص ۶۷ ج ۱) مولانا مبارکپوری اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تیسری وجہ کا جواب۔ طریق مکحول عن محمود عن عبادۃ میں محمود کے ذکر کرنے میں ابن اسحٰق منفرد نہیں ہیں بلکہ سعید بن عبدالعزیز وغیرہ نے ابن اسحٰق کی متابعت کی ہے دار قطنی ص ۱۲۱ میں ہے حدثنا ابو محمد بن صاعد حدثنا ابو زرعۃ عبدالرحمٰن بدمشق ثنا الولید بن عتبۃ ثنا الولید بن مسلم حدثنی غیر واحد منھم سعید بن عبدالعزیز عن مکحول عن محمود عن ابی نعیم انہ سمع عبادۃ بن الصامت اور زھری نے مکحول کی متابعت کی ہے صحیح بخاری میں ہے (تحقیق الکلام ص ۷۰ ج ۱)

2) مولانا مبارکپوری نے نویں حدیث جس کو بطور حجت پیش کیا ہے یوں ہے **عن عبادۃ بن الصامت ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحة الکتاب رواہ الطبرانی فی الکبیر** (تحقیق الکلام ص ۹۹ ج ۱) اس روایت کی سند یوں ہے **حدثنا حویت بن احمدبن حکیم الدمشقی ثنا سلیمن بن عبدالرحمن ثنا ابو خلید عتبه بن حماد ثنا سعید بن عبدالعزیز عن مکحول عن عبادۃ بن نسی عن عبادۃ بن الصامت ان رسول الله صلی الله علیه**

وآلہ وسلم (توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱)

قارئین کرام ان دو مقام میں مولانا مبارکپوری نے سعید بن عبدالعزیز کی حدیث کو قبول کیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

1) مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں اور حدیث عبادہؓ کی سند میں حسن بن یحیٰ الخشنی واقع ہیں۔ جن کو حافظ ابن حجر نے صدوق کہا ہے لیکن ساتھ اس کے ان کو کثیر الغلط بھی کہا ہے۔ اور ابن معین نے ان کے بارے میں لکھا ہے لیس بشئی اور نسائی نے کہا لیس بثقۃ اور دار قطنی نے ان کو متروک کہا ہے اور اس سند میں سعید بن عبدالعزیز واقع ہیں۔ جن کی نسبت حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔ اختلط فی آخر عمرہ (حاشیہ تحقیق الکلام ص ۴۳ ج ۱)

2) مولانا موصوف لکھتے ہیں:

و اما روایته عن محمود عن ابی نعیم انه سمع عبادة بن الصامت فرواها الدار قطنی فی سننه من طریق الولید بن مسلم حدثنی غیر واحد منهم سعید بن عبدالعزیز عن مکحول و سعید هذا کان قد اختلط فی آخر عمره کما صرح به الحافظ فی التقریب و باقی شیوخ الولید مجهولون فانه لم یسم فهذه الروایة لا تساوی روایة مکحول التی لیس فیها ذکر ابی نعیم بین محمود و عبادة (ابکار المنن ص ۱۳۲)

اور روایت مکحول کی محمود عن ابی نعیم انہ سمع عبادۃ بن الصامت پس اس کو دار قطنی نے اپنی سنن میں ولید بن مسلم قال حدثنی غیر واحد منھم سعید بن عبدالعزیز عن مکحول کے طریق سے روایت کیا ہے اور سعید بن عبدالعزیز کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں صراحتہً بیان کیا ہے اور ولید کے باقی استاذ مجہول ہیں کیونکہ ان کا نام اس نے ذکر نہیں کیا تو یہ روایت مکحول کی اس روایت کے برابر نہیں۔ جس میں محمود اور حضرت عبادہؓ کے درمیان ابونعیم کا ذکر نہیں (**فلهذا اس کو اضطراب و تعارض** میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

قارئین کرام یہ مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد ہیں جو غیر مقلدین کے بزرگ اور محدث ہیں جن کی چند باتیں ہم نے آپ کی خدمت میں ذکر کر دی ہیں۔ جن کا تعلق تحقیق الکلام کے ساتھ تھا۔ ورنہ باتیں اور بھی ہیں جن کا ذکر وقتاً فوقتاً ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ

(**تلک عشرة کاملة** بطور نمونہ کے ہیں)

گزارش احوال واقعی

مسئلہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام معرکۃ الآراء مسئلہ ہے ہر دور میں اس کے مثبت اور منفی پہلو پر بحث جاری رہی ہند و پاک کے علماء کرام نے اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کو اجاگر کیا اور فریقین کی طرف سے کتابیں لکھی گئیں لیکن مفصل بحث تحقیق الکلام (مصنفہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد) میں تحریر ہوئی جس کا مفصل جواب ہمارے شیخ مکرم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدھم نے احسن الکلام میں دیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء لیکن ان کی تصنیف کے دوران بعض کتابیں بالکل نایاب تھیں مثلاً مصنف عبدالرزاق، تمہید ابن عبدالبر مصنف ابن ابی شیبہ وغیرھا جس کی وجہ سے بعض دلائل زیر قلم نہیں آسکے لیکن اس کے باوجود آج تک ایسی مدلل مفصل کتاب زیر تحریر نہیں آسکی۔ اس کتاب مستطاب احسن الکلام نے غیر مقلدین کو اپنے مذہب کے دفاع کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے غیر مقلدین کا جارحانہ انداز ختم ہو گیا ہے اور اب وہ صرف دفاع کی پوزیشن میں ہی رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کچھ اوھام واقع ہوئے اور کچھ خلط مبحث سے کام لیا گیا۔ اس لئے ہم ان اوھام کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

وھم نمبر 1

سری نمازوں میں امام کے پیچھے بطور احتیاط الحمد پڑھنا مستحسن ہے جیسا کہ امام محمدؒ سے روایت کیا گیا ہے امام محمدؒ کے اس قول کو صاحب ہدایہ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے

ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد (ھدایہ ص ۱۲۱) کہ احتیاطاً پڑھنا اچھا ہے۔ اس روایت میں جو امام محمدؒ سے روایت کی جاتی ہے۔

یُروی مجہول کا صیغہ ہے جو اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس روایت کا ناقل معلوم نہیں اور مجہول روایت قابل عمل نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کا کمال ملاحظہ ہو:

مولانا ارشاد الحق صاحب نقل کرتے ہیں" بلکہ علامہ لکھنوی لکھتے ہیں۔

رُوی عن محمد انه استحسن قراءة الفاتحة للمؤتم فی السرية و مثله عن ابی حنيفة صرح به فی الهداية و المجتبیٰ شرح مختصر القدوری وغیر هما و هذا هو مختار کثیر من شائخنا و علیٰ هذا فلا ینکر استحسانها فی الجهرية أثناء سکتات الامام بشرط ان لا یخل بالسماع (عمدة الرعاية ص ۱۷۳)

امام محمدؒ سے مروی ہے کہ سری میں مقتدی کیلئے الحمد پڑھنا بہتر ہے۔اس طرح امام ابوحنیفہؒ سے بھی مروی ہے جیسا کہ ہدایہ اور مجتبیٰ شرح قدوری وغیرہ میں ہے اور یہی ہمارے مشائخ کے نزدیک پسندیدہ ہے لہذا جہری کے سکتات میں بھی قراءۃ سے انکار نہیں کیا جا سکتا بشرطیکہ سماع میں خلل واقع نہ ہو"۔

اور انہوں نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ امام محمدؒ کا یہ قول گو روایۃ ضعیف سہی مگر **درایۃ** قوی ہے۔ان کے الفاظ ہیں انه کان ضعیفا لکنه قوی **درایة**"(التعلیق الممجد ص ۹۴) گو یہ قول ضعیف سہی مگر **درایۃ** قوی ہے(توضیح الکلام ص ۶۳ ج ۱)۔

الجواب

امام محمدؒ نے اپنی کتب میں اس مسئلہ کے بارے میں خوب وضاحت کی ہے جو یقین کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔امام محمدؒ کی طرف ایک مجہول و بے سند روایت کی نسبت کرنا اہل انصاف کے ہاں درست نہیں چنانچہ امام محمدؒ فرماتے ہیں"

قال ابو حنيفة لاقراءة خلف الامام في شيء من الصلوة ما يجهر فيه بالقراءة و مالا يجهر فيه بالقراءة و قال اهل المدينة لا يقرأ خلف الامام فيمايجهر فيه ويقرأ خلفه، فيما لا يجهر فيه بام القرآن و سورة كمايقرأ وحده، وقال محمد بن الحسن وكيف كانت القراءة خلف الامام فيما لا يجهر فيه. قالو الان القاسم بن محمد و عروة بن زبير ورافع بن جبير بن مطعم و ابن شهاب كانو ايقرأ ون خلف الامام فيما لا يجهر فيه الامام بالقراءة قيل لهم فهئو لاء كانوا عندكم اعلم واوثق ام عبدلله بن عمر و جابر بن عبدالله قالوا بل عبدالله و جابر (كتاب الحجة على اهل المدينة ص ۱۱۶ ج۱)

" کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءۃ نہیں نہ جہری میں اور نہ سری میں اور اہل مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے کہ جہری میں قراءۃ خلف الامام نہیں البتہ سری میں خلف الامام سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھے جیسا کہ منفرد پڑھتا ہے اور امام محمدؒ بن الحسن اہل مدینہ پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سری میں خلف الامام قراءۃ کیسے درست ہو سکتی ہے۔ تو اہل مدینہ نے جواب دیا کہ قاسمؒ وعروہؒ ورافع بن جبیرؒ بیچ نافع ہوگا ذیروی) وابن شہابؒ سری میں امام کے پیچھے پڑھتے تھے تو انکو جواب دیا جائیگا کہ یہ تابعینؒ تمہارے نزدیک زیادہ علم والے اور زیادہ معتبر ہیں۔ یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ و حضرت جابرؓ تو اہل مدینہ نے جواب دیا کہ حضرت ابن عمرؓ و جابرؓ زیادہ علم والے ہیں اور زیادہ معتبر ہیں۔

پھر امام محمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے وہ اثر نقل کیا ہے کہ جب کوئی آدمی اکیلا ہو تو قراءۃ کرے لیکن جب امام کے پیچھے ہو تو اس کو امام کی قراءۃ کافی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ پھر حضرت جابرؓ کا اثر بطریق امام مالکؒ نقل کیا ہے کہ جو آدمی نماز پڑھتا ہے اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو تو بغیر فاتحہ پڑھے۔ اس کی نماز درست ہے۔ پھر اس کے بعد دیگر احادیث مرفوعہ وموقوفہ کا

بیان کیا ہے۔ جس طرح کے مؤطا محمد میں مذکور ہیں۔

2) امام محمدؒ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

قال محمد لا قراءة خلف الامام فيما جهر فيه ولا فيما لم يجهر بذالک جاءت عامة الآثار وهو قول ابی حنفية رحمه الله (مؤطا محمد ص ۹۴)

کہ امام کے پیچھے قراءۃ نہ جہری میں ہے نہ سری میں عام احادیث (مرفوعہ وموقوفہ) اسی کے ساتھ وارد ہوئی ہیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فرمان ہے۔

3) فرماتے ہیں۔۔۔۔۔

قال محمد وبه ناخذ لانری القراءة خلف الامام فی شئی من الصلٰوة يجهر فيه اولا يجهر فيه۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں ہمارا اسی پر عمل ہے کہ ہم امام کے پیچھے قراۃ کے قائل نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری ہو۔ (کتاب الآثار ص ۲۳)

4) امام محمدؒ حدیث من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة (کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے) کے بعد لکھتے ہیں قال محمد وبہ نأخذ وھو قول ابی حنیفۃؒ (امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارا اسی پر عمل ہے۔ اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے) پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ خلف الامام ظہر اور عصر میں قراءۃ کر اور اس کے ما سوا باقی نمازوں میں قراءۃ نہ کر قال محمد لا ینبغی ان یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات (کتاب الآثار ص ۲۳) امام محمدؒ سعیدؒ بن جبیر کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی خلف الامام قراءۃ کرنا نامناسب ہے۔

امام محمدؒ کے ان صریح اقوال سے واضح ہوگیا کہ ان کے نزدیک سری وجہری نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی خلف الامام قراءۃ کرنا جائز نہیں تو استحسان کی روایت کے غلط ہونے

میں کوئی شبہ باقی نہ رہا (فللہ الحمد) مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے تو تو کمال کر دیا کہ امام محمدؒ کے ساتھ ساتھ امام ابوحنیفہؒ کو اس استحسان کی روایت میں شریک کرڈالا اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کی روایت ہدایہ اور مجتبیٰ شرح مختصر القدوری میں ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ھدایہ کے متعلق ہدایہ ص ۱۲۱ میں یوں تحریر ہے۔

ویکرہ عندھما لما فیہ من الوعید کہ امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے ہاں قراءۃ خلف الامام مکروہ ہے کیونکہ قراءۃ خلف الامام کرنے والے کے متعلق وعید وارد ہوئی ہے باقی رہی مجتبیٰ شرح مختصر القدروی تو اس کا مؤلف مختار بن محمود نجم الدین الزاھدی معتزلی ہے اس کی کتابیں قابل عمل نہیں ہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری تحریر کرتے ہیں۔

سری نمازوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے۔ امام محمدؒ کا ایک قول یہی ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہ منقول ہے چنانچہ علامہ مختار بن محمود نجم الدین الزاہدی حنفی م ۶۵۸ھ "المجتبیٰ شرح مختصر القدوری" میں فرماتے ہیں۔

وعن ابی حنیفة لا باس بان یقرأ الفاتحة فی الظهر و العصر و بماشاء من القرآن (امام الکلام ص ۳۹ فصل الخطاب ص ۲۹۸) (توضیح الکلام ص ۵۲ ج ۱)

اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ ظہر وعصر میں امام کے پیچھے فاتحہ بلکہ اس سے زائد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کے ہاں زاہدی معتزلی کی کتابیں قابل اعتماد نہیں بلکہ غیر معتبر ہیں۔ چنانچہ مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ۱۱ میں غیر معتبر کتب کا ذکر کرتے ہوئی لکھتے ہیں والقھستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واستنادہ الی کتب الزاہدی المعتزلی انتھی (کہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں فرمایا کہ قہستانی سیلاب کی طرح ہر چیز کو بہالے

جاننے والا اور حاطب لیل ہے۔ خاص کر اس کا ماخذ زاہدی معتزلی کی کتابیں ہیں۔

آگے مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

ومنها تصانيف نجم الدين مختار بن محمد الزاهدى معتزلى الاعتقاد حنفى الفروع المتوفى سنة ست و خمسين وستمائة كالقنية و الحاوى والمجتبىٰ شرح مختصر القدورى و زاد الائمة وغير ذالك فقد قال فى تنقيح الفتاوىٰ الحامدية نقل الزاهدى لا يعارض نقل المعتبرات النعمانية فانه، ذكر ابن وهبان انه لا يلتفت الىٰ مانقله صاحب القنية مخالفاً للقواعد مالم يعضده نقل من غيره ومثله فى النهر ايضاً انتهىٰ وفيه ايضا فى موضع آخر الحاوى للزاهدى مشهور بنقل الروايات الضعيفة انتهىٰ۔

ان غیر معتبر کتابوں میں سے زاہدی معتزلی (اعتقاداً) حنفی (فروعاً) المتوفی ۶۵۶ھ کی تصانیف بھی ہیں۔ جیسے قنیہ حاوی اور مجتبیٰ شرح المختصر القدوری، زاد الائمہ وغیرہ تنقیح الفتاوىٰ الحامدیہ میں شامیؒ نے فرمایا کہ زاہدی کی نقل فقہ حنفی کے معتبر کتابوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ پس علامہ ابن وھبانؒ نے فرمایا کہ صاحب قنیہ زاہدی کی نقل کی طرف التفات نہ کیا جائے جب قواعد حنفیہ کے خلاف ہو جبتک کسی اور حنفی کی نقل اس کی تائید نہ کرے اس طرح النہر میں ہے۔ اور النہر میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ الحاوی جو زاہدی کی کتاب ہے ضعیف روایات کے نقل کرنے میں مشہور ہے۔

اس طرح مولانا عبدالحیؒ نے النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر کے اندر کتب غیر معتبرہ کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ قارئین کرام اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

نوٹ: مولانا عبدالحی صاحب امام الکلام ص ۳۸ کے حاشیہ میں جامع الرموز کے متعلق لکھتے ہیں **وهو من الكتب الغير المعتبرة لعدم الاعتماد على مؤلفه** کہ وہ

جامع الرموز غیر معتبر کتابوں میں سے ہے۔ کیونکہ اس کے مؤلف پر اعتماد نہیں۔ جبکہ مولانا موصوف امام الکلام ص ۳۹ میں مجتبی شرح مختصر القدوری کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ امام محمدؒ کے ہاں سری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام مستحسن ہے۔ اس طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی کوئی حرج نہیں۔ حاشیہ میں مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

قوله المجتبیٰ لمختار بن محمود نجم الدین الزاهدی مؤلف القنية المتوفی ۶۵۸ھ ۱۲ غیث الغمام علی حوشی امام الکلام ۔ اس مقام پر مولانا موصوف نے نہ تو زاہدی کو معتزلی لکھا ہے اور نہ ہی ان کی کتابوں کو غیر معتبر کہا ہے۔ (بہت افسوس ہے چونکہ مولانا کا نظریہ بھی ان غیر معتبر نقول پر قائم ہے۔ اس لئے اس کی پردہ داری کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔

مولانا عبدالحی مرحوم لکھتے ہیں:

وطريق نقله كذالك عن المجتهد احد الامرين اما ان يكون له سند فيه اليه اويا خذ من كتاب معروف تداولته الايدی نحو كتب محمد بن الحسن ونحوها من التصانيف المشهورة لانه، بمنزلة الخبر المتواتر عنهم والمشهور (مقدمه عمدة الرعاية ص ١١)

کہ مجتہد سے کسی قول کے نقل کرنے کے دو طریقہ ہیں یا تو سند اس تک پہنچے یا مشہور متداول کتاب ہو جیسے امام محمدؒ کی کتابیں اور مثل اس کے مشہور کتابیں ہوں تو ان کتابوں میں کسی نقل کا ہونا بمنزلہ متواتر یا مشہور کے لئے۔

قارئین کرام فقہ حنفی کی مشہور اور متداول کتابوں کو جیسے امام محمدؒ کی کتابیں ہیں جن پر فقہ حنفی کا دارومدار ہے ان کو چھوڑ کر مجہول روایت یا معتزلہ کی روایت کو قبول کرنا بالکل غلط ہے۔ معتزلہ و مجہول روایات کی بناء پر بعض صوفیاء کرام بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ حتیٰ کہ (علامہ عینی)

مولانا عبدالحیؒ، علامہ انور شاہؒ، مولانا بنوریؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ (فسامحھم اللہ تعالٰی)

مولانا عبدالحی کا پھر اس مجہول روایت کی بناء پر سکتات امام میں جہری نماز میں بھی قراءۃ کی اجازت دینا عجیب ہے جبکہ وہ اس مجہول روایت کو ضعیف بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مولانا ارشادالحق صاحب تحریر کرتے ہیں "لہذا جن بزرگوں نے مطلقاً امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مسلک کراہت یا عدم جواز نقل کیا ہے وہ ان کا آخری قول نہیں قارئین حضرات انصاف فرمائیں اس سے بڑھ کر ہم حضرت مولانا صفدر صاحب اور دیگر حنفی دوستوں کی اور کیا تسلی کر سکتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ حضرات اناپہ اتریں تو ہدایہ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیں اور اسے فقہ حنفی کی پہلی تصانیف کا ناسخ قرار دیتے ہوئے الہدایہ کالقرآن کا نعرہ مستانہ بلند کریں مگر جب اپنے مفروضات اور فرقہ وارانہ حس کے خلاف پائیں و اس کی روایت کو شاذ اور مرجوح قرار دیں۔ مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم نے کیا سچ فرمایا ہے "الہدایہ سے بڑی کونسی کتاب فقہ حنفی میں مشہور ہو گی (کما مر) توضیح الکلام ص ۶۳ ج ۱) الجواب مولانا اثری صاحب نے جذبات میں عورتوں کی طرح طعنہ دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔ حالانکہ بات واضح ہے کہ امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کا مذہب سری و جہری نمازوں میں مقتدی کو خلف الامام قراءۃ کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ان سے دوسرا قول ثابت ہی نہیں۔

الہدایہ کالقرآن یہ بھی کسی مجہول شاعر کا قول ہے۔ یہ احناف کا نعرہ مستانہ نہیں جیسا کہ اثری صاحب جھوٹ بول رہے ہیں اور اس طرح امام محمدؒ کی طرف قراءۃ خلف الامام کے استحسان کی روایت بھی کسی مجہول راوی کی ہے جو کہ قابل قبول نہیں چونکہ اثری صاحب اس روایت مجہولہ سے اور معتزلی کی روایت سے امام محمدؒ و امام ابوحنیفہؒ کا دوسرا قول ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان غلط روایتوں پر ایمان لانا فرض ہے۔ اب تو اثری صاحب کے ہاں الہدایۃ کا

لقرآن سے بھی بڑھ کر الہدایہ عین القرآن ہوگیا ہے۔ اثری صاحب کے ہاں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) علامہ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں امام محمدؒ کی طرف اس منسوب روایت کو خوب تردید کی ہے اور فرمایا والحق ان قول محمد کقولھما فان عباراتہ فی کتبہ مصرحۃ بالتجافی عن خلافہ فانہ فی کتاب الآ ثارفی باب القراءۃ خلف الامام الخ (بحوالہ امام الکلام ص ۴۲) اور حق بات یہ ہے کہ امام محمدؒ کا قول امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کی طرف منع قراءۃ خلف الامام کا ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارتیں خود ان کی کتابوں میں اس اختلاف سے علیحدگی کی تصریح کرتی ہیں۔ جیسا کہ کتاب الآ ثار میں ہے الخ (۶) البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں اس عبارت کی تردید کرتے ہوئے علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں۔

تعقبه فی غاية البيان بان محمداً صرح فی كتبه بعدم القراءة خلف الامام ما يجهر فيه ومالا يجهر فيه قال وبه نأخذ وهو قول الی حنفية ويجاب عنه بان صاحب الهدايته لم يجزم بانه قول محمد بل ظاهره انها رواية ضعيفة انتهىٰ (بحواله امام الكلام ص ۴۳)

کہ (مؤلف) غایۃ البیان شرح ہدایہ میں اس پر تعاقب کیا ہے کہ امام محمدؒ نے اپنی کتابوں میں خود وضاحت کی ہے کہ سری و جہری تمام نمازوں میں قراءۃ خلف الامام نہیں اسی پر ہمارا عمل ہے۔ اور یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا اور منسوب عبارت کا جواب یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے جزم کے صیغہ (قال) کے ساتھ نہیں فرمایا کہ یہ استحسان کی روایت امام محمدؒ کا فرمان ہے بلکہ صاحب ہدایہ کے الفاظ (فیما یُروی) سے ظاہر ہوتا ہے کہ۔ یقیناً یہ روایت ضعیف ہے۔

3) علامہ علاؤالدینؒ الدر المختار شرح تنویر الابصار میں لکھتے ہیں۔

والمؤتم لا يقرأ مطلقاً ولا الفاتحة فی السرية اتفاقاً وما نسب لمحمد ضعيف كما بسطه الكمال (بحواله امام الكلام ص ۴۳)

اور مقتدی بالکل قراءۃ نہ کرے اور بالاتفاق سری نماز میں بھی الحمد نہ پڑھے اور جو روایت امام محمدؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ کمال الدین ابن ہمامؒ نے اس کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

4) علامہ شمس الدین التمر تاشیؒ منح الغفار شرح تنویر الابصار میں لکھتے ہیں:

والمؤتم لا يقرأ مطلقاً يعنی لا الفاتحة ولا غير ها سواء فی السرية او الجهرية قال الشيخ قاسم فی تصحيحه لا يختلفون فی ان هذا ظاهر الرواية وقال فی الهداية ويستحسن علی سبيل الاحتياط فيما يُروىٰ عن محمد وقال فی الذخيرة و بعض مشآئخنا ذكروا ان علیٰ قول محمد لايكره وعلیٰ قولهما يكره ثم قال الا صح انه يكره قلت لا يصح عن محمد شیء من هذا قال فی كتاب الآثار لا نریٰ القراءة خلف الامام فی شیء من الصلوات و قال فی كتاب الحجة لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر وولا فيما لا يجهرا لخ (بحواله امام الكلام ص ۴۳ تا ص ۴۴)۔

اور مقتدی مطلقاً قراءۃ نہ کرے نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ اس کے علاوہ چاہے نماز سری ہو یا جہری علامہ قاسمؒ اس مسئلہ کی تصحیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فقہاء احنافؒ کا اس مسئلہ کے ظاہر الروایہ کے مطابق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ قراءۃ احتیاط کے طور پر مستحسن ہے اس روایت میں جو امام محمدؒ سے روایت کی گئی ہے اور صاحب ذخیرہ نے کہا کہ ہمارے بعض (مشائخ) ذکر کرتے ہیں کہ امام محمدؒ کے قول پر قراءۃ مکروہ نہیں امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے قول پر مکروہ ہے۔ پھر کہا کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ مکروہ ہے میں کہتا ہوں کہ امام محمدؒ سے قراءۃ کی کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب الآثار میں فرمایا کہ ہم خلف الامام کسی نماز میں بھی قراءۃ کے قائل نہیں اور کتاب الحجۃ میں فرمایا کہ خلف الامام جہری و سری نمازوں میں قراءۃ نہ کی جائے۔

5) علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

(قوله و انصات المقتدی) فلو قرأ خلف امامه کره تحریما و لا تفسد فی الاصح کما سیأتی قبیل باب الامامة (ردالمحتار ص ۲۳۸ ج ۱)

مقتدی کا خلف الامام قراءۃ سے خاموشی کرنا واجب ہے۔ پس اگر اپنے امام کے پیچھے قراءۃ کی تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔ مگر اصح روایت میں نماز فاسد نہ ہوگی جیسا کہ باب الامامتہ سے کچھ پہلے اس کی بحث عنقریب آرہی ہے۔

آگے جا کر علامہ شامیؒ صاحب الدر المختار کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ:

قوله اتفاقاً ای بین ائمتنا الثلاثة (قوله مانسب لمحمد) ای من استحباب قراءة الفاتحة فی السرية احتياطاً (قوله كما بسطه الكمال) حاصله ان محمداً قال فی كتابه الآثار لا نرىٰ القراءة لا نرى القراءة خلف الامام فی شیء من الصلوات یجهر فيه اویسرا و دعوىٰ الاحتياط ممنوعة بل الاحتياط ترک القراءة لأنه العمل باقوى الدليلين وقدروی الفساد بالقراءة عن عدة من الصحابة فاقواهما المنع (فتاویٰ شامی ص ۵۰۸ ج ۱) قبیل باب الامامة۔

ہمارے ائمہ ثلاثہؒ کا اتفاق ہے کہ قراءۃ خلف الامام مطلقاً درست نہیں۔ امام محمدؒ کی طرف جو سری نمازوں میں قراءۃ مقتدی کے احتیاط کا قول منسوب کیا گیا ہے۔ وہ ضعیف ہے جیسا کہ وہ ابن ہمامؒ نے تفصیل سے اسکا ذکر کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام محمدؒ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں سری و جہری نمازوں میں ھم قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں اور دعویٰ احتیاط کا غلط ہے بلکہ احتیاط ترک قراءۃ میں ہے کیونکہ اس کی دلیل اقویٰ ہے۔ بیشک متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے پس زیادہ قوی دلیل منع قراءۃ خلف الامام کی ہے۔

وہم نمبر 2

صوفی عبدالوہاب صاحب شعرانیؒ جو شافی المسلک ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ انہوں نے پہلے قول یعنی قراءۃ خلف الامام نہیں ہونی چاہیئے) رجوع کرلیا تھا اور قراءۃ خلف الامام کو مستحسن جانتے تھے۔ (بحوالہ غیث الغمام) (ص ۲۱۶ و توضیح الاکلام ص ۵۷ ج ۱ تا ص ۵۸) تو یہ صوفی صاحبؒ کا وہم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے پھر وہ شافعی ہیں اس لئے ان کا قول احناف کیلئے حجت نہیں ہے۔

جناب علامہ عبدالحی لکھنویؒ رقمطراز ہیں۔ **لكن كتب الحنفية اكثرها خالية عن ذكر الرجوع لوثبت ذالك لانه قاطع للنزاع** (غیث الغمام ص ۲۱۶)۔

مولانا ارشادالحق صاحب اثری لکھتے ہیں لیکن چونکہ یہ قول متداول کتب حنفیہ میں موجود نہیں اس لئے یہ مسئلہ تاہنوز نزاع کا باعث بنا ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ لکھنویؒ لکھتے ہیں مگر اکثر کتب حنفیہ اس رجوع کو ذکر کرنے سے خالی ہیں۔ اگر یہ رجوع ثابت ہو جاتا تو اس سے نزاع ختم ہو جاتا ہے۔ (غیث الغمام ص ۲۱۶) توضیح الاکلام ص ۵۵۹ ج ۱) بعد میں معلوم ہوا حضرت صوفی صاحبؒ نے یہ بات حالت سُکر میں کہی ہے۔ جو کہ قابل التفات نہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحیؒ نے علامہ شعرانیؒ کی طرف امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے دو قول ہیں کی نسبت غلط کی ہے۔ ان کی کتابوں میں مثلاً میزان وکشف الغمہ ورحمۃ الامتہ میں یہ دو قول نہیں ملتے۔ (اعلاء السنن ص ۹۲ ج ۴)۔

وہم نمبر 3

حضرت علامہ عینیؒ کا وہم جو ترمذی کی عبارت سے ان کو ہوا ہے۔ اس کا ذکر سخن ہائے گفتنی کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے۔ اس کو وہاں ملاحظہ کریں۔ اسی طرح عینیؒ لکھتے ہیں۔

علی ان بعض اصحابنا استحسنوا ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات و منهم من استحسنها فی غیر الجهریة و منهم من رآی ذالک اذا کان الامام لحانا (عینی شرح بخاری ص ۱۴ ج۲)

کہ علاوہ اس کے ہمارے بعض ساتھی احتیاطاً تمام نمازوں میں قراءۃ) خلف الامام) کرتے ہیں بعض صرف سری میں مستحسن جانتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ جب امام غلط پڑھنے والا ہو تو پھر قراءۃ کرنی چاہیئے۔

ان بعض کا علامہ عینیؒ نے نام نہیں لیا کہ وہ کون ہیں فلھذا ایسے مجہول اشخاص کا کیا اعتبار ہے۔ مولانا عبدالحی صاحبؒ نے علامہ عینیؒ کی عبارت کو صحیح نقل نہیں کیا۔

مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

قال فی شرح صحیح البخاری بعض اصحابنا یستحسنون ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلٰوت و بعضهم فی السریة فقط و علیه فقهاء الحجاز و الشام انتهی غیث الغمام ص ۲۱۶)

کہ علامہ عینیؒ نے شرح صحیح بخاری میں کہا ہے کہ ہمارے بعض ساتھی قراءۃ خلف الامام کو تمام نمازوں میں احتیاطاً اچھا سمجھتے ہیں اور بعض صرف سری میں چنانچہ حجاز و شام کے فقہاء اسی نظریہ پر قائم ہیں۔

مولانا لکھنویؒ نے وعلیہ فقہاء الحجاز والشام کا جملہ مذکورہ بالا عبارت سے لگادیا ہے جو بالکل خیانت اور تحریف ہے۔ حالانکہ یہ جملہ اس عبارت کے ساتھ متصل نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں 'مولانا عبدالحی لکھنوی نے غیث الغمام ص ۲۱۶ میں بھی علامہ عینیؒ کی یہ عبارت شرح البخاری کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

وعلیه فقهاء الحجاز و الشام کہ اسی پر فقہاء حجاز وشام کا عمل ہے۔

مگر یہ الفاظ علامہ عینیؒ ص ۱۱ ج ۶ میں سری نمازوں میں قراءۃ کے بارے میں لکھے ہیں (توضیح الکلام ص ۲۸ ج ۱۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کا عبارات میں تحریف کرنا اور احناف کو نقصان پہنچانا عام عادۃ شریفہ ہے۔ کچھ کا ذکر راقم الحروف نے ہدایہ علماء کی عدالت میں کر دیا ہے۔

مسئلہ زکوۃ الجنین میں علامہ لکھنویؒ نے احادیث کی جرح وتعدیل میں اپنے جس کرتب کا مظاہرہ کیا ہے الامان والحفیظ۔ حالانکہ حنفیہ کے مشہور مخالف علامہ ابن حجر شافعیؒ نے التلخیص الحبیر میں کچھ انصاف کا مظاہرہ کیا ہے۔ مولانا لکھنویؒ نے گیارہ صحابہ کرامؓ سے روایات پیش کی ہیں۔ اب ان سب پر تبصرہ کرنا تطویل کا باعث ہے۔ اس لئے صرف ایک روایت پر ہم تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

السادس ابن مسعو داخرج حدیثه الدار قطني ورجاله رجال الصحیح (التعلیق الممجد ص ۲۸۴)

چھٹی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے۔ جس کا اخراج دار قطنی نے کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری یا صحیح مسلم کے ہیں۔

حالانکہ یہ خیانت اور تحریف کی بدترین مثال ہے چنانچہ مولانا عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

قال الزيلعي رجاله رجال الصحيح الا ان شيخ شيخه احمد بن الحجاج بن الصلت قال الذهبي انه هو آفته انتهیٰ وفی المیزان ایضاً و العجب ان الخطیب ذکره فی تاریخه ولم یضعفه و کانه سکت لانتهاک حاله انتهی وفی التلخیص حدیث ابن مسعود رجاله ثقات الا احمد بن الحجاج بن الصلت فانه ضعیف جدا وهو علة (التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی ص ۲۷۲ ج ۴)

کہ زیلعیؒ نے فرمایا کہ اس کے راوی صحیح کے ہیں مگر دار قطنیؒ کے شیخ کا شیخ احمد بن الحجاج بن الصلت علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں یہ اس حدیث کی آفت ہے اور میزان الاعتدال میں بھی فرماتے ہیں اور تعجب سے خطیب بغدادیؒ پر کہ انہوں نے اس راوی کی روایت کو اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ لیکن اس کی تضعیف نہ کی شاید اس کے حال سے بے خبر تھے۔

اور التلخیص الحبیر میں ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ مگر احمد بن الحجاج سخت ضعیف ہے اور یہی راوی اس حدیث کی علت ہے۔

یہ روایت حضرت ابن مسعودؓ سے سنن دار قطنی ص ۲۷۲ ج ۴ میں موجود ہے علامہ ناصر الدینؒ البانی غیر مقلد نے احمد بن الحجاج کی ایک روایت کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے۔

دیکھئے (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص ۱۰۹ ج ۱)

یہ ہے مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کی حالت اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے آمین۔

وھم نمبر 4:

مولانا ارشاد الحق صاحب علامہ محمد عابد سندھیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

ولهذا مال كثير من المتاخرين الى الاخذ بما يروى عن محمد من انه اوجب قراءة الفاتحة على المقتدى فى السرية وهو اختيار ابى حفص الكبير و هو قول مالك والاوزاعى والليث واشهر الروايتين عن احمد وهو اعدل الاقوال و هو الذى فهم جمهور الصحابة الخ (المواهب اللطيفه قلمى ص ۲۸۰ ج ۱) توضيح الكلام ص ۱۹۲ ج ۲)

اسی لئے اکثر متاخرین امام محمدؒ کے قول کے مطابق سری میں فاتحہ خلف الامام کے وجوب کے قائل ہیں۔ ابو حفص کبیرؒ کا یہی مختار مذہب ہے اور یہی قول امام مالکؒ اور زاعیؒ، لیثؒ اور امام احمدؒ کا ہے ان کی مشہور روایت کے مطابق اور یہی تمام اقوال سے اعدل قول ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام نے سمجھا ہے۔

الجواب: امام محمدؒ کی طرف صاحب ہدایہ نے (یُروی) مجہول کے صیغہ سے سری نماز میں قراءۃ خلف الامام کا استحسان منسوب کیا تھا۔ جو بالکل غلط ہے جس کی تردید وہم نمبر 1 کے تحت بالتفصیل ذکر ہو چکی ہے۔ لیکن وجوب کا قول امام محمدؒ کی طرف سے کسی نے منسوب نہیں کیا۔ فلھذا علامہ محمد عابد سندھیؒ کی کتاب المواھب اللطیفہ قلمی سے وجوب کا حوالہ محرف نظر آتا ہے۔ جس کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب مشہور متداول کتابوں میں تحریف وخیانت کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو اس قلمی کتاب کے ساتھ رحم گوارا کیسے کر سکتے ہیں۔ ابو حفص الکبیرؒ کی طرف وجوب کی نسبت بھی کذب خالص ہے۔ اس طرح امام مالکؒ وامام احمدؒ کی طرف وجوب قراءۃ خلف الامام سری میں یہ بھی غلط ہے۔ جمہور صحابہؓ کی طرف سری میں وجوب قراءۃ کی نسبت افتراء عظیم ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب خود تحریر کرتے

ہیں۔ "امام محمدؒ سری نمازوں میں فاتحہ پڑھنے کو مستحسن خیال کرتے ہیں بلکہ امام ابوحنیفہؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ (کماسیأتی) یہی رائے امام محمدؒ کے شاگرد رشید امام ابوحفص کبیرؒ اور ان کے بعد شیخ التسلیم نظام الدین الہروی م ۳۷۷ھ کی ہے (امام الکلام ص ۴۶) توضیح ص ۲۶ ج ۱ تا ص ۲۷ ج ۱)۔ یہ نسبت امام محمد وامام ابوحنیفہؒ کی طرف سری میں جواز قراءۃ خلف الامام یا استحسان کی بالکل غلط ہے اور وجوب قراءۃ خلف امام فی السریہ کی نسبت کرنا تو بہت بڑا جھوٹ ہے۔ فلھذا المواھب اللطیفہ کی عبارت محرف ہے اس طرح امام احمدؒ وامام مالکؒ بھی سری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے جوزا کے قائل ہیں وجوب کے قائل نہیں دیکھئے توضیح الکلام ص ۹۷ ج ۱، ص ۳۹۱ ج ۱، ص ۱۳۹ ج ۲۔ امام اوزاعیؒ وامام لیثؒ کے مسلک کی وضاحت اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جمہور صحابہ بھی سری میں وجوب کے قائل نہ تھے ان کی طرف سری میں وجوب قراءۃ خلف الامام کی نسبت کرنا بے ثبوت ہے۔

باب الکذبات

یعنی مولانا ارشاد الحق اثری کے چند جھوٹ

جھوٹ نمبر 1

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ سلیمن بن عبدالرحمٰن کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں۔ وہ حجت ہے امام ابن معینؒ، ابو حاتم، محمد بنؒ صالح نسائیؒ، دار قطنیؒ وغیرہ نے ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ (تہذیب ص ۲۰۷ ج ۲ مقدمہ فتح الباری ص ۱۷۱ ج ۲ (توضیح الکلام ص ۴۵۷ ج ۱)

الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ تہذیب التہذیب ص ۲۰۷ ج ۲ میں سلیمن بن عبدالرحمٰن کا سرے سے ترجمہ ہی مذکور نہیں البتہ تہذیب جلد نمبر 4 میں اس کا ترجمہ مذکور ہے۔ جیسا کہ خود اثری صاحب نے بھی توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱ میں تہذیب ص ۲۰۸ ج ۴ کا حوالہ دیا ہے لیکن یقین کیجئے کہ تہذیب اور مقدمہ فتح الباری میں امام احمد کا یہ قول ہرگز موجود نہیں کہ سلیمن بن عبدالرحمٰن حجت ہے یہ اثری صاحب کا سفید جھوٹ ہے اسکے علاوہ اثری صاحب نے سلیمن بن عبدالرحمٰن کی توثیق نقل کرنے میں بھی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کو ہم باب الخیانات میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ؎ جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں۔ ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر 2

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی فرض یا نفل امام کے پیچھے پڑھے وہ اس میں فاتحہ اور اس کے علاوہ اور قرآن بھی پڑھے اگر فاتحہ ہی پڑھے گا تو یہ کافی ہے اور جب امام جہراً پڑھے تو امام کے سکتات میں امام کی قراءۃ سے پہلے یا بعد میں فاتحہ پڑھے (مصنف عبدلرزاق ص ۱۳۳ ج ۲ کتاب القراءۃ ص ۵۴/ ۵۵۔ اس روایت کی سند میں محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر ہے۔ جو

ضعیف ہے جیسا کہ مؤلف احسن الکلام نے کہا ہے۔ (احسن ص ۱۷۱ ج ۱) مگر وہ منفرد نہیں بلکہ مثنیٰ بن صباح اور ابن لھیعہؒ نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ (کتاب القراءۃ ص ۵۴۔ توضیح الکلام ص ۱۳۱ ج ۲)

الجواب: مصنف عبدالرزاق کی سند میں محمد بن عبداللہ بن عمیر واقع نہیں۔ اثری کا کہنا ہے کہ عبدالرزاق کی پسند میں محمد بن عبداللہ ہے۔ خالص جھوٹ ہے۔ پھر اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ وہ منفرد نہیں بلکہ مثنیٰ بن صباح اور ابن لھیعہؒ نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ تو یہ متابعت کالعدم ہے اس لئے کہ ابن لھیعہ نے عمرو بن شعیب سے نہیں سنا (ایک مقام پر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

وابن لهيعة لا يحتج به وقد قال ابو حاتم انه لم يسمع من عمرو بن شعيب (الدرايه ص ۲۶۵ ج ۲ و كتاب المراسيل لا بن ابی حاتم ۱۱۴)

کہ ابن لھیعہ سے احتجاج نہ کیا جائے بے شک امام ابو حاتمؒ نے فرمایا کہ ابن لھیعہ نے عمرو بن شعیب سے نہیں سُنا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کتب عن المثنی بن الصباح عن عمرو بن شعیب وکان بعد یحدث بھا عن عمرو بن شعیب (تہذیب التہذیب ص ۳۷۵ ج ۵ ومیزان الاعتدال ص ۴۷۶ ج ۲) کہ عبداللہ بن لھیعہ نے باواسطہ مثنیٰ بن صباح عن عمرو بن شعیب سے روایت کی تھی پھر بعد میں مثنیٰ بن صباح کا واسطہ گرا کر براہ راست عمرو بن شعیب سے روایت کرتا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ ابن لھیعہ کی روایت وہی مثنیٰ بن صباح والی ہے پھر محمد بن عبداللہ متروک الحدیث ہے۔ چنانچہ امام نسائیؒ فرماتے ہیں محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر متروک الحدیث مکیؒ (ضعفاء للنسائی ص ۲۶) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت ابن عمير متروک شديد الضعف كما مضى قريباً فلا يستشهد به و نحوه المثنى ابن الصباح فقد ضعفه الجمهورمن الائمة وقال النسائي و ابن الجنيد متروک الحديث وقال النسائي في موضع آخر ليس بثقة وقال الساجي ضعيف الحديث جداً حدث بمنا كير يطول ذكرها و كان عابداً يهم قلت وايضاً فانه، كان ممن اختلط في آخر عمره كما قال ابن حبان و اما ابن لهيعة هو معروف بالضعف لانه، خلط بعد احتراق كتبه فيحتمل ان يكون هذا من تخاليطه و مع الاحتمال يسقط الاستدلال ‹سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ج ۲۲۰ ج ۲›

کہ میں البانی کہتا ہوں کہ ابن عمیر متروک الحدیث سخت ضعیف ہے جیسا کہ ابھی قریب میں گزرا ہے پس اس کی روایت استشہاد کے قابل نہیں اور مثل اس کے مثنیٰ بن صباح ہے اس کو جمہور ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائیؒ اور ابن الجنیدؒ نے متروک الحدیث کہا ہے۔ امام نسائیؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور محدث ساجیؒ فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے بڑی لمبی چوڑی اس کی منکر روایات ہیں۔ یہ عابد تھا بھولتا تھا میں البانی کہتا ہوں کہ مثنیٰ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا اور ابن لھیعہ بھی مشہور ضعیف ہے۔ کیونکہ کتابیں جل جانے کے بعد اختلاط کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا پس احتمال ہے یہ بھی اس کی تخالیط میں سے ہو اور احتمال کی موجودگی میں استدلال ساقط ہو جاتا ہے

مولانا ارشاد الحق صاحب خود تحریر کرتے ہیں کہ اور متروک کی روایت کو متابعۃً بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس کا اعتراف خود مولانا (صفدر صاحب) کو بھی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۳۲۲ ج ۱) فلھذا مولانا اثریؔ کا متروک راویوں کو متابعت میں پیش کرنا قابل شرم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سکتات والی روایت کالعدم ثابت ہوئی جیسا کہ علامہ البانیؒ نے فرمایا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

جھوٹ نمبر 3

مولانا اثری صاحب فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ

انھم کانوا یقرأون خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا انصت فاذا قرأ لم یقرأ وا واذا نصت قرأ وا (کتاب القراءۃ ص ۸۶/۶۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب انصات اور سکتہ کرتے تھے تو اس وقت صحابہ کرامؓ آپ کے پیچھے پڑھتے تھے اور جب آپ پڑھتے تھے تو خاموش رہتے تھے۔

یہ اثر سند کے اعتبار سے حسنؒ سے کسی صورۃ کم نہیں مؤلف احسن الکلام نے (ص ۱۷۰ ج ۱) اس کی سند میں صرف عمروؒ بن شعب عن ابیہ عن جدہ کے طریق پر کلام کیا ہے۔ جس کا جواب ہم پہلے حصہ اول میں ذکر کر آئے ہیں۔ (چند سطور کے بعد اثری صاحب لکھتے ہیں) حضرت عبداللہ بن عمرو سے صحابہؓ کا جو عمل بسند حسن منقول ہے۔ وہ بھی اس حدیث سکتات) کا مؤید ہے۔ (توضیح ص ۱۳۱ ج ۲)۔

جواب: جناب اثری صاحب نے اس اثر کی سند بیان نہیں کی حالانکہ ان کا حق تھا کہ وہ اس اثر کی سند کے تمام راویوں کا ترجمہ تحریر کر کے توثیق ثابت کرتے جوان کے بس میں نہ تھا۔ مؤلف احسن الکلام کا صرف عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق پر کلام کرنا اور باقی سند کے راویوں پر جرح نہ کرنے سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ اثر کی سند حسن درجہ سے کسی صورۃ کم نہیں یہ مؤلف توضیح الکلام کا دجل وفریب ہے۔ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے چنانچہ قارئین کرام آپ پہلے اس اثر کی سند ملاحظہ کریں امام بیہقیؒ کتاب القراءۃ طبع دہلی ص ۶۹ میں فرماتے ہیں

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ انا ابوالطیب محمد بن عبداللہ الشعیری نا عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز القاضی الجرجانی

فی محلة ججروذ نا ابوالصلت الهروی نا ابو معاویة عن عبید اللہ بن عمر عن عمر وبن شعیب عن ابیه عن جده انهم کانو یقرأ ون الخ۔

1) اس سند کا راوی ابوالطیب محمد بن عبداللہ الشعیر ی کے بارے میں علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں کہ الشعیر ی کی حدیث کو امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ نے صحیح کہا ہے لیکن میں نے اس کا ترجمہ نہیں پایا۔(**لم اجده سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة** ص۱۷۲ ج۲)۔

2) اس الشعیر ی کا استاد عبداللہ الجرجانی کا ترجمہ بھی مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کے ذمہ ہے کہ وہ بیان کریں کہ یہ کیسا راوی ہے۔

3) عبداللہ الجرجانی کا استاذ ابو الصلت الهروی ہے جناب اثری صاحب اس کے متعلق لکھتے ہیں عبدالسلام بن صالح ابو الصلت کو امام ابن معین ثقہ فرماتے ہیں حالانکہ جمہور نے اسے ضعیف بلکہ کذاب کہا ہے۔اور متھم بوضع الحدیث قرار دیا ہے۔ (تہذیب ص۳۲۰ ج۲ تا ص۳۲۱) توضیح الکلام ص۱۷۳ ج۱) علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص۶۱۶ ج۲ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ ابوا لصلت میرے نزدیک سچا نہیں امام ابوزرعہ نے اس کی حدیث پر قلم پھیر دیا تھا محدث عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ رافضی خبیث ہے محدث ابن عدیؒ فرماتے ہیں یہ متھم ہے امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ یہ رافضی خبیث ہے اور حدیث الایمان اقرار بالقلب اس نے گھڑی ہے اور ابوالصلت سے یہ بھی منقول ہے کہ علوی خاندان کا کتا بنوامیہ خاندان سے بہتر ہے۔ صرف یحیٰؒ بن معین اس کی توثیق کرتے۔

مولانا اثری صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں عبدالسلام بن صالح کے متعلق علامہ زیلعیؒ

نے فرمایا کہ یہ راوی سخت ضعیف ہے عبد السلام ابو الصلت متروک ہے۔(آئینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے۔ص ۶۱) تعجب ہے کہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے ایسے کذاب رافضی خبیث کے اثر کو حسن درجہ کا کس طرح فرمادیا ہے۔ یہاں صرف عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند پر کلام نہیں بلکہ سند کا اکثر حصہ مخدوش ہے۔ مولانا اثری صاحب ایک مقام میں تحریر کرتے ہیں۔

کذاب کی روایت سے استدلال کونسی دینی خدمت ہے (مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ۱۴۹) علامہ ذہبیؒ ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ابو الصلت الھروی وھوالآفۃ (میزان ص ۶۱۳۰ ج ۲) اس حدیث کی آفت (مصیبت) یہی ابو الصلت ہے۔ نیز ایک مقام پر لکھتے ہیں ابو الصلت الھروی احد المتھمین (میزان ص ۱۵۸ ج ۳) یعنی ابو الصلت الھروی ان راویوں میں سے ہے جو وضع الحدیث کے ساتھ متھم ہیں۔

4) امام یحیٰؒ بن معین فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ نے عبید اللہ بن عمر سے منکر حدیثیں یعنی ضعیف حدیثیں روایت کی ہیں۔ (میزان ص ۵۷۵ ج ۴) یاد رہے کہ اس اثر کی سند بھی ابو معاویہ عن عبید اللہ بن عمر کے طریق سے ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابو معاویہ الضریر اعمش کی حدیث کے سوا مضطرب الحدیث ہے دوسروں کی حدیث کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکتا (تہذیب التہذیب ص ۱۳۸ ج ۹) اتنی خرابیوں کے باوجود اگر اس اثر کی سند حسن ہے تو پھر ضعیف حدیث دنیا میں کونسی ہوگی۔

معلوام ہوا کہ اثری صاحب نے جو اثر کی سند کو حسن کہا ہے خالص جھوٹ ہے۔ پھر یہ اثر جو جھوٹ پر مبنی ہے سکتات کی متروک حدیث کا مؤید کس طرح ہوسکتا ہے۔ (لطیفہ) مولانا ارشاد الحق صاحب نے جو یہ فرمایا کہ یہ اثر سند کے اعتبار سے حسنؒ سے کسی صورۃ کم نہیں۔ تو حسن

کے اوپر رح کا نشان لگا دیا ہے۔ اب تک راویوں کے نام پر رح کا نشان لگایا جاتا تھا۔ لیکن سند حسن یا صحیح پر رح کا نشان نہیں لگایا جاتا تھا شاید اب اثری صاحب کو کوئی نیا انکشاف ہوا ہو۔

گرتے ہیں شاہسوار ہی میدان جنگ میں ۔ وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

جھوٹ نمبر 4

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت عبداللہؓ بن عمر زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں لاتقرأوا خلف الامام فی شی ءمن الصلوۃ کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءۃ نہ کرو (نصب الرایہ ص ۱۲ ج ۲ طحاوی ص ۱۲۹ ج ۱) لیکن یہ اثر سنداً صحیح نہیں جبکہ اس کی سند میں بکرؒ بن عمر المعافری کو امام ابن حبانؒ کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا ابن القطانؒ فرماتے ہیں کہ اس کی عدالت معلوم نہیں دار قطنیؒ فرماتے ہیں اس کے معاملہ میں غور و فکر کیا جائے اور ایک قول ہے کہ وہ قابل اعتبار ہے ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ شیخ 'وہ شیخ ہے تہذیب ص ۴۸۶ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۱۰۷ ج ۲ تا ص ۱۷۱)۔

الجواب: علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں:۔

وکان ذافضل وتعبد محله الصدق واحتج به الشیخان (میزان الاعتدال ص ۳۴۷ ج ۱)

کہ یہ راوی صاحب فضیلت اور صاحب عبادۃ ہے۔ مقام اس کا سچائی کا ہے امام بخاریؒ وامام مسلمؒ نے اس کی روایت کیساتھ حجت پکڑی ہے

اور محلہ الصدق بمعنی صدوق ہے اثری صاحب کے ہاں دیکھئے توضیح الکلام ص ۳۲۰ ج ۱ وامام بخاریؒ پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۱۰۵) حافظ ابن حجر تقریب التہذیب ص ۴۷ میں لکھتے ہیں۔ صدوق عابد کہ یہ راوی سچا اور عابد ہے اس طرح مولانا اثری کے بزرگ محدثؒ مولانا مبارکپوریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔ صدوق عابد (تحفۃ الاحوذی ص ۲۶۸ ج ۳) امام ترمذی بکر بن عمروؒ کی ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی مع تحفۃ

الاحوذی ص ۲۶۸ ج ۳ باب ماجاء فی الزھادۃ فی الدنیا) نیز مولانا اثری صاحب ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ امام بخاری وامام مسلم کا اس سے روایت لینا بجائے خود اس کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ (احادیث صحیح بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ص ۱۸۱) پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بکر بن عمرو ثقہ اور صدوق ہے۔ محترم اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس راوی کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا یہ بالکل جھوٹ اور تلبیس وتدلیس کا شاہکار ہے۔ ان تینوں صحابہ کرامؓ سے صحیح اور صریح سند کے ساتھ اس سند کے علاوہ بھی مطلقاً (یعنی تمام نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کی ممانعت مروی ہے)۔

1) حضرت جابرؓ

نمبر ۳۷۸۶ حدثنا وکیع عن الضحاک بن عثمن عن عبیداللہ بن مقسم عن جابرؓ قال لا یقرأ خلف الامام (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱ طبع بیروت لبنان) علامہ ماردینیؒ فرماتے ھیں وھذا ایضاً سند صحیح متصل علی شرط مسلم (الجوھر النقی ج ۲ ص ۱۶۱ ۔ اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے۔ (دیکھئے احسن الکلام ص ۳۴۱ ج ۲ طبع دوم) اس میں حضرت جابرؓ نے مطلقاً امام کے پیچھے قراءۃ سے منع کیا ہے۔

2) ۲۸۱۹ عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبداللہ **اتقرأ خلف الامام فی الظھر والعصر شیأً فقال لا عبدالرزاق** ص ۱۴۱ ج ۲) عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سوال کیا کہ آپ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں کچھ پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں۔

اس اثر کی سند بھی صحیح ہے۔ اس میں ظہر وعصر کی نماز کی صراحت ہے کہ وہ امام کے پیچھے ان سری نمازوں میں کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

3) مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ **یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام** (موطا مالک ص ٦٦)۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک رکعت بغیر فاتحہ کے پڑھی پس اس کی نماز نہیں ہوئی مگر امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ امام ترمذیؒ بھی اس اثر کو امام مالکؒ کے طریق سے روایت کر کے فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی مع التحفہ ص ۲٦١ ج ۱) کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ یہ اثر سنداً صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ص ١٣ ج ۲) علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں کہ

و روی ھو (۲/ ١٦٠) وغیرہ بسند صحیح ایضاً عن جابرؓ قال من صلی رکعة لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص ۳۲۰ ج ۲)

اور روایت کیا امام بیہقیؒ نے سنن ص ١٦٠ ج ۲ میں اور دوسرے محدثینؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابرؓ سے کہ جس نے کوئی رکعت بغیر فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی مگر امام کے پیچھے۔

مؤلف خیر الکلام ص ۵١٩ میں لکھتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔ (بحوالہ احسن الکلام ص ۳۰۲ ج الطبع دوم) ان صریح و صحیح روایات کی موجودگی میں تاویل کر کے جان چھڑوانا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

نمبر ۲۸١۲ **عبدالرزاق عن ھشام بن حسان عن انس بن سیرین قال سألت ابن عمرؓ اقرأ مع الامام قال انک لضخم البطن یکفیک قراءة الامام** (عبدالرزاق ص ١٤٠ ج ۲) انسؒ بن سیرین فرماتے ہیں میں نے

حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں امام کے ساتھ قراءۃ کروں تو انہوں نے فرمایا البتہ تو تو موٹے پیٹ والا ہے تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔ اس صحیح اثر سے ثابت ہوا کہ حضرا بن عمرؓ امام کے ساتھ قراءۃ کرنے پر ناراض بھی ہوئے اور موطا محمد ص ۹۸ میں یہ روایت یوں ہے **قال محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمرؓ انه سئل عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام** ۔ کہ حضرت ابن عمرؓ سے قراءۃ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے امام کی قرأۃ کافی ہے اور مسند احمد ص ۴۹ ج ۲ میں ہے عن انس بن سیرین قال قلت لعبد اللہ بن عمرؓ اقرأ خلف الامام قال تجزئک قراءۃ الامام۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قراءۃ کروں تو انہوں نے فرمایا تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔ مسند ابن الجعد ص ۱۷۸ میں اس اثر کی سند والفاظ اس طرح ہیں۔ نمبر ۱۵۰ حدثنا علی انا شعبۃ عن انس بن سیرین قال سألت ابن عمرؓ عن القراءۃ خلف الامام فقال تکفیک قراءۃ الامام۔

2) **مالک عن نافع ان عبدالله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام و اذا صلى وحده فليقرأ اقال و كان عبدالله بن عمرؓ لا يقرأ خلف الامام** (موطا مالک ص ۶۸) نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے جب بھی سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قراءۃ کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ جب بھی تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءۃ کافی ہے اور جب بھی اکیلا ہو کر نماز پڑھے تو قراءۃ ضرور کرے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے تھے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں حضرت ابن

عمرؓ کا اثر جسے امام مالکؒ نے بیان کیا ہے بظاہر اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ جہری اور سری نمازوں میں نہیں پڑھتے تھے لیکن امام مالکؒ نے اسے ترجمۃ الباب میں جہری نماز پر ہی محمول کیا ہے اور اس کی صحت پر وہ اثر دال ہے جسے عبدالرزاقؒ نے بیان کیا ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ امام کے ساتھ سری نماز میں قراءۃ کرتے تھے۔

امام مالکؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کی اس وضاحت کے بعد حضرت ابن عمرؓ کے اثر کو جہری وسری دونوں نمازوں پر محمول کرنا محض سینہ زوری ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۲۵ ج ۱) محترم اثری صاحب ابن عبدالبرؒ نے تو تسلیم کیا ہے کہ مؤطا مالک والا اثر بظاہر اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ (ابن عمرؓ) جہری اور سری نمازوں میں نہیں پڑھتے تھے البتہ امام مالکؒ نے اپنی طرف سے تاویل کر کے ترجمۃ الباب سے اس کو مقید کیا ہے۔ جس کی تائید (ابن عبدالبر نے) عبدالرزاق کے حوالہ سے ابن عمرؓ کی روایت سے پیش کی ہے۔ لیکن اس روایت کی سند و متن کی حقیقت کیا ہے۔ بہرحال اس روایت پر بحث آجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ہم پہلے قارئین کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اصل روایات پیش کر رہے ہیں تاکہ ان کی موجودگی میں دیکھا جائے کہ کسی تاویل کرنے کی گنجائش بھی ہے یا نہ۔

3) **عن نافع و انس بن سیرین انهما حدثاه عن ابن عمرؓ انه قال فی القراءة خلف الامام یکفیک قراءة الامام** (کتاب القراءۃ ص ۱۵۷ نمبر ۳۷۳ و سنن دار قطنی ص ۴۰۲ ج ۱) حضرت نافعؒ و انسؒ بن سیرین دونوں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔

4) نمبر ۲۸۱۴ عبدالرزاق قال اخبرنا داؤد بن قیس عن زید بن اسلم عن ابن عمر کان ینھی عن القراءۃ خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲) زید بنؒ اسلم حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے (بہت خوب) یہ صحیح اثر اس بات پر دلالت کرتا

ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تمام نمازوں میں قراءۃ خلف الامام سے روکتے تھے۔

5) عن القاسم بن محمد قال کان ابن عمرؓ لا یقرأ خلف الامام جھرا ولم یجھر وکان رجال ائمۃ یقرأون وراء الامام (کتاب القراءۃ ص ۱۸۴ نمبر ۴۲۱) قاسمؒ بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے تھے خواہ امام جہری نماز پڑھتا تھا یا سری اور دوسرے رجال جو ائمہ تھے وہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں حضرت ابن عمرؓ سے ایک اور اثر موطا امام محمد ص ۹۶ میں بواسطہ اسامہؒ بن زید عن سالم ان الفاظ سے مروی ہے کان ابن عمر لا یقراء خلف الامام۔ کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ امام بیہقیؒ نے اسامہ عن قاسم کی سند سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

کان یقرأ خلف الامام جھرا ولم یجھر و کان رجال ائمۃ یقراء ون و راء امام (کتاب القراءۃ ص ۱۳۶ و السنن الکبری ص ۱۶۱ ج ۲) توضیح ص ۷۰۵ ج ۲ تا ص ۷۰۶

کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کیا کرتے تھے۔ امام جہر سے پڑھتا یا آہستہ اور بڑے بڑے امام کے پیچھے قراءۃ کیا کرتے تھے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب کان یقرأ نقل کیا ہے جو غلط ہے صحیح کان لا یقرأ البتہ اثری صاحبؒ نے ترجمہ اردو صحیح کیا ہے۔

نوٹ: اس روایت کی سند میں اسامہ بن زید متکلم فیہ ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں صدوق یھم (تقریب) سچا ہے بھول جاتا ہے مگر اس روایت میں وہ بھولا نہیں کیونکہ اس کی روایت ان سب روایات کے موافق ہے جو ابن عمرؓ سے اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔ البتہ جو انہوں نے کان رجال ائمۃ سے قراءۃ خلف الامام نقل کیا ہے۔ وہ رجال مجہول ہیں پتہ نہیں وہ کون ہیں اور مجہول کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

6) نمبر ۲۸۱۵ اخبرنا عبدالرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمرؓ

کان لایقرآن خلف الامام کہ حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے تھے۔ اس کی سند میں ابن ذکوان کون ہے علامہ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ فرماتے ہیں

لذکوان ثلثة ابناء سهيل و صالح و عباد و كلهم ثقات قاله ابن معين (حاشیہ عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲) کہ ذکوان کے تین بیٹے ہیں۔ سہیل۔ صالح۔ عباد ابن معینؒ نے فرمایا کہ تینوں ثقہ تھے۔

8) امام طحاویؒ فرماتے ہیں **حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمرؓ قال يكفيك قراءة الامام** (طحاوی ص ۱۶۰ ج ۱) کہ عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے تمام شاگردوں کی یہی تعلیم دی کہ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرو کیونکہ امام کی قراءۃ تم کو کافی ہے ہاں اکیلا آدمی ہو تو پھر ضرور قراءۃ کرے جیسا کہ مؤطا مالک میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

9) **وحدثنا ابراهيم بن منقذ قال ثنا المقرى عن حيوة وابن لهيعة قالا اخبرنا بكر بن عمرو ان عبيد الله بن مقسم اخبره ان ابن عمرؓ قال له اذا صليت وحدك فاقرأ فى الركعتين الاوليين من الظهر و العصر بام القرآن و سورة سورة و فى الركعتين الاخريين بام القرآن قال فلقيت زين بن ثابت و جابر بن عبدالله فقالا مثل ما قال ابن عمرؓ (طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱)**

عبیداللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں کہ انکو عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب تو اکیلا نماز پڑھے تو ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ام القرآن اور ایک ایک سورۃ پڑھ اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھ تو عبیداللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت جابرؓ کو ملا تو انہوں نے

بھی اسی طرح فرمایا جس طرح عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تھا۔

حضرت جابرؓ کی بھی اس کے علاوہ کچھ روایات ملاحظہ کرلیں۔

1) **حدثنا فهد قال ثنا عبدالله بن صالح قال حدثنی اللیث قال حدثنی اسامة بن زید عن عبید الله بن مقسم عن جابر بن عبدالله انه سأله کیف تصنعون فی صلوتکم التی لا تجهرون فیها بالقراءة اذا کنتم فی بیوتکم فقال** نقرأ **فی الاولیین من الظهر و العصر فی کل رکعة بفاتحة الکتاب و سورة** انقرأ **فی الاخریین بام القرآن و ندعو** (طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱) عبیداللہؒ بن مقسم فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا ان نمازوں کے بارے میں جو سری ہیں کہ جب تم گھروں میں ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورة فاتحہ اور کوئی سورة پڑھتے ہیں۔ اور دو آخری میں سورة فاتحہ پڑھتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں۔

اس اثر کی سند کچھ کمزور ہے مگر اگلی سند جو ذکر ہو رہی ہے مضبوط ہے ملاحظہ ہو۔

2) **حدثنا یونس ثنا ابن وهب قال اخبرنی مخرمة عن ابیه عن عبید الله بن مقسم قال سمعت جابر بن عبداللّٰه یقول اذا صلیت وحدک شیًا من الصلوات فاقرأ فی الرکعتین الاولیین بسورة مع ام القرآن و فی الاخریین بام القرآن** (طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱)۔ عبیداللہؒ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب تو نمازوں میں سے کوئی نماز اکیلا پڑھے تو پہلی دو رکعتوں میں سورة فاتحہ کے ساتھ اور کوئی سورة بھی پڑھ اور آخری دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھ۔

ان صریح روایات کی موجودگی میں کسی خطاء کار راوی کی روایت یا کسی مدلس کی

روایت ان کے مقابلہ کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ پہلے ہم حضرت جابرؓ کی مخالف روایت کا جائزہ لیتے ہیں۔محمد بن یحیٰ ثنا سعید بن عامر، ثنا شعبۃ عن مسعر عن یزید الفقیر عن جابر بن عبداللہ **قال کنا نقرأ فی الظھر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب** (ابن ماجہ ص ۶۱ وکتاب القراءۃ ص ۶۷) مولانا اثری صاحب اس اثر کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ہم ظہر وعصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک مزید سورۃ پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔(توضیح الکلام ص ۵۰۱ ج ۱)

الجواب: خلف الامام کے لفظ اس روایت میں غلط فہمی پر مبنی ہیں کیونکہ حضرت جابرؓ و ابن عمرؓ و زید بن ثابتؓ کی روایت میں ہے **لا تقرأوا خلف الامام فی شیء من الصلوۃ** کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءۃ نہ کرو (نصب الرایہ ص ۱۲ ج ۲، طحاوی ص ۱۲۹ ج ۱) توضیح الکلام ص ۱۰۷ ج ۲) اس اثر کی سند صحیح ہے۔جیسا کہ اس کا بیان ہو چکا ہے۔اس اثر کی دوسری سند یوں ہے۔**حدثنا یونس ثنا ابن وھب قال اخبرنی مخرمۃ عن ابیہ عن عبیداللہ بن مقسم قال سمعت جابر بن عبداللہ ثم ذکر الحدیث مثل ذالک** (طحاوی ص ۱۲۰ ج ۱)

2) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں لا یقرأ خلف الامام (ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱) کہ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کی جائے۔اس اثر کی سند بھی صحیح ہے۔ **حدثنا وکیع عن الضحاک بن عثمن عن عبیداللہ بن مقسم عن جابرؓ. وکیع بن الجراح الکوفی ثقۃ حافظ عابد** (تقریب لابن حجرؒ) **الضحاک بن عثمن الحزامی ابو عثمن المدنی صدوق یھم من السابعۃ** (تقریب) وہ سچا ہے بھولتا ہے۔لیکن یہاں ان سے بھول نہیں ہوئی کیونکہ ان کی تائید میں صحیح

حدیثیں موجود ہیں۔

3) عبدالرزاق عن داوٗد بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبداللہ اتقرأ خلف الامام فی الظہر والعصر شیأ فقال لا (عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۲) کہ عبید اللہؒ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا حضرت جابرؓ سے کیا آپ ظہر وعصر کی نماز میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ **داء ود بن قیس الفراء الدباغ ابو سلیمن القرشی سولاهم المدنی ثقة فاضل (تقریب) اور عبیدالله بن مقسم المدنی ثقة مشهور** (تقریب) تو یہ سند بھی صحیح ہے۔ اب حضرت جابرؓ صاف فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے کچھ قراءۃ بھی نہیں کرتا تو ان روایات کے ساتھ تعارض ہونے کی وجہ سے ابن ماجہ والی روایت غلط ہے۔ اس کے علاوہ حضرت جابرؓ سے عبیداللہ بن مقسم جو بہت پختہ راوی ہے وہ اکیلے آدمی کے بارہ میں نماز میں قراءۃ کرنے کا طریقہ ذکر کرتا ہے جیسا کہ کئی سندوں سے روایت ہو چکا ہے۔ یزید الفقیر کے شاگرد امام اعمشؒ بھی خلف الامام کے لفظ روایت نہیں کرتے چنانچہ کتاب القراءۃ ص ۸۱، نمبر ۱۹۲ میں ہے۔ **عن الاعمش عن یزید وهو الفقیر عن جابرؓ بن عبدالله قال اقرأ فی الاولیین بالحمد و السورة و فی الاخرین بالحمد** ۔ پھر یزید الفقیر کے شاگرد مسعر بن کدام ہیں ان سے ابونعیم بھی خلف الامام کا لفظ نقل نہیں کرتے۔ چنانچہ جزء القراءۃ بخاری ص ۶۷، ص ۱۸۳ میں ہے **حدثنا ابو نعیم قال حدثنا مسعر عن یزید الفقیر قال سمعت جابر بن عبدالله یقول اقراء فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الکتاب و سورة و فی الاخریین بفاتحة الکتاب و کنا نتحدث انه لا تجزی صلوة الا بفاتحة الکتاب۔**

2) مسعر کے شاگرد امام وکیعؒ بھی خلف الامام کا ذکر نہیں کرتے چنانچہ ابن ابی شیبہ نمبر

۴۸ ۳۷ ص ۳۲۶ ج ا میں ہے حدثنا وکیع عن مسعر عن یزید الفقیر عن جابرؓ قال یقرأ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب کنا نتحدث انہ لا صلوۃ الابقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد۔

3) امام یحی بن سعید القطانؒ بھی اپنے شیخ مسعرؒ سے خلف الامام کے بغیر روایت کرتے ہیں یحی بن سعید قال حدثنا مسعر بن کدام قال حدثنی یزید الفقیر عن جابر بن عبداللہ سمعتہ یقرأ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب قال وکنا نتحدث انہ لا صلوۃ الابقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما فوق ذالک او فما اکثر من ذالک (طحاوی ص ۱۵۴ ج ا و کتاب القراءۃ ص ۱۸ تا ص ۱۹ نمبر ۳۶)۔

4) معاویہؒ بن ہشام یوں روایت کرتے ہیں۔ محمد بن العلاء من کتابہ ثنا معاویۃ بن ھشام عن مسعر عن یزید الفقیر عن جابر قال کنا نری انہ لا تجزی صلوۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فما فوقھا (کتاب القراءۃ ص ۱۹ نمبر ۳۶۔

5) بکیرؒ بن بکار بھی اپنے شیخ مسعرؒ سے خلف الامام کا لفظ نقل نہیں کرتے۔ ابو قلابۃ الرقاشی نا بکیر بن بکارنا مسعر عن یزید الفقیر عن جابر بن عبداللہ قال کان یقرأ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ و یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب قال وکنا نتحدث انہ لا یجوز صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب و شیء معھا (کتاب القراءۃ ص ۱۳۹ نمبر ۳۳۰) اور پہلے عبیداللہؒ بن مقسم کی روایت میں وضاحت آ گئی ہے۔ کہ یہ طریقہ تعلیم حضرت جابرؓ نے اذا صلیت وحدک (کہ جب تو اکیلا ہو) کے بارے دی تھی۔ **فلھذا** ۔سعید بن عامر ثنا شعبۃ عن مسعر الخ کی روایت میں خلف الامام کے لفظ یقیناً غلط ہیں کیونکہ مسعرؒ کے پانچ شاگرد اس کو نقل نہیں کرتے تو یہ کتابت کی غلطی نظر آتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علامہ

ابن عبدالبر مالکیؒ لکھتے ہیں۔

ولا اعلم صاحباً صح عنه بلا اختلاف انه قال مثل ما قال الکوفیون الاجابر بن عبدالله وحده والله اعلم (تمهید ص ۵۱ ج ۱۱)

کہ میں کسی صحابیؓ کے بارے میں نہیں جانتا کہ اس سے صحیح سند کیساتھ بغیر اختلاف کے اس طرح منقول ہو جیسا کہ اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ سوا حضرت جابرؓ بن عبداللہ اکیلے کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابن ماجہ وغیرہ میں خلف الامام کے الفاظ اس زمانہ میں موجود ہی نہیں تھے۔ بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ورنہ ابن عبدالبرؒ بلا اختلاف کے الفاظ استعمال نہ کرتا۔ اگر بالفرض موجود تھے تو ان کے نزدیک پھر صحیح نہیں اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ بہر حال خلف الامام کے الفاظ اگر کتابت کی غلطی نہ قرار دی جائے تو صحیح روایات کے معارض ہونے کی وجہ سے کالعدم ہیں پھر امام شعبہ کا شاگرد سعید بن عامر ہے گرچہ وہ ثقہ ہے مگر اس سے حدیث کے بیان کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ غلطی سعید کی نظر آتی ہے۔ چنانچہ تہذیب التھذیب ص ۵۰ ج ۴ میں ہے کہ

وقال ابو حاتم کان رجلا صالحاً و کان فی حدیثه بعض الغلط وهو صدوق.

اور امام ابو حاتمؒ نے فرمایا کہ سعید اچھا آدمی تھا اور اس کی حدیث میں کچھ غلطی ہوتی تھی اور وہ سچا تھا۔ (جھوٹ نہیں بولتا تھا)

امام ترمذیؒ باب ماجاء مایستحب علیہ الافطار کی ایک حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں قال ابو عیسی حدیث انسؓ **لا نعلم احداً رواه عن شعبة مثل هذا غیر سعید بن عامر وهو حدیث غیر محفوظ و لا نعلم له اصلاً من حدیث عبدالعزیز بن صهیب عن انس ترمذی ص ۱۴۹ ج ۱)** ترجمہ: امام ابو عیسیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث انس کی ہم کوئی اصل نہیں جانتے جو شعبہ سے روایت کی ہے مثل اس کے سوا سعید بن عامر کے اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابوحاتمؒ کے علاوہ تمام محدثین نے اسے ثقہ اور حافظ الحدیث کہا ہے بلکہ وہ خود بھی اسے صدوق کہتے ہیں البتہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث میں بعض غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ لیکن بسااوقات وھم وخطا کے ہونے سے راوی کا ضعف ثابت نہیں ہوتا (توضیح الکلام ص ۵۰۲ ج ۱) پھر مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ لہذا سعیدؒ بن عامر ثقہ اور صدوق ہے تو معمولی وہم اس کے ضعف کا باعث نہیں تاوقتیکہ دلائل قویہ سے وہم ثابت ہوتو ایسی صورۃ میں اس کی صرف اسی روایت سے اعتناء نہیں ہوگا۔ جس میں وہم ہوا ہے لیکن زیر بحث روایت میں قطعاً سعید سے وھم نہیں ہوا۔ (توضیح الکلام ص ۵۰۲ ج ۱ تا ص ۵۰۳) (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہمارے ان دلائل قویہ کی موجودگی میں اثری صاحب اپنے فیصلہ پرنظر ثانی کریں گے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی لکھا ہے ثقہ صالح وقال ابوحاتم ربما وہم (تقریب توضیح ص ۵۰۲ ج ۱)

حضرت جابرؓ کی ایک اور روایت ملاحظہ ہو۔

عن سفیا ن بن حسین عن الزھری عن عبیداللہ بن ابی رافع عن علیؓ و عن مولیٰ لھم عن جابر بن عبداللہ قالا یقرأ الامام و من خلفه فی الاولیین بفاتحه الکتاب و سورۃ و فی الاخر یین بفاتحة الکتاب. (کتاب القراءۃ ص ۶۷ و جزء القراءۃ ص ۴ امعلقاً)

کہ حضرت علیؓ و حضرت جابرؓ دونوں فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھے)۔ الجواب: یہ روایت بالکل ردی وضعیف ہے۔

1) اس کی سند میں سفیان بن حسین واقع ہے محدثین کرام فرماتے ہیں کہ یہ زہری کی روایت میں ثقہ نہیں۔ امام یحیٰ القطانؒ فرماتے ہیں کہ زہری کی روایت کے سوا ثقہ ہے۔ زہری

کی روایت میں قوی نہیں۔ امام یحیٰ بن معینؒ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ زہری کی روایت میں قوی نہیں۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں لا باس بہ الا فی الزہری اس کی روایت میں حرج نہیں مگر زہری کی روایت میں حرج ہے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں۔ ھو فی غیر الزھری صالح کہ زہری کی روایت کے سوا اچھا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے ثقات میں فرمایا کہ زہری سے بہت خلط ملط ہے۔ اس کی روایت سے بچنا واجب ہے، اور ابن حبانؒ نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ یہ راوی زہری سے الٹ پلٹ روایات کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ زہری کا صحیفہ اس پر خلط ملط ہو گیا تھا۔) تہذیب التہذیب ص ۱۰۸ ج ۴) علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں ویروی عن الزھری مضطرب فیہ (میزان الاعتدال ص ۱۶۵ ج ۲) کہ یہ راوی زہری سے روایت کرنے میں مضطرب الحدیث ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ثقۃ فی غیر الزھری باتفاقھم من السابعۃ (تقریب) ثقہ ہے مگر زہری کی روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔ مولانا مبارکپوریؒ غیر مقلد بھی یہی الفاظ ثقۃ فی غیر الزہری باتفاقھم نقل کرتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۳ ج ۲، ص ۲۶ ج ۳) مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔ بلاشبہ سفیانؒ زہریؒ سے روایت کرنے میں متکلم فیہ ہیں۔ (توضیح ص ۲۹ ج ۱)۔

2) زہری کی روایت عن کے ساتھ ذکر کی گئی ہے جبکہ زہری مدلس ہے اور مدلس کا عنعنہ سے روایت کرنا قابل قبول نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ امام زہریؒ کو حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین کے تیسرے طبقہ سے ذکر کیا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۳۸۸ ج ۱) مولانا زبیر علیزئی غیر مقلد کہتے ہیں۔ لہذا امام زہری نے جن روایات میں سماع کی تصریح کی ہے ان کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہے۔ (ماہنامہ محدث لاہور جولائی 1995 ص ۲۴) نیز لکھتے ہیں لہذا زہری کی مصرح بالسماع روایت صحیح ہوتی ہے۔ (ماہنامہ محدث لاہور ایضاً ص ۲۵)۔ زہریؒ کی تدلیس کی بحث بخھبائے گفتنی میں گزر چکی ہے۔ فلھذا یہ روایت عنعنہ کی وجہ سے مردود ہے۔

3) پھر زہریؒ کا استاذ امولی جابر مجہول ہے۔ احسن الکلام ص ۳۴۱ ج ۲ طبع دوم میں ہے۔ اس میں مولی جابر مجہول ہے۔ سفیان بن حسین کی حدیث زہری سے ضعیف ہے (لطیفہ) مولانا ارشاد الحق صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "حالانکہ حضرت الاستاذؒ نے صراحت کی ہے مولی جابر منفرد نہیں عبیداللہ بن ابی رافع اس کا متابع موجود ہے۔ مگر مؤلف احسن الکلام اس کے باوجود بڑی بے جگری سے اس اعتراض کو دہرا رہے ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۵۰۶ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو لکھتے وقت رو رہے تھے اور اس رونے کو ہی وہ جواب سمجھ رہے ہیں۔ مولی جابر، حضرت جابرؓ سے روایت کرتا ہے اور عبیداللہ حضرت جابرؓ سے روایت نہیں کرتا بلکہ حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہے تو عبیداللہ، مولی جابر کا متابع کیسے ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے استاذ و شاگرد کا عقل رخصت ہوگیا تھا اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ حضرت جابرؓ کے صحیح آثار کو چھوڑ کر ایک مجہول اثر پر جو سند کے لحاظ سے سخت ضعیف بھی ہے۔ ایمان لانا معمولی جرم نہیں (فسامحهما اللہ تعالی) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی مخالف اثر کا حال ملاحظہ ہو)۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر کا اثر حضرت سالمؒ فرماتے ہیں۔

ان ابن عمر کان ینصت للامام فیما جھر فیه ولا یقرأ معه (کتاب القراءۃ ص ۱۰۰)(توضیح الکلام ص ۵۲۳ ج ۱)

کہ حضرت ابن عمرؓ جہری نمازوں میں خاموش رہتے تھے اور امام کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔

الجواب: محترم اثری صاحب نے اس اثر کے نقل کرنے میں سخت خیانت اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ کتاب القراءۃ ص ۱۰۰ طبع دھلی میں عبارت یوں ہے۔ وحدثنی ابن شھاب عن سالم او ابن عمر کان ینصت للامام فیما یجھر فیه من الصلوۃ ولا یقرأ معه۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابن شھاب (زہریؒ) کو شک ہے کہ یہ روایت سالمؒ سے ہے یا ابن عمرؓ سے ہے۔ پھر اوپر ن کا

نشان ہے جو نسخہ کی طرف اشارہ کرتا ہے تو حاشیہ پر یوں لکھا ہوا ہے۔ ان ان تو یہ نسخہ حاشیہ پر اثری صاحب خیانت اور تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے متن سے لفظ او کو اڑا کر حاشیہ والا ان۔ او کی جگہ متن میں داخل کر دیا ہے اور بڑے دھڑلے سے فرمایا کہ یہ اثر سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۲۴ ج ۱) حالانکہ اثری صاحب کو پوری سند تحریر کر کے راویوں کی توثیق نقل کرنا ضروری تھی۔ احمد بن محمد بن احمد الحرشی کون ہے اس کو کس نے ثقہ کہا ہے یہ بیان کرنا ضروری تھا۔ مگر جھوٹا دعویٰ کرنا کہ اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے کون مانتا ہے۔ مولانا خالد گھرجاکھی غیر مقلد کا نسخہ جو انہوں نے اشرف پریس لاہور سے شائع کرایا ہے اس میں عبارت یوں ہے و حدثنی ابن شھاب عن سالم او بن عمر (کتاب القراءۃ ص ۱۲۳، ۳۰۴) یہ دونوں نسخے غیر مقلدین کے اپنے طبع کردہ ہیں۔ دھلی والا نسخہ باہتمام مولانا المولوی محمد تلطف الرحمٰن غیر مقلد طبع ہوا ہے اور اس نسخہ کی تصحیح غیر مقلدین حضرات کے بزرگ مولانا عبداللہ غازی پوری اور ابو الطیب شاید مولانا شمس الحق عظیم آبادی مراد ہیں کیونکہ یہ کنیت ان کی مشہور ہے) اور مولانا زین العابدین آری نے کی ہے۔ دیکھئے حاشیہ کتاب القراءۃ ص ۶، ص ۱۳، ص ۱۷، ص ۲۸، ص ۲۹ و ص ۷۱، ص ۱۱۳، ص ۱۴۳، ص ۱۴۴۔

اس نسخہ کے طبع ہونے کے بعد مولانا مبارکپوریؒ غیر مقلد نے تحقیق الکلام لکھی تھی اور اسی نسخہ کے حوالے تحقیق الکلام میں ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ ایک مقام پر مولانا مبارکپوری صاحب بڑے فخر سے لکھتے ہیں "قراۃ خلف الامام کے بارہ میں امام بیہقی نے ایک مستقل کتاب موسوم بہ کتاب القراۃ خلف الامام تصنیف کی ہے جو میرے سامنے ہے۔ جس کو میں اول سے آخر تک حرفاً حرفاً دیکھ چکا ہوں۔) تحقیق الکلام ص ۲۹ ج ۲) چونکہ تحریف وخیانت کرنا غیر مقلدین حضرات کا آبائی پیشہ ہے۔ اس لئے مولانا مبارکپوری نے تحقیق الکلام ص ۱۶۵، ج ۲ میں زیر بحث سند کو یوں نقل کیا ہے۔ وحدثنی ابن شھاب عن سالم عن ابن عمر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے نیاز ہیں۔ان کو قیامت کیدن کے حساب کی کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ **(لاحول ولا قوۃ الابا اللہ)** اور امام بخاریؒ کے رسالہ (جوان کی طرف منسوب ہے) **جزأ القراۃ ص ۱۵ میں ھے وقال الزھری عن سالم بن عبداللہ بن عمر ینصت للا مام فیما جھر۔**
یعنی سالمؒ امام کے پیچھے جہری نماز میں خاموشی اختیار کرتے تھے۔تو بات سالمؒ کی ہے (وہ بھی اگر صحیح سند سے ان تک پہنچ جائے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ذکر کرنا صحیح نہیں۔ ہمارے شیخ مکرم حضرت صفدر صاحب دام مجدھم کے پاس بھی کتاب القراءۃ طبع دہلی والا نسخہ تھا۔مگر اپنے مبارکپوری پر کوئی گرفت نہیں فرمائی مبارکپوری نے عن ابن عمر نقل کیا تھا۔حضرت شیخ مکرم دام مجدھم نے کتاب القراءۃ ص ۱۰۰ و تحقیق الکلام ص ۱۶۱ ج ۲ کے حوالہ سے ان ابن عمر بنا دیا ہے (احسن الکلام ص ۱۴۰ ج ۲) مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ تو عجیب خبط میں پڑے کہ ابن عمرؓ کی روایت مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲ میں ذکر کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ذکرہ البخاری تعلیقاً فی جزء القراۃ واخرجہ (ھق) فی کتاب القراءۃ من طریق عبدالرزاق ولفظہ ، ان ابن عمر کان ینصت للامام الخ ص ۱۰۰) حاشیہ عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲) کہ ابن عمرؓ کی روایت کو امام بخاریؒ نے تعلیقاً روایت کیا ہے اور بیہقی نے کتاب القراءۃ ۱۰۰ میں جس کے لفظ ہیں۔ان ابن عمر کان ینصت للامام۔پہلی بات تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ کی روایت کو معلقاً ذکر نہیں کیا۔یہ علامہ اعظمیؒ کا وہم ہے بلکہ جزء القراءۃ ص ۱۵ میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی روایت ہے۔پھر کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۰۰ والا وہی نسخہ ہے جس کی ہم نے بحث کی ہے اور اس کے لفظ عن سالم اور ابن عمر میں معلوم ہوتا ہے کہ اس وھم کی بنیاد پر عبدالرزاق میں بھی انہوں نے ان ابن عمر جوڑ دیا ہے۔جواب نمبر ۲ اس اثر کی سند میں زہری عن سے روایت کرتا ہے اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ہوتا۔مولانا مبارکپوریؒ غیر مقلد اور مولانا زبیر علیزئی غیر مقلد کے ہاں بھی

زہریؒ کی عن والی روایت مردود ہے۔ اگر اثری صاحب ضد اور سینہ زوری کی بناء پر زہریؒ کو مدلس نہ مانیں تو ضد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ جواب نمبر 3 پھر اس اثر میں جہری نماز میں امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنے کا ذکر ہے۔ سری نماز میں امام کے پیچھے قراءۃ کرنے یا نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں اس لئے مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ ابن عمر کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ آپ نماز سری میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے اور اس کا فتویٰ بھی دیتے تھے اور بعض روایات ضعیفہ میں اس کی تصریح بھی آ گئی ہے کہ آپ نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے۔ (تحقیق الکلام ص ۱۶۵ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جہری نمازوں میں تو امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کرتے تھے البتہ سری میں پڑھتے تھے بلکہ بعض آثار میں اس کی صراحت بھی موجود ہے۔ (توضیح ص ۵۲۴ ج ۲) معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کے اس اثر میں سری نمازوں کے بارے میں کوئی وضاحت موجود نہیں۔ اور جن ضعیف روایات میں وضاحت ہے۔ وہ بھی ہم دیکھ لیتے ہیں اولاً تو ان ضعیف روایات کا صحیح روایات سے تقابل کرنا اور پھر صحیح کو چھوڑ کر ضعیف کو قبول کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ پہلے ہم ضعیف کا جائزہ لیتے ہیں۔

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ "دوسری سند ابو العالیہؒ البراء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مکہ میں دریافت کیا میں نماز میں قراءۃ کیا کروں۔

قال انی لا ستحی من رب هذاالبيت ان اصلی صلوۃ لا اقرأ فيها و لو بام القرآن۔

تو انہوں نے فرمایا مجھے اس گھر کے رب سے حیا آتی ہے۔ کہ میں قراءۃ نہ کروں اگرچہ ام القرآن ہی ہو۔

جزء القراءۃ ص ۷ کتاب القراءۃ ص ۶۵/۱۴۷، السنن الکبری ص ۱۶۱ ج ۲۔

کتاب القراءۃ میں فاتحہ الکتاب وما تیسر کے الفاظ ہیں کہ مجھے حیا آتی ہے کہ فاتحہ

الکتاب اور ما تیسر نہ پڑھوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر جب سری میں قراءۃ کے قائل تھے وما زاد کا اسی لئے ذکر فرما رہے ہیں اور ہم بھی سری میں ما زاد کے قائل ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۵۲۵ ج ا تا ۵۲۶)۔ الجواب: اثری صاحب نے اس کی سند کے بارے میں بالکل خاموشی اختیار کی ہے معلوم ہوا کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ اگر سند صحیح ہوتی تو اثری صاحب اپنا نمبر ضرور بناتے۔ چنانچہ جزء القراءۃ ص ۱۵ میں قال لنا ابونعیم ہے اور قال لنا یا قال لی سے امام بخاری جہاں ان کے نزدیک سند میں خرابی ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب راقم الحروف کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "انتہائی افسوس کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے محمد بن ابی قاسم کو کما حقہ نہ پہنچاننے کی بناء پر ہی تو روایت کو "قال لی" کے الفاظ سے بیان کر کے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے کہ اس کی سند میں کچھ خرابی ہے (الی ان قال) کہ یہ صیغہ (یعنی قال لی) امام بخاری موقوف اور مرفوع حدیثوں میں بھی استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کی سند میں السیار اوی ہو جو ان کے نزدیک قابل احتجاج نہیں ہوتا۔ الخ (امام بخاری ص ۱۰۹) اور کتاب القراءۃ کی سند بھی گڑبڑ ہے پہلے تو امام بیہقیؒ کے شیخ ابوبکر بن الحارث الفقیہ (ثقہ نہیں ہے۔ انکا ترجمہ اثری صاحب نے توضیح ص ۲۰۴ ج اطبع دوم میں علامہ ذھبیؒ سے یوں نقل کیا ہے الامام المقری الزاہد المحدث (سیر اعلام النبلاء ص ۵۳۸ ج ۱۷) اس میں توثیق کا کوئی کلمہ بھی مذکور نہیں اس کے علاوہ محمد بن عبداللہ بن رستہ کا ترجمہ بھی ذکر کرنا چاہیے۔ جواب نمبر ۲ اس کے متن میں بھی اضطراب ہے جزء القراءۃ میں ہے ان اصلی صلوٰۃ لا اقرأ فیھا ولو بام الکتاب اس میں سورۃ فاتحہ پر اکتفاء ہے اور مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں کہ کتاب القراءۃ میں فاتحۃ الکتاب وما تیسر یعنی صرف فاتحہ پر اکتفاء درست نہیں بلکہ اس کے علاوہ ما تیسر بھی ضروری ہے۔ جبکہ طحاوی ص ۱۵۱ ج ا باب القراءۃ فی الظہر والعصر میں ہے۔ ان اصلی صلوٰۃ لا اقرأ فیھا بام القرآن او ما تیسر یعنی سورۃ فاتحہ یا ما تیسر پڑھ لوں یعنی فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں پس اضطراب فی المتن کی وجہ سے بھی یہ اثر ضعیف ہے۔

جواب نمبر 3 اسمیں خلف الامام کا لفظ مذکور نہیں فلھذا قراءۃ فاتحہ خلف الامام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ اس میں خلف الامام کا ذکر نہیں انتہائی کمزور بات ہے۔ کیا خیر القرون میں حالت انفراد میں بھی کچھ حضرات قرأۃ میں متردد تھے قطعاً نہیں (توضیح ص ۵۲۶ ج ۱) جبکہ مولانا اثری صاحب خود لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ پہلے سری نمازوں میں مطلقاً قراءۃ کے قائل نہ تھے۔ (توضیح الکلام ص ۲۴۷ ج ۲) پھر مولانا موصوف امام طحاویؒ سے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔

فذهب القوم الىٰ هذه الآثار التى روينا ها فقلدوها و قالوا لا نرىٰ ان يقرأ احد فى الظهر والعصر البتة (شرح الآثار ص ۱۲۱ ج ۱)

یعنی ایک جماعت انہی آثار کی بناء پر اس بات کی قائل ہے کہ ظہر وعصر میں بالکل قراۃ نہیں ہونی چاہیئے۔ (توضیح الکلام ص ۲۵۷ ج ۲)

<u>نوٹ:</u> جناب اثری صاحب نے فقلدوھا کا معنیٰ چھوڑ دیا ہے۔ جس کا معنیٰ یہ ہے پس اس جماعت نے ان آثار کی تقلید کی۔ یہ معنیٰ اثری صاحب نے خیانت کرتے ہوئے اس لئے چھوڑ دیا کیونکہ غیر مقلدین کا جھوٹا دعویٰ ہے کہ خیر القرون میں تقلید نہ تھی۔ نیز مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں عقبہؓ بن نافع فرماتے ہیں میں نے ابن عمرؓ کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز پڑھی تو وہ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے میں نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن آپ نماز میں وہ کام کرتے ہیں جو ہم نہیں کرتے انہوں نے فرمایا وہ کیا میں نے کہا آپ آہستہ پڑھتے ہیں اور ہم آئمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ وہ قراءۃ نہیں کرتے الخ توضیح ص ۵۲۷ ج ۱) معلوم ہوا کہ حالت انفراد ہو یا امام ہو یا مقتدی ہوں ایک جماعت سری نمازوں میں قراءۃ کی قائل نہ تھی۔ فلھذا مولانا اثری کے اس جھوٹے استفسار" کیا خیر القرون میں حالت انفراد میں بھی کچھ حضرات قراءۃ میں متردد تھے۔

قطعاً نہیں" کی کیا پوزیشن باقی رہ جاتی ہے۔ جواب نمبر ۴ مجمل روایت وہ بھی ضعیف صحیح وصریح روایات کا مقابلہ قطعاً نہیں کرسکتی مثلاً:

1) حضرت ابن عمرؓ سے صحیح سند سے گزر چکا ہے۔ لاتقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قراءۃ نہ کرو اس اثر کی سند کے راوی (بکر بن) عمرو المعافری پر اثری صاحب نے اعتراض کیا تھا۔ جس کی توثیق جھوٹ نمبر ۴ کے تحت گزر چکی ہے۔

2) حضرت زیدؓ بن اسلم فرماتے ہیں کان ینھٰی عن القراءۃ خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲) کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ سے منع کرتے تھے یہ اثر بھی صحیح سند والا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ابن عمر امام کے پیچھے قراٗۃ نہیں پڑھتے تھے۔ امام جہر سے پڑھتا یا آہستہ (توضیح الکلام ص ۷۰۶ ج ۲) اس طرح مؤطا امام مالک کی روایت مؤطا امام محمد کی روایت جو گزر چکی ہیں صریح ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ مقتدی کو امام کی قراءۃ کافی ہے۔ البتہ اکیلا آدمی قراءۃ کرے اور خود ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے تھے۔ اتنی صریح روایات کو چھوڑ کر کسی ضعیف اور مجمل روایت سے اپنا کشید کردہ مطلب نکالنا تحقیق کی رُو سے سینہ زوری سے کم نہیں ہے۔

3) تیسری سند امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں ومعمر وابن جریج عن الزھری عن سالم عن ابیہ قال یکفیک قراٗۃ الامام فیما تجھر کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ جب امام بلند آواز سے پڑھے تو اس کی قراءۃ کافی ہے۔ (کتاب القراءۃ (ص ۱۰۰، ۱۲۸) مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲ مگر مصنف میں عن ابیہ " کا واسطہ گر گیا ہے۔ یہ اثر سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (توضیح ص ۵۲۶ ج ۱) الجواب یہ وہی پہلی سند ہے جو کتاب القراءۃ و مصنف عبدالرزاق میں موجود ہے اور اس کا جواب گزر چکا ہے۔ کہ زہری مدلس ہے روایت عن سے ہے (۲) سری نماز کا ذکر نہیں ہے اور جن روایات میں وضاحت سے آچکا ہے کہ ابن عمرؓ سری نماز میں بھی نہیں پڑھتے تھے۔ اور

دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ وہی قابل عمل ہیں۔ گنگی روایت فصیح وصریح روایت کا مقابلہ قطعاً نہیں کرسکتی۔ چوتھی سند یحیٰ البکاء کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا امام کے پیچھے قراءۃ ہوسکتی ہے تو انہوں نے فرمایا۔

ما کانوا یرون بأ سا ان یقرأ بفاتحة الکتاب فی نفسه (جزء القراءة ص ۷)

کہ لوگ اسمیں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ وہ آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

یحیٰ البکاء گوضعیف ہے مگر اس کی یہ روایت پہلی صحیح روایت کے موافق ہے مولانا صفدر کا یہ کہنا کہ صحیح اور ضعیف کی تطبیق کا کیا معنی (احسن ص ۱۴۲ ج ۲) محض تعصب پر مبنی ہے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ پہلی روایات صحیح ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سری میں قراءۃ خلف الامام کے قائل تھے۔ (توضیح ص ۵۲۶ ج ۱ تا ص ۵۲۷)۔ الجواب: یحی البکاء والی روایت صریح تھی مگر اثری صاحب نے خود کہہ دیا کہ یحی البکاء گوضعیف ہے۔ یہاں گومگو کی پالیسی نہیں چلتی اس اثر کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔

1) امام بخاریؒ کے رسالہ میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ **وقال عبدالرحمن بن عبدالله بن سعد الرازی اخبرنا ابو جعفر عن یحی البکاء سئل ابن عمر الخ جزء القراءة** ص ۱۵۔ وقال سے یہ اثر بیان ہوا ہے۔ امام بخاریؒ نے سماعت نہیں کی فلھذا یہ معلق ہے جو منقطع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس لئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وعلق له البخاری فی جزء القراءۃ خلف الامام (تھذیب ص ۲۰۷ ج ۲) کہ امام بخاریؒ نے اس کو جزء القراءۃ میں معلقاً روایت کیا ہے۔ ہمارے شیخ مکرم نے یہ اعتراض چھوڑ دیا ہے حالانکہ بنیادی اعتراض تھا۔

2) ابوجعفر الرازی بھی متکلم فیہ ہے جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

3) یحی البکاء بالاتفاق ضعیف ہے بلکہ بعض محدثین نے اس پر سخت جرح کی ہے کہ یہ

متروک الحدیث ہے۔ (تہذیب ص ۲۷۹ ج ۱۱) فلھذا یہ اثر تو کالعدم ہے نہ تو یہ کسی کا مؤید ہوسکتا ہے۔ اور نہ کوئی اور اثر اس کا مؤید ہوسکتا ہے۔ مولانا سرفراز خان کی نرم جرح کو اثری صاحب تعصب قرار دے رہے ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اور اس اثر سے پہلے بھی کوئی صحیح سند والا اثر اثری صاحب پیش نہیں کرسکے۔ جس میں یہ وضاحت ہو کہ امام کے پیچھے سری نماز میں قراءۃ جائز ہے۔ یا خود ابن عمرؓ سری میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے اور نہ قیامت تک وہ پیش کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

5) پانچویں سند عقبہؒ بن نافع فرماتے ہیں الخ توضیح (ص ۵۲۷ ج ۱) اس اثر کی کچھ عبارت ہم پہلے نقل کرچکے ہیں اس اثر کی سند میں اولاً تو عقبہ بن نافع ہے اس کا ترجمہ ذکر نہیں کیا گیا۔

6) اس کی سند میں حسن بن علی بن شعیب المعمری ہے جس کے متعلق اثری صاحب خود لکھتے ہیں۔ یہ روایت (اذا قرأ الامام فانصتوا) بھی صحیح نہیں بلکہ یہ حسن بن علی بن شعیب المعمری کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ اور صدوق اور حافظ تھے مگر متون حدیث میں غلطی یا سھو سے کچھ الفاظ بڑھا دیا کرتے تھے اور موقوف کو مرفوع بیان کردیا کرتے تھے۔ (توضیح ص ۳۵۹ ج ۲)۔ نوٹ: اثری صاحب نے اس راوی کا نام چھپانے کے لئے تحریف کرتے ہوئے یوں بدل دیا ہے "یہ اثر محدث حسن بن شعیب المعمری المتوفی ۲۹۵ھ (توضیح ص ۵۶۷ ج ۱) تاکہ قارئین کرام کو پتہ نہ چل سکے کہ یہ وہی راوی ہے جس پر اثری صاحب نے جرح کی ہے۔ حالانکہ صحیح نام یوں ہے۔ حسن بن علی بن شعیب المعمری۔ (۳) اس اثر کی باقی سند کا کوئی علم نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کی سند میں کوئی مدلس راوی بھی واقع ہو۔ (۴) حضرت ابن عمرؓ نے کہا جو ان کے ساتھ پڑھے تو انہیں خبردار کردو کہ نماز قراءۃ تشھد اور درود شریف کے بغیر نہیں ہوتی۔ الخ یہ قول بھی مجمل ہے۔ صحیح وصریح روایات کے مقابلہ میں اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔ الحمد للہ راقم

الحروف نے اثری صاحب کی پانچ سندوں سے پیش کردہ آثار کا جواب دے دیا ہے۔ اب اثری صاحب کا یہ صریح دعویٰ کرنا کہ حضرا ابن عمرؓ ظہر و عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے۔ خالص جھوٹ پر مبنی ہے۔ (دیکھئے توضیح ص ۷۰۹ ج ۲، ص ۷۱۰ ج ۲، ص ۷۱۱ ج

۲) حضرت زید بن ثابت: بھی حضرت ابن عمرؓ و حضرت جابرؓ کے ساتھ یہ فیصلہ دیا لاتقراوا خلف الامام فی شی ءمن الصلوات کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قراءۃ نہ کرو۔ اس کے علاوہ بھی آپ سے کئی آثار مروی ہیں۔ (۱) نمبر ۳۸۸۷ حدثنا وکیع عن الضحاک بن عثمٰن عن عبداللہ بن یزید عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال لایقرأ خلف الامام ان جھر ولا ان خافت (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۱ ج ۱) حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کی جائے۔ چاہے وہ جہری نماز پڑھ رہا ہو یا سری اس کے راوی ثقہ ہیں البتہ الضحاک بن عثمٰن صدوق یھم (تقریب) کہ سچا ہے بھولتا ہے۔ مگر یہاں بھول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دوسری صحیح وصریح روایات موجود ہیں۔ جو کہ اس کی مؤید ہیں۔

۲) امام مسلمؒ نے اپنے چار اساتذہ کے طریقہ سے یوں بیان کیا ہے۔ حدثنا اسمٰعیل وھوابن جعفر عن یزید بن خصیفۃ عن ابن قسیط عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ وانہ سأل زیداً بن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لاقراءۃ مع الامام فی شی وزعم انہ قرأ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والنجم اذا ھویٰ فلم یسجد (صحیح مسلم ص ۲۱۵ ج ۱ باب سجود التلاوۃ) عطاءؒ بن یسار نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے سوال کیا۔ امام کے ساتھ مقتدی کو قراءۃ کرنے کی اجازت ہے تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں قراءۃ کی اجازت نہیں ہے اور حضرت زیدؓ نے گمان کیا کہ اس نے سورۃ والنجم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھی۔ پس سجدہ نہ کیا۔ یہ روایت نسائی ص ۱۵۲ ج ۱ ترک السجود فی النجم) میں بھی اس طرح ہے اور صحیح ابو عوانہ ص ۲۰۷ ج ۲ تا ص ۲۰۸ میں بھی اس طرح ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کا اثر۔ حضرت عطا

عطاءؒ بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زیدؓ سے سوال کیا کیا امام کے ساتھ قراءۃ کی جا سکتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا لا قراءۃ مع الامام فی شیء کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں قراءۃ نہیں (مسلم ص ۲۱۵ ج الطحاوی ص ۱۲۴ ج ا وغیرہ) یہ اثر سنداً صحیح ہے۔ مگر حضرت زیدؓ کا یہ اثر ماعدا فاتحہ پر یا ترک جہر پر محمول ہے تاکہ احادیث صحیحہ مرفوعہ میں اور اس اثر میں موافقت ہو جائے گی جیسا کہ امام بیہقیؒ نے کتاب القراءۃ ص ۱۴۸ اور علامہ نوویؒ نے شرح مسلم ص ۲۱۵ ج ۱ میں کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۱۰۷ ج ۲) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ہاں بیہقیؒ نے صحیح

نعم اخرج البیهقي بسندٍ صحیح عن عطاء بن یسار انه سأل زید بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا اقرأ مع الامام فی شیء و قال اخرجه، مسلم وهو محمول علی الجهر بالقراءة مع الامام والله اعلم قلت هذا حمل بعید جدا و انما یحمل علی مثله التوفیق بین الاثر و المذهب و الا فکیف یؤول بمثل هذا التاویل الباطل الذی انما یقول البعض مثله، اذا کان هناک من یری مشروعیة جهر المؤتم بالقراءة وراء الامام فهل من قائل بذالک حتی یضطرّ زید رضی الله عنه الی ابطاله اللهم لا ولکنه التعصب للمذهب عفا نا الله منه وان مما یؤ کد بطلانه ان الامام الطحاوی رواه (۱۲۹/۱) من الطریق المذکور عن زید بلفظ لا تقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات و اما عزوه لمسلم ففیه نظرفانی لم اجده عنده والله اعلم (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص ۴۲۱ ج ۲)

سند سے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے سوال کیا کیا امام کے ساتھ قراءۃ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں امام کے ساتھ کسی نماز میں نہیں پڑھتا۔ بیہقی نے کہا کہ اثر کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ اور یہ محمول ہے اس پر کہ امام کے ساتھ جہر سے قراءۃ نہ کرنی چاہیے واللہ اعلم میں البانی کہتا ہوں کہ یہ حمل بہت بعید ہے اور ایسا حمل محض مذہب کے ساتھ موافقت کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ ورنہ اس باطل تاویل کی گنجائش نہیں ہے کیا اس زمانہ میں کوئی شخص تھا جو امام کے پیچھے جہری قراءۃ کا قائل ہو حتیٰ کہ حضرت زیدؓ اسکے مذہب کے باطل کرنے پر مجبور ہوئے ہوں یقیناً ایسی بات نہ تھی لیکن مذہبی تعصب نے اس تاویل پر ابھارا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب سے بچائے بیہقیؒ کی اس تاویل کے بطلان کو امام طحاویؒ کی وہ روایت پختہ کرتی ہے جسمیں حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے نمازوں میں کچھ بھی قراءۃ نہ کر۔ اس اثر کی نسبت مسلم کی طرف بھی کی جاتی ہے۔ مگر مجھے نہیں ملی واللہ اعلم مسلم باب سجود التلاوۃ میں یہ اثر موجود ہے۔

ہمارے شیخ مکرم دام مجدھم فرماتے ہیں کہ فریق ثانی کی یہ ستم ظریفی بھی قابل داد ہے۔ کہ ایک طرف تولا صلوٰۃ الخ کی روایتوں میں نکرہ پرلائے نفی جنس کو داخل سمجھ کر کے اتنی تعمیم مراد لی جاتی ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے اسلامی کتب خانوں کی کسی کتاب سے کوئی دلیل نہیں پیش کی جاسکتی اور دوسری طرف **لایقرأ مع الامام فی شیء اور لا یقرا خلف الامام فی شیء من الصلوات** کو ایسا مقید کیا جاتا ہے کہ باوجود کہ سورۃ فاتحہ ام القرآن اور قرآن عظیم ہے مگر اس کی قراءۃ پر نہ تو لا نفی جنس اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ لفظ شیء الخ (احسن ص ۳۰۵ ج ۱)

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ یہ تاویل اس لئے کی گئی ہے تا کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ میں اور اس اثر میں موافقت پیدا ہو جائے۔ یہ محض دل کا بہلاوا ہے ورنہ احادیث صحیحہ مرفوعہ کہاں ہیں۔ یہ خالص جھوٹ ہے۔

3) امام طحاویؒ فرماتے ہیں حدثنا یونس بن عبد الاعلیٰ **قال انا عبدالله بن وهب قال اخبر نی مخرمة بن بكير عن ابيه عن عطاء بن يسار عن زيد بن ثابت سمعه يقول لا يقرأ المؤتم خلف الامام فی شیء من الصوات** (طحاوی ۱۶۰ ج ۱) کہ حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی کچھ قراءۃ نہ کرے اس اثر کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مخرمہ بن بکیر نے اپنے والد سے سُنا ہے یا نہ۔ اگر اس اثر کی سند منقطع بھی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ متصل سندیں بھی موجود ہیں اور اس اثر کے متصل طحاوی میں دوسری سند یوں ہے۔

حدثنا فهد قال ثنا علی بن معبد قال ثنا اسمعيل بن ابی كثير عن يزيد بن قسيط عن عطاء بن يسار عن زيد مثله۔

اور حضرت زیدؓ ثابت سے اس اثر کے مخالف کوئی اثر بھی منقول نہیں۔ حضرت امام

بخاریؒ کا کمال حضرت امام بخاریؒ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کی روایت جو صحیح مسلم ص ۲۱۵ ج او نسائی ص ۱۵۲ ج او ابوعوانہ ص ۲۰۷ ج ۲ کے حوالہ سے گزری ہے۔ اس کو صحیح بخاری ۱۴۶ ج ا باب قرأ السجدة ولم یسجد میں لکھتے ہیں۔ **حدثنا سليمن بن داؤد ابوالربيع قال حدثنا اسماعيل بن جعفر قال اخبر نا يزيد بن خصيفة عن ابن قسيط عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت فزعم انه قرأ على النبى صلى الله عليه وسلم والنجم فلم يسجد فيها۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے هيں قوله (انه سأل زيد بن ثابت فزعم)**

حذف المسئول عنه وظاهر السياق يوهم ان المسئول عنه السجود فى النجم وليس كذالك وقدبينه مسلم عن على بن حجرو غيره عن اسماعيل بن جعفر بهذا الاسناد قال سالت زيد بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فى شيء وزعم انه قرأ النجم الحديث فحذف المصنف الموقوف لانه ليس من غرضه فى هذا المكان ولانه يخالف زيد بن ثابت في ترك القراءة خلف الامام وفاقا لمن اوجبها من كبار الصحابة تبعاً للحديث الصحيح الدال على ذالك كما تقدم فى صفة الصلوة (فتح البارى ص ۵۵۵ ج ۲)

کہ امام بخاریؒ کا یہ کہنا کہ عطاء بن یسار نے حضرت زیدؓ سے سوال کیا پس گمان کیا) اس عبارت میں امام بخاریؒ نے سوال کا جواب حذف کر دیا ہے۔ جس سے شک پڑتا ہے کہ سوال کا جواب سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت کے متعلق ہے حالانکہ ایسا نہیں اور بے شک امام مسلمؒ نے اسی سند کے ساتھ جو امام بخاری نے ذکر کی ہے واضح کیا ہے کہ عطاءؒ بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زیدؓ سے امام کے ساتھ قراءۃ کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں قراءۃ نہیں اور حضرت زیدؓ بن ثابت نے گمان کیا کہ انہوں نے سورۃ النجم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھی (الحدیث) تو مؤلف امام بخاریؒ نے اس موقوف اثر کو حذف کر دیا کیونکہ ان کی غرض اس مقام میں اس کا ذکر مقصود نہ تھا اور یہ اس لئے بھی کیا کہ امام بخاریؒ ترک قراءۃ خلف الامام میں حضرت زیدؓ بن ثابت کے مخالف ہیں ان بڑے صحابہ کی موافقت میں جو قراءۃ کو امام کے پیچھے واجب کہتے ہیں صحیح حدیث کی اتباع میں جیسا کہ کتاب صفۃ الصلوۃ میں گزر چکا ہے۔

ماشاء اللہ امام بخاریؒ اپنے مخالف عبارتوں کے حذف کرنے اور ردو بدل کرنے میں بہت ماہر ہیں (جزاہ اللہ خیرا) سائل کے بعد جو جواب تھا اس کو حذف کر کے عبارت یوں بنادی **انه سأل زید بن ثابت فزعم** ۔حالانکہ اصل میں تھا۔ وزعم۔ واؤ عطف کے ساتھ امام بخاریؒ نے اس کو فزعم فاء کے ساتھ بنادیا اور اس کا عطف سائل پر کردیا جو معنی اور مفہوم کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ محدث ابن خزیمہؒ نے اس عبارت کو یوں پیش کیا۔ سأل زید بن ثابت وزعم انه قرأ (الحدیث) صحیح ابن خزیمہ ص ۲۸۵ ج ۱) ماشاء اللہ انہوں نے بھی سوال کے جواب کو حذف کردیا اور داؤ عاطفہ وزعم میں برقرار رکھی۔ مزید تبصرہ کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ اس کو ہم قارئین کرام کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ کے اس فرمان کا (کہ امام بخاریؒ نے بڑے صحابہ کرامؓ کی موافقت کی ہے جو کہ صحیح حدیث کا اتباع ہے اس کا جواب ہم دینا چاہتے ہیں۔ بڑے صحابہ سے کیا مراد ہے؟ (اگر) خلفاء راشدین مراد ہیں۔ تو ان کے متعلق سن لیں۔

1) امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں۔

واخبرنی موسیٰ بن عقبة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابو بکرؓ و عمرؓ عثمنؓ کانو اینهون عن القراءة خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

کہ حضرت موسیٰؒ بن عقبہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ عثمنؓ سب قراءۃ خلف امام سے منع کرتے تھے۔ یہ روایت مرسل ہے مگر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہے اس لیے حجت ہے۔ جبکہ حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت عثمانؓ سے مخالف روایت مروی نہیں ہے

2) عبدالرزاق عن ابن عیینة عن ابی اسحٰق الشیبانی عن رجل قال عہد عمر بن الخطاب ان لاتقرأوا مع الامام (عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲) یعنی حضرت عمرؓ نے حکم فرمایا کہ امام کیساتھ قراۃ نہ کرو۔ اس سند کے راوی ثقہ ہیں۔ سوا رجل کے وہ مبھم ہے لیکن اور روایات اس کی تائید کرتے ہیں۔

3) اما ابو بکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں۔

حدثنا ابن علية عن ايوب عن نافع و انس ابن سيرين قال قال عمر بن الخطاب تكفيك قراءة الامام (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱) (نمبر ۳۷۸۲)

حضرت نافعؒ اور انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے۔

اس اثر کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ بھی مرسل ہے جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔

4) اما محمدؒ فرماتے ہیں اخبرنا داؤد بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجراً موطا محمد ص ۹۸) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہوں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرے۔ اور عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲ میں اسی سند سے ہے اس کے الفاظ یوں ہیں **قال عمر بن الخطاب و ددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه حجر** یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں منہ میں پتھر ہوں۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیقؓ اکبر و حضرت عمرؓ و حضرت عثمنؓ امام کے پیچھے قراءۃ کے سخت مخالف تھے۔ حضرت عمرؓ سے مخالف اثر۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں یزید بن شریکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ اقرأ خلف الامام قال نعم قلت وان قرأت یا امیر المومنین قال وان قرأت جزء القراءۃ ص ۷ التاریخ الکبیر ص ۳۴۰ ج ۴ قسم ۲ سنن دار قطنی ص ۳۱۷ ج السنن بیہقی ص ۱۶۷ ج ۲ کتاب القراءۃ ص ۵۹ سن دار قطنی۔ السنن الکبری اور المستدرک (۲۳۹ جلد ۱) میں ہے قلت وان جہرت قال وان جہرت یعنی کیا میں امام کے پیچھے پڑھوں۔ فرمایا ہاں کہا اے امیر المومنین خواہ آپ بلند آواز سے ہی پڑھ رہے ہوں، فرمایا گرچہ میں بلند آواز سے بھی پڑھ رہا ہوں۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں رواتہ کلھم ثقات (توضیح

الکلام ص ۲۶۴ ج ۱)۔ الجواب

۱) اس اثر کی سند امام بخاریؒ نے یوں بیان کی ہے وقال لنا محمد بن یوسف حدثنا سفیان الخ جزء القراءۃ ص ۱۵) اور قال لنا یا قال لی سے جو روایت امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں اس کی سند میں خرابی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کے مخالف اثر جو ابو العالیۃ البراء سے مروی ہے اس میں ہم نے بحث کی ہے وہاں ملاحظہ کریں۔ چنانچہ اس اثر کی سند میں ایک راوی جواب بن عبید اللہ التیمی واقع ہے محدث ابن نمیرؒ فرماتے ہیں۔

ضعیف فی الحدیث و قدرآہ الثوری فلم یحمل عنه وقال ابو خالد الاحمر کان یقص و یذھب مذھب الارجاء و قال ابو نعیم عن الثوریٰ مررت بجرجان و بھا جواب التیمی فلم اعرض له قال سفیان من قبل الارجاء و قال ابن عدی و له مقاطیع فی الزھد وغیره ولم ارله حدیثاً منکراً فی مقدار مایرویه قلت وقال ابن حبان فی الثقات کان مرجئاً و قال یعقوب بن سفیان ثقة یتشیع (تھذیب التھذیب ص ۱۲۱ ج ۲ تا ص ۱۲۲)

کہ یہ راوی حدیث میں ضعیف ہے حضرت سفین ثوریؒ نے اس کو دیکھا ہے لیکن اس سے حدیث نہیں لی ابو خالد الاحمرؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قصہ گو تھا اور مذھب ارجاء پر چلتا تھا اور ابو نعیمؒ ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جرجان سے گزرا وہاں جواب تیمی موجود تھا۔ لیکن میں نے اس سے ارجاء کی وجہ سے روایت نہیں لی اور ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ اس راوی کے زہد وغیرہ میں چند قطعات ہیں اور جتنی اس کی روایات ہیں اس میں مجھے کوئی منکر نظر نہیں آئی اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں کہا ہے کہ یہ مرجی تھا اور یعقوبؒ بن سفیان نے کہا یہ راوی ثقہ ہے لیکن شیعہ مذھب رکھتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ محدث ابن نمیرؒ کے ہاں حدیث میں ضعیف ہے اور یہ مذہباً سُنی نہیں بلکہ شیعہ اور مرجی ہے تو اس کی روایت اہل سنت کے مقابلہ میں مرجوح وضعیف ہے۔ امام بیہقیؒ نے جو اس کو ثقہ کہا تھا یا نقل کیا تھا ملاحظہ ہو۔ (سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۶۷ جلد دوم و کتاب القراءۃ ص ۶۰) تو انہوں نے سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۵ (کتاب البیوع باب **کراهية مبايعة من اكثر ماله من الربا او ثمن المحرم** میں حضرت ابن مسعودؓ کا اثر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں (قال الشیخ جواب التیمی غیر قوی) شیخ بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ جواب تیمی ضعیف ہے فلھذا امام بیہقیؒ کا یہ آخری قول ہے۔ جواب نمبر ۲ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

ورواه ابو بكر محمد بن اسحق بن خزيمة عن عبدالله بن سعيد الاشج عن حفص باسناده ان عمرؓ قال اقرأ خلف الامام وان جهر واقرأ فاتحة الكتاب وشيأ قلت وان كنت خلفك قال وان كنت خلفي (كتاب القراءة ص ٦٠)

اور ابو بکر امام ابن خزیمہؒ نے عبداللہ بن سعید الاشج عن حفصؒ کے طریق سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قراءۃ کر اگرچہ امام جہر سے قراءۃ کرے اور سورۃ فاتحہ اور کچھ اس کے علاوہ بھی پڑھ میں نے کہا میں اگرچہ آپ کے پیچھے ہوں تو فرمایا ہاں۔ گرچہ تو میرے پیچھے ہو۔

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں لیکن جب حضرت عمرؓ حکم دے رہے ہیں تو پھر اسے بغیر قرینہ صارفہ کے اجازت پر عمل کرنا محض طفل تسلی ہے خود معترض لکھتے ہیں کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ (احسن ص ۳۰ ج ۲) محترم اثری صاحب جب امر وجوب کے لئے تو سورۃ فاتحہ کے علاوہ پڑھنا بھی واجب ثابت ہوا اور ہم نے عبایۃ والی سند پیش نہیں کی بلکہ یہ حفص بن غیاث والی سند ہے۔ جو آپ کے نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے جناب کا حافظ ابن حجر کے متعلق یہ لکھنا کہ "تو حافظ ابن حجر کا فتح الباری میں حضرت عمرؓ سے بلا سند یہ نقل کرنا کہ وہ ما زاد کی فرضیت

کے قائل تھے کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۴۶۷ ج ۱) صحیح نہیں بلکہ حافظ ابن حجرؒ کا یہ فیصلہ مبنی بر انصاف ہے اور بلا سند نہیں بلکہ آپ کی سوءِ فہم کا یہ نتیجہ ہے اس لئے حضرت عمرؓ کی آدھی بات کو قبول کرنا اور آدھی کو ٹھکرا دینا کسی عقلمند آدمی کا کام نہیں۔

جواب نمبر 3: ابو اسحٰق الشیبانی جو اس سند کا مرکزی راوی ہے یہ اضطراب کا شکار ہے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲ کے حوالہ سے عن ابی اسحٰق عن رجل قال عهد عمر بن الخطاب ان لاتقرأوا مع الامام (یعنی حضرت عمرؓ نے حکم فرمایا کہ امام کے ساتھ قراءۃ نہ کرو) یہ روایت گزر چکی ہے پھر اس کے خلاف ابو اسحٰق روایت کرتا ہے تو کبھی عن جواب التیمی عن یزید بن شریک قال سألت عمر بن الخطاب الخ دار قطنی ص ۳۱۷ ج ۱ اور کبھی عن ابی اسحٰق الشیبانی عن جواب التیمی وابراهيم بن محمد بن المنتشر عن الحارث بن سويد عن يزيد بن شريك انه سال عمرؓ (دار قطنی ص ۳۱۷ ج ۱) تو یزید سے پہلے دو دو آدمی داخل کرتا ہے۔ کبھی صرف سورۃ فاتحہ کا ذکر کرتا ہے (کتاب القراۃ) کبھی سورۃ فاتحہ کے ساتھ زائد قراءۃ کا بھی ذکر کرتا ہے۔ (ابن خزیمہ بحوالہ کتاب القراۃ) تو اتنے اضطراب کی صورۃ میں یہ روایت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے بھی ہمارے مضمون سے ملتا جلتا مضمون لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں۔

وليس في هذا الباب شيء من جهة الاسناد عن عمرؓ وعنه فيه اضطراب (تمهيد ابن عبدالبر ص ۳۵ ج ۱۱)

اور اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں جو سند کے لحاظ سے حضرت عمرؓ سے ثابت ہو اور حضرت عمرؓ کی روایات میں اضطراب ہے

حضرت عثمانؓ کی ایک روایت ملاحظہ ہو۔

نمبر ۲۴۴۳ عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن داؤد بن حصین مولیٰ عمر قال کان عثمانؓ یقول اعدلوا الصفوف و صفوا الاقدام و حاذوا المناکب و اسمعو اوانصتوا فان للمنصت الذی لا یسمع مثل ما للمنصت الذی یسمع (عبدالرزاق ص ۴۹ ج ۲)

حضرت عثمانؓ فرماتے تھے صفیں درست کرو اور قدم ملا کر رکھو اور کاندھوں میں محاذات کرو اور (قرآن مجید) کو سنو اور خاموش رہو اس شخص کو جو امام کی قراءۃ نہیں سن رہا اور خاموش ہے اس شخص کے برابر اجر ملے گا جو امام کی قراءۃ کو خاموشی سے سن رہا ہے۔

بہر حال حضرت عثمانؓ سے کوئی مخالف روایت مروی نہیں ہے تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا امام کے پیچھے قراءۃ سے منع کرنا درست ثابت ہوا (و للہ الحمد علی ذالک)۔

1) حضرت علیؓ

نمبر ۲۸۰۶ عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علیؓ من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ (عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ قراءۃ کرتا ہے وہ فطرۃ انسانی پر نہیں ہے (کیونکہ فطرۃ انسانی یہ ہے کہ دوسرے کی بات سنے اور سمجھے اور خاموش رہے)۔

یہ روایت مرسل ہے دوسری متصل روایات بھی موجود ہیں۔

2) نمبر ۳۷۸۱ حدثنا محمد بن سلیمٰن الاصبهانی عن عبدالرحمن الاصبهانی عن ابن ابی لیلیٰ عن علیؓ قال من قرأ خلف الامام فقد

اخطأ الفطرة (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قراءۃ کی پس وہ فطرۃ انسانی سے ہٹ گیا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱ میں یہی روایت محمد بنؒ سلیمان الاصبہانی عن عبدالرحمٰن (بن) الاصبہانی عن ابن ابی لیلیٰ عن علیؓ الخ کی اسناد سے ہے اور دار قطنی (۳۳۲ ج ۱) میں قیسؒ بھی اسے ابن الاصبہانی سے روایت کرتا ہے جس میں یہ صراحت بھی ہے کہ ابن ابی لیلیٰ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے۔ اسی بناء پر عہد حاضر کے نامور محدث علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ یہ سند جید ہے (ارواءالغلیل ص ۲۸۲ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۳۱۷ ج ۲) علامہ ماردینیؒ فرماتے ہیں:

وهذا الاثر من هذا الوجه لا بأس به
(الجوهر النقى ص ۱۶۸ ج ۲)

اور یہ اثر اس سند سے لا بأس بہ ہے۔
(الجوہر النقی ص ۱۶۸ ج ۲)

3) امام عبدالرزاق فرماتے ہیں قال ابن عیینۃ فاخبرنا اصحابنا عن زبید عن عبداللہ بن ابی لیلیٰ عن علیؓ قال لیس من الفطرۃ القراءۃ مع الامام (عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ امام کے ساتھ قراءۃ کرنا فطرۃ میں سے نہیں ہے۔

4)

عبدالرزاق عن الثورى عن ابن ابى ليلىٰ عن رجل عن عبدالله بن ابى ليلىٰ اخى عبدالرحمن بن ابى ليلىٰ ان علياً كان ينهى عن القراءة خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)

کہ حضرت علیؓ قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے۔

یہ عبداللہ بن ابی لیلیٰ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بھائی ہے یہ حضرت علیؓ کا شاگرد ہے۔ اس طرح اس کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے جس میں ابن ابی لیلیٰ کا شاگرد قتادہؒ ہے۔ دیکھئے المعجم الاوسط للطبرانی ص ۲۹۷ ج ۳ اور مصنف عبدالرزاق میں اس کا شاگرد زبید بن الحارث ہے جو ثقہ راوی ہے۔ کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص ۱۰۸ میں ابن ابی لیلیٰ کی روایت حضرت ابن عمرؓ سے موجود ہے۔ اس راوی کا مزید حال معلوم نہیں ہوسکا۔ (لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا)۔ ہم نے المختار ابن ابی لیلیٰ والی سند پیش نہیں کی جس پر بعض حضرات نے جرح کی ہے۔ حضرت علیؓ کے مخالف اثر کا حال مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں

انه كان يامر و يحب ان يقرأ خلف الامام في الظهر و العصر بفاتحة الكتاب وسورة (دارقطني ص ۳۲۲ ج ۱) مستدرك حاكم ص ۲۳۹ ج ۱ كتاب القراءة ص ۱۲ السنن الكبرى ص ۱۶۸ ج ۲ جزء القراءة ص ۶ التمهيد ص ۳۶،۳۵ ج ۱۱

حضرت علیؓ کا اثر حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ حکم دیتے تھے اور پسند (فرماتے تھے) کہ ظہر اور عصر میں مقتدی فاتحہ اور اس کے علاوہ بھی کوئی سورۃ پڑھے اور آخری رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے۔

امام دارقطنیؒ اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں ھذا اسناد صحیح عن شعبۃ کہ شعبہؒ کے طریق یہ سند صحیح ہے۔ الخ (توضیح الکلام ص ۴۶۸ ج ۱)۔ الجواب: اثری صاحب نے یہ اثر جن کتابوں کے حوالہ سے نقل کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ بعینہ کسی کتاب میں بھی موجود نہیں۔ پہلے نمبر پر انہوں نے سنن دارقطنی ص ۳۲۲ ج ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں یہ اثر ان الفاظ سے مروی ہے عن علیؓ انہ کان یامر او یحب ان یقرأ الخ یعنی حضرت علی حکم کرتے تھے یا پسند کرتے تھے راوی کو شک ہے کہ حضرت علیؓ وجوبی طور پر حکم دیتے ہیں یا صرف استحبابی طور پر۔ مگر اثری

صاحب نے خیانت وتحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے او کی جگہ واؤ بنا دیا ہے اور پھر ترجمہ بھی واؤ کا اور کیا ہے۔ چونکہ یہ تحریف کرنا ان کا آبائی پیشہ ہے اور اثری صاحب کے استاذ مولانا گوندلوی نے بھی کان یامر و یحب نقل کیا ہے (خیر الکلام ص ۲۹۸ تا ص ۲۹۹) لیکن ہمارے شیخ مکرم اس تحریف پر گرفت نہیں کر سکے۔ دیکھئے احسن ص ۱۲۲ ج ۲ طبع دوم)۔ اس لئے یہ بیچارے مجبور ہیں اور لا علاج مریض ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ اس روایت کا جواب نمبر 1 ہم سخن ہائے گفتنی میں ذکر کر چکے ہیں کہ اس کی سند میں زہری ہے اور وہ مدلس ہے اور روایت عن سے ہے ولھذا یہ روایت ضعیف ہے جواب نمبر ۲ زھریؒ سے روایت کرنیوالا سفین بن حسین ہے اور اس کی روایت زہریؒ سے بالاتفاق ضعیف ہے جیسا کہ اس کی بحث ہم حضرت جابرؓ کے ایک اثر کے تحت ذکر کر چکے ہیں مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "بلاشبہ سفیانؒ زہریؒ سے روایت کرنے میں متکلم فیہ ہیں مگر وہ علی الاطلاق ضعیف نہیں لہذا دیانتداری اور اصول کا تقاضا ہے کہ زھریؒ کے تلامذہ میں جہاں اس کی روایات ثقات کے مخالف ہو یا اس میں خطاء ثابت ہوا سے قبول نہ کیا جائے۔ (توضیح الکلام ص ۴۲۹ ج ۱) جواب نمبر 3 سفیان بن حسین زہری سے روایت کرتے ہوئے سند میں اضافہ کرتا ہے دوسرے زہری کے تلامذہ اس کی موافقت نہیں کرتے چنانچہ سفیان بن حسین عن الزہری عن ابن ابی رافع عن ابیہ ان علیاً الخ سنن دار قطنی ص ۳۶۲ ج ا و مستدرک حاکم ص ۳۶۶ ج ا طحاوی ص ۱۴۴ ج ۱ اس لئے امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ

ورواہ یزید بن ھارون عن سفیان بن حسین دون ذکر ابیہ فیہ وھو اصح (کتاب القراءۃ ص ۷۴، نمبر ۱۶۱)

اور یزید بن ھاروں نے سفیان بن حسین سے ابیہ کے ذکر کے سوا روایت کی ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔

نوٹ: امام بیہقیؒ نے یزید بن ھارون عن سفیان سے کوئی روایت نہیں کی ہاں نمبر ۱۶۳ میں

یزید بن زریع عن معمر فذکرہ باسنادہ نحوہ دون ذکر ابیہ۔ ذکر کی ہے فلھذا سفیان بن حسین کی روایت میں عن ابیہ کا اضافہ غلط ہے۔ پھر سفیان بن حسین کی روایت میں ان علیاً کان یامر او یقول (سن دار قطنی ص ۳۲۲ ج ۱) شک کے ساتھ ہے اس طرح عن علیؓ انہ کان یامر او یحب (سنن دار قطنی ص ۳۲۲ ج او طحاوی ص ۱۴۴ ج ۱) بھی شک کے ساتھ مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اثر کے بیان کرنے میں وہ خطاء اور وہم کا شکار ہیں۔

3) پھر سفین بن حسین کی روایت میں ہے کہ ظہر وعصر کی نماز میں (مقتدی) پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ سورۃ بھی پڑھے۔ اور آخری رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے (ملاحظہ ہو توضیح الکلام ص ۲۶۸ ج ۱) جبکہ مصنف

ابن ابی شیبہ ص ۳۲۸ ج ۱ (نمبر ۳۷۵۳) میں ھے حدثنا عبدالاعلیٰ عن معمر عن الزھری عن عبیداللہ بن ابی رافع ان علیاً کان یقول اقرأوا فی الظھر والعصر خلف الامام فی کل رکعۃ بام الکتاب و سورۃ۔

کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے ظہر وعصر کی نماز میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ دوسری سورۃ پڑھو۔

اس اثر میں ظہر وعصر کی ہر چہار رکعات میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھنے کا امر فرمایا ہے جبکہ سفین بن حسین کی روایت میں آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ کے پڑھنے کا ذکر تھا دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا ہے۔ ابن ابی شیبہ کیطریق سے اس روایت کو امام بیہقیؒ نے کتاب القراءۃ ص ۷۴ (نمبر ۱۶۲) میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ان علیاً کان یقول اقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی کل رکعت بفاتحہ الکتاب وسورۃ۔ اور کتاب القراءۃ ص ۱۶۹

(نمبر ۱۴۰۱) میں لکھتے ہیں۔

قد امليت خبر الزهرى عن عبيدالله بن ابى رافع عن علىؓ بن ابى طالب انه كان يقول اقرأ فى الظهر و العصر خلف الامام فى كل ركعة بام الكتاب و سورة و هذا اسناد متصل قدر واه العدول الزهرى الذى لم يكن فى زمانه اعلم بالا خبار ولا احفظ لها ولا احسن سياقاً للحديث منه عن عبيدالله بن ابى رافع كاتب علىؓ ولا يدفع هذا الخير الذى روى با سناد صحيح متصل برواية مثل المختار بن عبدالله عن ابيه الاجاهل بالعلم او متجاهل۔

بے شک میں (بیہقی) نے زہری کی رویات عن عبیداللہ عن علیؓ لکھوائی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا پڑھ ظہر اور عصرؒ کی نماز میں امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ اور یہ سند متصل ہے اس کو بہت بڑے عادل زہریؒ نے روایت کیا ہے جس سے دنیا میں زیادہ حدیثوں کا جاننے والا نہیں اور اس سے نہ بڑا کوئی حافظ ہے اور نہ اچھی حدیث والا ہے۔ اس زہری نے یہ اثر عبیداللہ سے روایت کیا ہے۔ جو حضرت علیؓ کا منشی تھا۔ (اس) صحیح سند متصل کو مختار بن عبداللہ عن ابیہ کی روایت سے نہیں ٹھکرائے گا مگر جاہل یا متجاہل۔

معلوم ہوا کہ سفیین بن حسین کی روایت اس اثر کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے پھر امام بیہقیؒ اور غیر مقلدین ظہر وعصر کی ہر رکعت مین خلف الامام فاتحہ کے علاوہ سورۃ کو بھی واجب تسلیم کرلیں کیونکہ اقراء امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ اثری صاحب نے فرمایا (کمامر) حالانکہ یہ ان کے مذہب کے خلاف ہے یہ خودکشی وہ قبول نہیں کریں گے پھر امام بیہقی کو المختار بن ابی لیلیٰ کی روایت تو یاد ہے لیکن اسی مصنف ابن ابی شیبہ سے جس سے حضرت علی کا یہ اثر نقل کیا ہے اسی مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ (نمبر ۳۷۸۱) حدثنا محمد بن

سلیمن الاصبھانی عن عبدالرحمٰن الاصبھانی عن ابن ابی لیلیٰ عن علیؓ قال من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ والی روایت کیوں نقل نہ فرمائی جو کہ متصل ہے اور بقول علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلدؒ اس کی سند جید ہے۔ محترم امام بیہقیؒ صاحب ہم نے المختار کی سند کے علاوہ چار طرق سے حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے۔ جس کے مقابلہ میں زھری عن عبیداللہ عن علیؓ والا اثر قابل قبول نہیں کیونکہ یہ مضطرب ہے جیسا کہ اس کا ذکر جاری ہے پھر فانتھی الناس والی حدیث میں زہریؒ آپ کے نزدیک صفر بٹہ صفر کیوں ہوگیا ہے اور اس کا شیخ ابن اکیمہؒ جو ثقہ راوی ہے آپ کے نزدیک مجہول کیوں ہوگیا ہے کیا زہریؒ آپ کے نزدیک قابل تعریف اسوقت ہے جبکہ اس کی روایت آپ کے حق میں ہو۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

4) عبدالرزاق ص۱۰۰ ج ۲ میں ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عبیدالله بن ابی رافع قال کان یعنی علیاؓ یقرأ فی الاولیین من الظهر و العصر بام القرآن و سورة ولا یقرأ فی الاخریین۔

کہ حضرت علیؓ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھتے تھے۔ اور آخری رکعتوں میں بالکل نہ پڑھتے تھے

اس اثر سے معلوم ہوا کہ ظہر وعصر کی نماز کی دو آخری رکعتوں میں فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنا بہتر ہے اتنے موٹے موٹے اضطراب کی موجودگی میں یہ اثر کیسے قابل عمل ہوسکتا ہے۔ فلھذا حضرت علیؓ سے صحیح منع قراءۃ خلف الامام ہے علامہ ابن عبدالبر المالکیؒ لکھتے ہیں۔

وقال آخرون منهم سفيان الثوری وابن عیینة وابن ابی لیلیٰ وابو حنیفه واصحابه والحسن بن حی لا یقرأ مع الامام لا فیما اسر ولا فیما جهر وهو قول جابر بن عبدالله وجماعة من التابعین بالعراق وروی ذالک ایضاً عن زیدؓ بن ثابت وعلیؓ وسعدؓ وهولاء ثبت ذالک عنهم من جهة الاسناد (التمهید لابن عبدالبر ص ۴۷ ج ۱۱)

کہ دوسرں نے کہا ان میں سفیان ثوریؒ سفیانؒ بن عیینہ ابن ابی لیلیٰؒ ابو حنیفہؒ اور آپ کے شاگرد اور الحسنؒ بن حی کہ مقتدی امام کے ساتھ قراءۃ نہ کرے نہ سری نمازوں میں نہ جہری میں اور یہی فرمان ہے حضرت جابرؓ کا اور ایک جماعت تابعین کا جو عراق میں رہنے والے ہیں اور اس طرح حضرت زیدؓ بن ثابت حضرت علیؓ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت کیا گیا ہے جو سند کے لحاظ سے ان حضرات سے یہ فرماں ثابت ہو چکا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وزید بن ثابت گفتہ لاقراءۃ مع الامام فی شی رواہ مسلم وعن جابرؓ بمعناہ وھو قول علیؓ وابن مسعودؓ وکثیر من الصحابہؓ (ہدایت السائل ص ۱۹۳) (بحوالہ احسن الکلام ص ۳۰۴ ج الطبع دوم)۔ امام بخاریؒ اس مسئلہ کے بارے میں مدرک رکوع مدرک رکعت ہے کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انما اجاز زید بنؓ ثابت وابن عمرؓ والذین لم یروا القراءة خلف الامام (جزء القراءة ص ۷)

رکوع پانے سے رکعت ہو جاتی ہے اس کی اجازت حضرت زید بنؓ ثابت اور ابن عمرؓ اور ان حضرات نے دی ہے جو امام کے پیچھے قراءۃ کے قائل نہیں ہیں۔

نیز امام بخاریؒ لکھتے ہیں۔

انما اجازا دراک الرکوع من اصحاب النبی صلی الله علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منھم ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر (جزء القراءۃ ص ۳۶)

رکوع پانے سے رکعت ہو جاتی ہے جس کی اجازت ان صحابہ کرامؓ نے دی ہے جو قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں۔ ان میں سے حضرت ابن مسعودؓ و حضرت زیدؓ بن ثابت و حضرت ابن عمرؓ بھی ہیں۔

صاحبؒ ہدایہ نے فرمایا ترک قراءۃ خلف الامام پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اس کے جواب میں حافظ ابن حجرؒ الدرایہ ج ا میں لکھتے ہیں۔

وانما یثبت ذالک عن ابن عمر و جابر و زید بن ثابت و ابن مسعود و جاء عن سعد و عمر و ابن عباس و علی۔

یہ ترک قراءۃ خلف الامام حضرت ابن عمرؓ و حضرت جابرؓ و حضرت زید بنؓ ثابت و حضرت ابن مسعودؓ سے ثابت ہے اور حضرت سعدؓ و حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ و حضرت علیؓ سے روایات بھی ہیں۔

قارئین کرام آپ کو یاد ہوگا ہماری بات حافظ ابن حجرؒ کے ساتھ چل رہی تھی کہ امام بخاریؒ نے حضرت زید بنؓ ثابت کے اثر کو درمیان سے کیوں حذف کر دیا تو حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ کبار صحابہؓ کی موافقت کرتے ہوئے جو صحیح حدیث کا اتباع کرتے ہیں تو کبار صحابہؓ کا کچھ ذکر ہو گیا ہے۔ کہ وہ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ کے ہرگز موافق نہیں البتہ اب وہ صحیح حدیث معلوم کرنی ہے۔ جو قراءۃ خلف الامام پر دال ہے۔ اگر اس سے حضرت عبادہؓ کی یہ حدیث مراد ہے۔ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب (بخاری ی ص ۱۰۴ ج ا مسلم ص ۱۶۹ ج ا) کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر قراءۃ خلف الامام میں صریح نہیں اس میں احتمال ہے کہ یہ

امام اور منفرد کے حق میں ہو اور مقتدی کے حق میں نہ ہو۔ چنانچہ خود حضرت عبادہؓ اس حدیث کو منفرد کے حق میں سمجھتے ہیں چنانچہ کتاب القراءۃ ص ۷۶ (نمبر ۷۰ میں ہے)

شعبة عن مسلم ابی نضر قال سمعت حملة بن عبدالرحمن یحدث عن عبادة بن الصامت انه رآی رجلاً لا یتم رکوعه ولا سجوده فاتاه فاخذ بیده فقال لا تشبهوا بهذا ولا بامثاله انه لا صلوة الا بام الکتاب فان کنت خلف الامام فاقرأ فی نفسک وان کنت وحدک فاسمع اذنیک ولا تؤذ من عن یمینک ومن عن یسارک۔

یعنی امام شعبہؒ مسلم ابوالنضرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حملة بن عبدالرحمن سے سنا وہ حضرت عبادہؓ سے بیان کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا تو وہ رکوع پورا کر رہا تھا۔ نہ سجدہ پس اس کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا اس شخص اور اس جیسے شخصوں سے مشابہت نہ کرو بے شک فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی پس اگر تو امام کے پیچھے ہے تو اپنے دل میں پڑھ لو اور اگر تو اکیلا ہے تو اپنے کانوں کو سنا اور دائیں بائیں والے کو ایذا نہ پہنچا۔

اور مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۹ ج ۱ میں ہے۔

رایٰ عبادة رجلاً لا یتم الرکوع والسجود فاخذ بیده ففزع الرجل فقال عبادة لا تشبهو ابهذا ولا بامثاله انه لا یجزی صلوته الا بام الکتاب۔

کہ حضرت عبادہؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع وسجود پورا نہیں کر رہا تھا پس اس کے ہاتھ سے پکڑا تو وہ گھبرا گیا۔ پس فرمایا تم اس شخص اور اس جیسے اشخاص کیساتھ مشابہت نہ کرنا بے شک اس کی نماز فاتحہ کے بغیر کفایت نہیں کرتی۔

یہ امام شعبہؒ کے طریق سے مروی ہے جس کے بارے میں مولانا اثری صاحب حافظ ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ "اور وہ اپنے مشائخ سے صرف صحیح احادیث ہی نقل کرتے ہیں

(توضیح الکلام ص ۷۱۴ ج ۱) پس ثابت ہوا کہ حضرت عبادہؓ بھی اس حدیث کو جو انہوں نے خود روایت کی ہے عام نہیں سمجھتے۔ اب جو غیر مقلدین حضرات حضرت عبادہؓ کی حدیث کو عام سمجھتے ہیں اور مقتدی کو بھی شامل کرتے ہیں۔ تو یہ حضرت عبادہؓ کے منشا کے خلاف ہے۔ پھر انہوں نے وضاحت کی ہے کہ مقتدی دل میں پڑھے اور اکیلا صرف اپنے کانوں کو سنوائے زیادہ آواز پر زور دے کر نہ پڑھے کہ دائیں بائیں والے آدمی کو ایذاء ہو لیکن غیر مقلدین مقتدی ہونے کی حیثیت سے بھی اتنی آواز سے پڑھتے ہیں کہ دائیں بائیں والے کو ایذاء ہوتی ہے تو یہ حضرات حضرت عبادہؓ کے فتویٰ سے موذی ثابت ہوئے۔ (۲) حضرت جابر بھی اس حدیث کو منفرد کے بارے میں سمجھتے ہیں جیسا کہ امام احمدؒ بن حنبل نے فرمایا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں۔

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی الله علیه وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحده واحتج بحدیث جابر بن عبدالله حیث قال من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم تاول قول النبی صلی الله علیه وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان هذا اذا کان وحده (ترمذی ص ۷۱ ج ۱)

اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا تعلق اکیلے آدمی کے ساتھ ہے اور انہوں نے حضرت جابرؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پڑھی پس اسنے فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ ہاں اگر امام کے پیچھے ہو تو اس کی نماز درست ہے تو حضرت جابرؓ نے لاصلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب کا تعلق منفرد سے جوڑا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ بھی اس سے مراد اکیلا شخص مراد لیتے ہیں چنانچہ ابوداؤد ص ۱۱۹ ج امیں ہے۔ قال سفیان لمن یصلی وحدہ۔ علامہ ابن عبدالبر المالکیؒ فرماتے ہیں:

ولیس فی هذا الباب مالا مطعن فیه من جهة الاسناد غیر حدیث الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادةؓ وهو محتمل للتأویل (التمهید ص ۴۶ ج ۱۱)

کہ اس باب وجوب قراءۃ خلف الامام میں کوئی ایسی روایت نہیں جو سند کے لحاظ سے مجروح نہ ہو مگر حدیث زہریؒ عن محمود عن عبادہؓ اور وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے (یعنی اس سے مراد منفرد ہو)

محدث اسماعیلیؒ بھی اس کو منفرد کے بارے میں ذکر کرتے ہیں (بحوالہ بذل المجھود (ص ۵۲ ج ۲) امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں۔

فاما حدیث عبادةؓ الصحیح فهو محمول علی غیر الماموم وکذالک حدیث ابی هریرةؓ الخ (مغنی ص ۲۰۶ ج ۱)

کہ پس حدیث حضرت عبادہؓ کی جو صحیح ہے وہ غیر مقتدی پر محمول ہے اسی طرح جو حدیث حضرت ابوہریرہؓ (جسمیں خداج کا ذکر ہے) وہ بھی غیر مقتدی پر محمول ہے۔

مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں "امام ابن قدامہؒ ساتویں صدیق ہجری کے اعیان حنابلہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اہل علم کا انکی جلالت شان پر اتفاق ہے (توضیح الکلام ص ۸۹ ج ۱) امام شمس الدینؒ فرماتے ہیں۔

فالحديث الاول الصحيح محمول على غير الماموم وكذالک حديث ابی هريره (شرح مقنع للكبير ص ۱۲ ج ۲ بحواله احسن الكلام ص ۳۷ ج ۲ طبع دوم)

کہ پس پہلی صحیح حدیث مقتدی پر محمول نہیں اور اس طرح دوسری حدیث حضرت ابوھریرہؓ بھی مقتدی کے بارے میں نہیں ہے۔

حضرت امام شافعیؒ حدیث حضرت عبادہؓ لاصلوۃ الابقراءۃ فاتحہ الکتاب اور حدیث حضرت ابوھریرہؓ (فھی خداج) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وان حديث عبادة وابی هريرة يدلان على فرض ام القرآن والعمد فی ترک القراءة بام القرآن والخطأ سواء فی ان لا تجزی ركعة الابها او بشئ معها الا ما يذكر من الماموم ان شاء الله (كتاب الام ص ۸۹ ج ۱)

اور بے شک حضرت عبادہؓ و حضرت ابوھریرہؓ کی حدیثیں سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ سورۃ فاتحہ کا ترک جان بوجھ کر ہو یا نسیاناً برابر ہے اس سے رکعت نہیں ہوگی۔ مگر فاتحہ کے ساتھ یا فاتحہ کے ساتھ کچھ زائد کے ساتھ مگر مقتدی کا ذکر انشاءاللہ بعد میں کیا جائیگا۔

2) پھر امام شافعیؒ لکھتے ہیں۔

پس امام اور منفرد پر سوۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

فواجب علی من صلی منفرداً او اماماً ان یقرابام القرآن فی کل رکعة لا یجزئه غیرھا واحب ان یقرأ معھا شیئاً او اکثروسأ ذکر الماموم ان شاء اللہ (کتاب الام ص ۹۳ ج ۱)	ہر رکعت میں فاتحہ کے بغیر کوئی چیز کفایت نہیں کرے گی۔ اور مجھے پسند ہے کہ فاتحہ کے ساتھ کچھ یا اکثر اور قراءۃ بھی کرے اور مقتدی کا ذکر انشاء اللہ عنقریب کرونگا۔

امام شافعی کا مقتدی کو امام اور منفرد سے الگ کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے ان دونوں حدیثوں کا مقتدی سے تعلق نہیں۔ پھر حافظ ابن حجرؒ سے ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت عبادہؓ کی اس حدیث کا جو صحیح ہے مقتدی سے کوئی تعلق نہیں تو امام ابخاریؒ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کے فرمان کو درمیان سے حذف کر کے کونسی صحیح حدیث کا اتباع کیا ہے اگر حافظ کی مراد حضرت عبادہؓ کی وہ حدیث ہو جو ابن اسحٰق عن مکحول عن محمود بن الربیع کے طریق سے مروی ہے تو وہ صحیح نہیں جیسا کہ اس کی بحث آرہی ہے فلھذا حافظ ابن حجرؒ کا امام بخاریؒ سے دفاع کارگر ثابت نہ ہوا اور امام بخاریؒ کا حضرت زیدؓ بن ثابت کے فرمان (لاقراءۃ مع الامام فی شیء) کو درمیان سے حذف کر دینا اور عبارت کا بدلنا ایسا ہی کارنامہ ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔ بہر حال بات بہت دور چلی گئی حالانکہ ہم اثری صاحب کے جھوٹ ذکر کر رہے تھے۔

جھوٹ نمبر 5: مولانا ارشاد الحق صاحب مکحول کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "اس حدیث میں اضطراب کا راز کھلا تو صرف حضرات علماء احناف پر آخر کیوں۔ آپ ہی اپنی کج بینی پر غور کریں۔ (توضیح الکلام ص ۳۵۵ ج ۱)

جواب: علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ لکھتے ہیں۔

ونا فع هذا مجهول و مثل هذا الاضطراب لا يثبت فيه عند اهل العلم بالحديث شيء وليس فى هذا الباب مالا مطعن فيه من جهة الاسناد غير حديث الزهرى عن محمود بن الربيع عن عبادة وهو محتمل لتأويل الخ (التمهید ص ۴۶ ج ۱۱)

کہ نافع بن محمود یہ راوی مجہول ہے اور اس جیسے اضطراب کی صورۃ میں محدثین کرام کے ہاں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوسکتی اور اس باب میں کوئی ایسی حدیث نہیں۔ جس میں سند کے لحاظ سے کوئی جرح نہ ہو۔ سوا زہری کی حدیث کے جو محمود بن الربیع عن عبادہ کے طریق سے مروی ہے اور وہ بھی تاویل کا احتمال رکھتی ہے۔

محترم اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث میں اضطراب کا راز صرف علماء احناف پر کھلا ہے یہ خالص جھوٹ و دروغ گوئی ہے۔ حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا۔

جھوٹ نمبر 6: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "علامہ ذھبیؒ کا یہ خیال کہ خلف الامام کی حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث اس (نافع بن محمود) نے روایت نہیں کی صحیح نہیں جبکہ مستدرک حاکم (ص ۵۵ ج ۲) میں ہے **مكحول ثنا نافع بمن محمود بن الربيع عن ابيه انه سمع عبادة يقول نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يفرق بين الام وولدها** (الحدیث) لیجئے یہ دوسری روایت بھی مروی ہے (توضیح الکلام ص ۳۵۹ ج ا طبع اول) اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں علامہ ذھبی انسان ہی تھے۔ انہوں نے فرمایا اپنی معلومات کی حد تک فرمایا (حاشیہ توضیح ص ۳۵۹ ج ۱) الجواب محترم اثری صاحب نے مکحول سے نیچے والی سند کا حصہ ذکر نہیں کیا کیونکہ دل میں کچھ کالا کالا ضرور ہے پھر اس پر مقام پر امام حاکمؒ کی تصحیح کا ذکر بھی نہیں کیا البتہ توضیح ص ۳۶۳ ج ۱ میں تحریر کرتے ہیں "امام حاکمؒ نے المستدرک ص ۵۵ ج ۲ میں بھی اس (نافع بن محمود) کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔"

نیچے والی سند کا کچھ حصہ یوں ہے۔ ثنا عبداللہ بن عمرو بن حسان ثنا سعید بن عبدالعزیز التنوخی قال سمعت مکحولا الخ علامہ ذھبیؒ اسی روایت کے بارے میں تلخیص المستدرک ص ۵۵ ج ۲ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے اور عبداللہ بن عمرو بن حسان کذاب (بہت بڑا جھوٹا ہے) اور علامہ ذھبیؒ نے اس جھوٹی روایت کو مستدرک حاکم کے حوالہ سے میزان الاعتدال ص ۴۶۸ ج ۲ میں بھی عبداللہ بن عمرو بن حسان کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے علامہ ذھبیؒ کو اس کا علم ہے اثری صاحب کا علامہ ذھبیؒ کا تخطئہ کرنا بے وقوفی ہے علامہ ذھبیؒ کے نزدیک اس من گھڑت روایت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ناجائز ہے اس لئے اس کو نافع بن محمود کی دوسری روایت کہنا بھی جھوٹ ہے۔ دوسرے محدثین کرامؒ نے بھی عبداللہ بن عمرو بن حسان کو وضاع کذاب اور ضعیف قرار دیا ہے۔ محترم برادرم مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب لکھتے ہیں "علامہ ذھبیؒ اس حدیث پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

موضوع وابن حسان کذاب (تلخیص مستدرک) یہ حدیث موضوع ہے اور اسکا روای ابن حسان کذاب ہے۔

لیجئے اس دوسری روایت کی حقیقت بچشم عبرت ملاحظہ کر لیجئے کہ یہ کذاب راوی کی کذب بیانی کا ثمرہ اور اس کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے۔ اسے نافع بن محمود کی روایت قرار دے کر دوسری روایت کے طور پر پیش کرنا ابن حسان کے جھوٹ میں شرکت کے مترادف ہے جب یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے تو علامہ ذھبیؒ کے ارشاد لا یعرف بغیر ھذا الحدیث پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی کہ نافع بن محمود فی الواقع خلف الامام کی حدیث کے علاوہ کسی حدیث کا راوی نہیں ہے۔ (خاتمۃ الکلام ص ۲۶۱) مولانا موصوف کی اس گرفت کے بعد مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے توضیح الکلام طبع دوم ص ۳۵۹ ج ۱ میں عبارت کا کچھ اضافہ کیا ہے اور علامہ ذہبیؒ کے متعلق جو حاشیہ میں عبارت لکھی تھی اس کو کاٹ دیا ہے۔

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "علامہ ذھبیؒ کا یہ خیال کہ خلف الامام کی حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث اس نے روایت نہیں کی صحیح نہیں جبکہ مستدرک حاکم ص ۵۵ ج ۲) میں ہے مکحول ثنا نافع بن محمود بن الربیع عن ابیہ انہ سمع عبادۃ یقول نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یفرق بین الام وولدھا (الحدیث) لیجئے یہ دوسری روایت بھی مروی ہے امام حاکم نے اس صحیح الاسناد کہا ہے مگر یہ سند صحیح نہیں جیسا کہ حافظ ذھبی نے تلخیص میں وضاحت کردی ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ صرف ایک ہی حدیث روایت کرنا بھی باعث جرح ہے ہرگز نہیں صحابہؓ وتابعین کی ایک جماعت ایسی ہے جن سے صرف ایک ہی روایت مروی ہے حافظ سیوطیؒ نے التدریب ص ۵۴۱ میں النوع الحادی والستعون (۹۱) بھی ذکر کی ہے۔ "من لم یروالا حدیثا واحدا تو کیا ان تمام راویوں کو بھی ضعیف کہا جائیگا (توضیح الکلام ص ۳۵۹ ج اطبع دوم) یہ عبارت طبع دوم میں اضافہ کی گئی ہے۔ قارئین کرام محترم اثری صاحب کی عبارت کا ہم جائزہ لیتے ہیں۔

1) علامہ ذہبی کا یہ خیال کہ خلف الامام کی حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث اس (نافع) نے روایت نہیں کی صحیح نہیں۔

2) لیجئے یہ دوسری روایت بھی مروی ہے۔

3) مگر یہ سند صحیح نہیں جیسا کہ حافظ ذھبی نے تلخیص میں وضاحت کردی ہے۔

4) امام حاکمؒ نے المستدرک (ص ۵۵ ج ۲) میں بھی اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۳۲۳ طبع دوم)۔

5) حافظ سیوطی تدریب الراوی میں نافع بن محمود کی صرف ایک روایتؒ ذکر کرتے ہیں۔

یہ ساری باتیں جو متعارض ہیں اثری صاحب کی قلم کا کرشمہ ہیں کس بات میں اثری صاحب سچا ہے کس میں جھوٹا ہے اس کو ہم قارئین وناظرین کی رائے کے سپرد کرتے ہیں البتہ ایک متواتر حدیث سن لیں **من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار** (نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولا پس وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) تو اثری صاحب نے اس دوسری روایت کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جان بوجھ کر کی ہے اس لئے وہ اس وعید کی زد میں ہیں فوراً توبہ کریں اور اس من گھڑت روایت کو اپنی کتاب سے فوراً نکال دیں یہ اس من گھڑت روایت کی نحوست ہے کہ اثری صاحب توضیح ص ۳۵۹ ج اطبع دوم میں یہ لکھنے کے باوجود امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے مگر یہ سند صحیح نہیں جیسا کہ حافظ ذھبی نے تلخیص میں وضاحت کردی ہے۔ مگر اثری صاحب کو یہ عبارت (امام حاکمؒ نے المستدرک ص ۵۵ ج ۲) میں بھی اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے توضیح ص ۲۶۳ ج ۱) کو کاٹنا و حذف کرنا یاد نہ رہا سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد، حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد اس من گھڑت روایت کا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں "امام حاکم نے اس (نافع) کی ایک حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک ص ۵۵ ج ۲ الخ مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۳۲) زبیر صاحب کو اس من گھڑت روایت پیش کرنے پر خصوصی مبارک ہو۔ (یہ حضرات غیر مقلدین کے نامور عالم دین ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے تو عوام غیر مقلدین کی کیا حالت ہوگی)۔

نوٹ: مولانا ارشاد الحق صاحب توضیح ص ۲۶۵ ج ۲ میں عبداللہ بن عمرو کو کذاب و متروک راویون میں شمار کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ اثری صاحب جاننے کے باوجود گندگی کو چاٹنے کے عادی ہیں۔ جھوٹ کہنے سے جنکو عار نہیں۔ ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر 7

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث کو امام بخاریؒ ابوداوٗدؒ ترمذیؒ دار قطنیؒ ابن حبانؒ ۔ بیہقیؒ ، حاکمؒ ، المنذریؒ ، الخطابی ، ابن حزمؒ ، ابن حجر سیوطیؒ لکھنویؒ ، شمس الحق عظیم آبادی اور نوابؒ وغیرہ نے صحیح کہا ہے جیسا کہ باحوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ (توضیح الکلام س ۳۵۱ ج ۲)

الجواب: امام بخاریؒ نے حضرت عبادۃؓ کی حدیث جو بطریق ابن اسحٰق عن مکحول مروی ہے اس کو ہرگز صحیح نہیں کہا یہ اثری صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے چنانچہ امام بخاریؒ جزء القراءۃ ص ۸ میں حضرت عبادۃؓ کی حدیث اور حضرت جابرؓ کی حدیث **(من کان له امام فقراءة الامام له قراءة)** ان دونوں حدیثوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فلو ثبت الخبران کلاهما (۱) اگر یہ دونوں حدیثیں ثابت ہو جائیں)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں امام بخاریؒ کے ہاں ثابت نہیں۔

2) امام بخاریؒ جزء القراءۃ ص ۴۰ میں لکھتے ہیں۔

قال البخاری والذی زاد مکحول و حزام بن معاویة و رجاء بن حیرة عن محمود بن الربیع عن عبادة فهو تبع لما روی الزهری لان الزهری قال حدثنا محمود ان عبادةؓ اخبره عن النبی صلی الله علیه وسلم وهؤلاء لم یذکروا انهم سمعوا من محمود.

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مکحول، حرام بن معاویہ، رجاء بن حیوہ، عن محمود عن عبادہ ان کی حدیث زہریؒ کے حدیث کے تابع ہے کیونکہ زہری نے حدثنا محمود ان عبادۃ اخبرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سماع کے صیغے سے حدیث کو ذکر کیا ہے اور ان تینوں نے محمود سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔

امام بخاریؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مکحول کی روایت منقطع بھی ہے فلھذا ضعیف ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں فلو ثبت الخبر ان کلاھما لکان ھذا مستثنیٰ من الاول لقولہ لایقرأن الا بام القرآن الخ یعنی اگر یہ دونوں حدیثیں (حدیث عبادۃؓ وحدیث جابرؓ) ثابت ہو جائیں تو یہ پہلی حدیث سے مستثنیٰ ہوگی۔ الخ توضیح الکلام ص ۵۵۰ ج ۲) اثری صاحب اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں اگر کہا جائے کہ امام بخاریؒ نے یہاں

حضرت عبادہؓ اور حضرت جابرؓ کی حدیث کے متعلق فرمایا ہے تو ثبت الخبر ان اگر دونوں حدیثیں ثابت ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں ثابت نہیں ہیں لیکن یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ حافظ ابن قیمؒ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبادہؓ کی حدیث صحیح ہے نیز وہ مکحول وغیرہ کی حدیث کو مفسر اور امام زہری کی حدیث کو مجمل قرار دیتے ہیں اور اگر انہوں نے مفصل روایت میں مکحول کا محمود سے سماع کا انکار کیا ہے تو دوسرے محدثین نے سماع کا ذکر کیا ہے۔ الغرض حضرت عبادہؓ کی یہ حدیث امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ بالفرض اگر ان کے نزدیک وہ صحیح نہیں تو بھی اس کی صحت کا انکار مشکل ہے۔ جبکہ ایک درجن سے زائد محدثین واہل علم نے اسے صحیح کہا ہے الخ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۵۵۰ ج ۲ تا ص ۵۵۱) محترم اثری صاحب نے اس تحریر میں یہ تسلیم کیا ہے کہ امام بخاریؒ کے ہاں یہ دونوں حدیثیں ثابت نہیں۔ پھر یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ امام بخاری نے مکحول کا محمودؓ بن ربیع سے سماع کا انکار کیا ہے۔ ان دونوں باتوں کو تسلیم کرنے کے باوجود یہ کہنا کہ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبادہؓ کی حدیث صحیح ہے "مولانا ارشاد الحق نے ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ حافظ ابن قیمؒ اس مقام پر بھول گئے ہیں۔

چنانچہ مولانا اثری توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱ میں حافظ ابن قیم کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں وقد رواہ البخاری فی کتاب القراءۃ خلف الامام وقال ھو صحیح ووثق ابن اسحٰق واثنی علیہ واحتج بحدیثہ۔ اس عربی عبارت کا ترجمہ مولانا اثری نے نہیں کیا کیونکہ دل میں کچھ کالا کالا ضرور تھا۔ قارئین حضرات آپ پہلے اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ اور بے شک حضرت عبادہؓ کی حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ کتاب القراءۃ خلف امام میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے اور ابن اسحٰق کی توثیق کی ہے اور اس کی تعریف کی ہے اور اس کی حدیث سے احتجاج کیا ہے یہ حافظ ابن قیمؒ کی عبارت کا ترجمہ ہے اب آپ حضرات امام بخاریؒ کے رسالہ

جزء القراءۃ کو ابتداء سے لے کر آخر تک دیکھ لیں انہوں نے کہیں بھی ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح نہیں کہا بلکہ ابن اسحٰق کی روایت پر دو مقام میں جرح کی ہے جیسا کہ گزرا حافظ ابن قیم کو اس بات سے دھوکہ لگا ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ جزء القراءۃ میں ابن اسحٰق کی توثیق نقل کی ہے یہیں سے حافظ ابن قیمؒ نے سمجھ لیا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبادہؓ کی حدیث صحیح ہے۔اب مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا ابن قیمؒ کے وہم پر ایمان لانا اور جزء القراءۃ کی واضح عبارت کو چھوڑ دینا کھلی بد یانتی ہے اکثر اثری صاحب ان اوہام پر گزارا چلاتے ہیں مولانا اثری صاحب کے بزرگ مولانا مبار کپوریؒ لکھتے ہیں۔

قلت لم یصرح الامام البخاری فی جزء القراءۃ بان حدیث عبادۃ بن الصامت صحیح (ابکار المنن ص ۱۴۲)

کہ میں مبارکپوری کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے جزء القراۃ میں صراحتہً یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث صحیح ہے۔

اس طرح اثری صاحب کا یہ دعویٰ کہ "ایک درجن سے زائد محدثین واہل علم نے اسے صحیح کہا ہے محض دھوکہ ہے۔

جھوٹ نمبر 8

اس طرح مولانا موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ ابوداوٗدؒ نے ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح ص ۲۲۲ ج ا وص ۳۵۱ ج ۲) یہ بھی خالص جھوٹ ہے۔اس طرح مولانا اثری صاحب کا یہ تحریر کرنا" بلکہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں اس حدیث کو ابوداوٗد (ترمذی، دارقطنی ابن حبان اور بیہقی نے صحیح کہا ہے۔(التلخیص الحبیر ص ۸۷) یہ بھی غلط ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے ابتدائی دور میں التلخیص الحبیر کو لکھا تھا اس لئے یہ قابل اعتماد نہیں چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب ہمارے شیخ مکرم مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدھم کے حوالے سے لکھتے ہیں حافظ ابن حجر سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی کسی تصنیف پر راضی نہیں ہوں

کیونکہ میں نے ابتدائی دور میں لکھی ہیں اور تحریر کرنیوالا رفیق بھی میسر نہ ہوسکا۔ اس لئے ان تصانیف میں سقم رہ گیا۔ ہاں فتح الباری اس کا مقدمہ، مشتبہ، تہذیب اور لسان المیزان پر میں خوش ہوں اوان سے دوسری جگہ ہے کہ انہوں نے فتح الباری اور تعلیق اور نخبہ کی بھی بڑی تعریف کی ہے (البدر الطالع) اس سے معلوم ہوا کہ حافظ موصوف بغیر ان چند کتابوں کے جن میں فتح الباری بھی ہے اپنی اور کسی تصنیف پر نہ راضی ہیں اور نہ اعتماد کرتے ہیں الخ احسن الکلام ص ۲۰۳ ج ۱ (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ڈیروی کے جواب میں ص ۱۸۱ از ارشاد الحق صاحب اثری) (حوالہ نمبر ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مولانا صفدر نے (احسن الکلام ص ۲۰۳ ج ۱) میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر اپنی تصانیف میں سے فتح الباری مقدمہ فتح الباری المشتبہ۔ لسان المیزان اور تہذیب پر زیادہ راضی تھے قتادہ کو ابن حجر نے طبقات المدلیسن میں شمار کیا ہے۔ جس کے متعلق موصوف فرماتے ہیں کہ ابن حجر نے چونکہ فتح الباری میں اس کی معنعن حدیث کو صحیح کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سے مدلس کہنے کے نظریہ سے رجوع کر چکے ہیں۔ یہی بات ہم عرض کرتے ہیں کہ فتح الباری میں چونکہ وہ اس نظریہ کی تردید کر چکے ہیں کہ ابن اسحٰق کا تفرد حجت نہیں۔ لہذا "الدرایہ" میں اس حکم کے نظریہ سے وہ رجوع کر چکے ہیں (توضیح الکلام ص ۲۴۳ ج ۱) مطلب ان دونوں حوالوں کا یہ ہے کہ التلخیص الحبیر چونکہ حافظ ابن حجرؒ کی ابتدائی دور کی تصنیف ہے تو حافظ صاحب اسپر راضی نہیں ہیں اور چونکہ اثری صاحب نے ابن اسحٰق کی روایت کی تصحیح چند محدثین کرامؒ سے نقل کی ہے وہ بالکل غلط ہے خاص کر امام ابوداؤدؒ سے تصحیح نقل کرنا بالکل غلط ہے التلخیص الحبیر کے حوالہ کو غیر مقلدین نے بڑا اچھالا ہے حالانکہ یہ حوالہ باطل غلط ہے مگر غیر مقلدین اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس حوالہ کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) چنانچہ مولانا مبارکپوری مرحوم لکھتے ہیں قال الحافظ فی التلخیص بعد ذکر ھذا الحدیث اخرجہ، احمد

والبخاری فی جزء القراءۃ وصححہ، ابوداؤدو الترمذی والدار قطنی وابن حبان والحاکم والبیہقی من طریق ابن اسحٰق (تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی ص ۲۵۴ ج ۱) یعنی اس حدیث کا اخراج امام احمدؒ نے کیا اور امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں اور امام ابوداؤد و ترمذی و دار قطنی وابن حبان وحاکم و بیہقی ان سب نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تو حافظ ابن حجرؒ کا یہ لکھنا کافی حد تک غلط اور حقائق کے خلاف ہے۔ یہ حوالہ التلخیص الحبیر سے مولانا مبارکپوری نے ابکار المنن ص ۱۳۲ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شمس الحق صاحب عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں:

قلت و اخرجہ ایضاً احمد و البخاری فی جزء القراءۃ و صححہ وابن حبان و البیہقی من طریق ابن اسحق الخ (عون المعبود ص ۳۰۴ ج ۱)

میں عظیم آبادی کہتا ہوں کہ اس حدیث کا اخراج امام احمد نے بھی کیا ہے اور امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں اسکو صحیح کہا ہے اور ابن حبان اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

مولانا عظیم آبادی غیر مقلد نے امام بخاریؒ کی طرف یہ نسبت کر کے انہوں نے ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح کہا ہے بہت غلط بات کی ہے۔ راقم الحروف ان غیر ملقدین حضرات کی خیانات وتحریفات ومخادعات بیان کرتے تھک جائے گا۔ صرف اسی ایک مسئلہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام میں ہگران حضرات کے یہ کارنامے ختم نہیں ہوں گے۔ غیر مقلدین کے مسلم بزرگ قاضی شوکانی مرحوم لکھتے ہیں۔

الحدیث اخرجہ، ایضاً احمد و البخاری فی جزء القراءۃ و صححہ و ابن حبان و الحاکم و البیہقی من طریق ابن اسحق (نیل الاوطار ۲۲۵ ج ۲)

اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی نکالا ہے اور امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں اور اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حبان وہ حاکم و بیہقی نے بھی ابن اسحٰق کے طریق سے روایت کیا ہے۔

یہ قاضی شوکانی صاحب ہیں جنہوں نے امام بخاریؒ کی طرف غلط نسبت کی ہے (سامحہ

اللہ تعالیٰ) جناب نواب صدیق حسنؒ خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں والبخاری فی جزء القراء ۃ وصححہ، (دلیل الطالب بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۲۶ ج ۳) اور اس حدیث کا اخراج امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ لیکر کے فقیر عجیب غیر مقلد ہیں (عفا اللہ عنہ) مشہور غیر مقلد عالم محمد اشرف سلیم صاحب لکھتے ہیں "امام ابوداؤدؒ نے اسے صحیح لکھا ہے (فرضیت سورۂ فاتحہ ص ۷، ناشر مکتبہ اصلاح انسانیت قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالا۔ امام ابوداؤدؒ نے ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح نہیں کہا چنانچہ مولانا مبارکپوری تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۴ ج ۱ میں لکھتے ہیں وسکت عنہ ابوداؤد۔ یعنی امام ابوداؤدؒ نے اس سے سکوت کیا ہے معلوم ہوا کہ صراحۃ امام ابوداؤدؒ سے تصحیح منقول نہیں (نوٹ) مولانا اثری نے الدرایہ میں جو ابن اسحٰق کے تفرد کو غیر حجۃ قرار دیا گیا ہے اسکو فتح الباری کی عبارت سے کہ ابن اسحٰق جب متفرد ہو تب بھی اس کی روایت حجت ہے بحوالہ ابکار المنن ص ۱۳۶ سے نقل کی ہے اور فتح الباری کی عبارت کی وجہ سے الدرایہ کی عبارت سے رجوع ثابت کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (توضیح ص ۲۴۳ ج ۱) اولاً تو فتح الباری کا صفحہ اور جلد نقل کرنا ضروری تھا ثانیاً فتح الباری ص ۱۷ ج ۴ باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع میں ہے وفی اسناد ها ابن اسحق و هو حجة فی المغازی لا فی الاحکام اذا خالف ۔ اس حدیث کی سند میں ابن اسحٰق ہے وہ تاریخ وغزوات میں تو حجت ہے مگر احکام میں حجت نہیں جب دوسرے راوی کی مخالفت کرے۔

۲) وابن اسحق حسن الحدیث الا انہ لا یحتج بہ اذا خولف (فتح الباری ص ۳۲ ج ۴) — اور ابن اسحٰق حسن حدیث والا ہے مگر جب اس کی مخالفت کی جائے دوسرے راوی کی طرف سے تو پھر قابل حجت نہیں۔

3) الدرایہ فتح الباری سے بہت بعد کی تصنیف ہے تو الدرایہ میں لکھی ہوئی بات سی فتح الباری کی عبارت کی وجہ سے رجوع کیسے ہو سکتا ہے۔ غیر مقلدین کا ذھن الٹا ذھن ہے۔

جھوٹ نمبر 9: مولانا ارشاد الحق صاحب کا امام ترمذیؒ کو ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح کہنے والوں شمار کرنا (توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱، ص ۳۵۱ ج ۲) یہ بھی جھوٹ ہے امام ترمذیؒ نے ابن اسحٰق کی حدیث کو صرف حسن کہا ہے (ملاحظہ ہو سنن الترمذی) مولانا مبارکپوریؒ لکھتے ہیں وقال الترمذی حسنٌ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۴ ج ۱) کہ امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ بلکہ مولانا ارشاد الحق صاحب خود لکھتے ہیں کہ امام ترمذی فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے (توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱)

کیا اچھا ہو کہ غیر پردہ کھولے۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

جھوٹ نمبر 10: مولانا ارشاد الحق صاحب کا یہ لکھنا کہ دار قطنیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح ص ۳۵۱ ج ۲) الجواب یہ بھی اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے امام دار قطنیؒ نے ابن اسحٰق کی حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ ابن اسحٰق کی حدیث کو صحیح ہرگز نہیں کہا۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب خود لکھتے ہیں کہ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں ھذا اسناد حسنٌ یہ سند حسن ہے (توضیح ص ۲۲۲ ج ۱) خبیث انگریز کا فرمان تھا کہ اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ تمہارے جھوٹ کو سچ سمجھ لیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔

سند کا صحیح ہونا اور چیز ہے۔ حدیث کا صحیح ہونا اور چیز ہے۔ جیسا کہ مولانا ارشاد الحق صاحب نے اس ضابطہ کو توضیح میں بار بار دہرایا ہے دیکھئے توضیح الکلام ص ۵۶۵ ج ۲، ۲۷۱ ج ۲، ص ۶۸۳ ج ۲۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ ہم پہلے حوالہ نقل کر آئے ہیں کہ کسی حدیث کے راویوں کا ثقہ یا حسن ہونا اور اسی بناء پر بسا اوقات اس کی سند کو حسن یا صحیح کہہ دینا اس حدیث کی صحت کی دلیل نہیں (توضیح الکلام ص ۴۸۵ ج ۲)۔

جھوٹ نمبر 11: امام حاکمؒ نے صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۳۵۱ ج ۲) یہ بھی جھوٹ ہے۔ المستدرک میں اسے "مستقیم الاسناد" کہا بلکہ خود اثری صاحب لکھتے ہیں "امام حاکمؒ نے بھی المستدرک میں اسے مستقیم الاسناد" کہا ہے (توضیح ص ۲۲۳ ج ۱) معلوم ہوا کہ سند کا مستقیم ہونا اور بات ہے۔ حدیث کا مستقیم ہونا اور بات ہے۔ کمامر۔

جھوٹ نمبر 12: المنذریؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (توضیح ص ۳۵۱ ج ۲) الجواب یہ بھی جھوٹ محض ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف خود لکھتے ہیں "علامہ منذریؒ نے تلخیص السنن ص ۳۹۰ ج ۱ میں امام ترمذیؒ کی تحسین نقل کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے (توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱)۔ علامہ منذریؒ کی صرف خاموشی کو وہ بھی صرف تحسین پر یہ کہہ لینا کہ انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، بہت بڑا جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 13: امام خطابیؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۳۵۱ ج ۲) الجواب یہ بھی جھوٹ ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں اسنادہ جید لا مطعن فیہ اس کی سند جید ہے جس میں کوئی طعن نہیں (معالم السنن ص ۳۹۰ ج ۱) توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱) تو امام خطابیؒ نے سند کو جید کہا ہے۔ حدیث کو جید نہیں کہا۔

جھوٹ نمبر 14: ابن حجرؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (توضیح جلد ۲ ص ۳۵۱)

الجواب: یہ بھی خالص جھوٹ ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص۲۴۲ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔

اخرجه البخاری فی جزاء القراءة و الترمذی و ابن حبان و غیر هما من روایته مکحول عن محمود بن الربیع الخ	اس کو امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں نکالا ہے اور ترمذیؒ و ابن حبانؒ و غیرھما مکحول عن محمود بن الربیع کے طریق سے روایت کیا ہے

حافظ ابن حجرؒ نے تو کسی سے اس کی روایت کی نہ تصحیح نقل کی ہے نہ تحسین۔ مولانا ارشاد الحق صاحب خود لکھتے ہیں" حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں رجالہ ثقات (الدرایہ ص۹۴) اور نتائج الافکار میں فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن (امام الکلام ص ۲۵۸) تو اس حدیث کو حافظ ابن حجرؒ نے حسن کہا ہے۔ صحیح نہیں کہا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ "حدیث کی صحت کا مدار رواۃ پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی راوی ضعیف ہے تو کوئی اسے صحیح کہتا ہے کہتا رہے۔ اس سے روایت صحیح نہیں ہو جاتی (توضیح ص۶۳ ج ۲)۔ جب اس روایت کی سند میں محمد بن اسحٰق کذاب اور دجال موجود ہے۔ جو شیعہ بھی ہے۔ قدری (تقدیر کا منکر بھی ہے) پھر اس میں مکحول متکلم فیہ ہے اور مدلس ہے روایت عن سے ہے پھر یہ روایت معارض بھی ہے۔ تو یہ سند کسی قانون حدیث سے صحیح نہیں ہو سکتی۔ فلھذا اس دجال کی روایت کی بناء پر مسلمانوں پر یہ فتویٰ لگانا کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ ابن اسحٰق شیعہ قدری ہونے کے ساتھ معتزلی بھی ہے۔ علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ احکام میں اس کی حدیث حجت نہیں تو نماز جیسی عبادۃ جو اھم العبادات ہے اس میں اس کی حدیث کس طرح قابل اعتبار ہو سکتی ہے بحث اپنے مقام پر باحوالہ آ رہی کہ ابن اسحٰق کا محدثین کرامؒ کے ہاں کیا مقام ہے اور مکحولؒ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ یہ ہے مکحول الشامی ابو عبداللہ ثقہ فقیہ کثیر الارسال مشہور من الخامسۃ (تقریب) ثقہ ہے فقیہ ہے بہت ارسال کرنے والا ہے۔ یعنی اکثر روایات اس کی منقطع ہیں۔ طبقہ خامسہ میں سے ہے اور طبقہ خامسہ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے یہ وضاحت کی ہے کہ ان کی صحابہ کرامؓ میں سے کسی صحابیؓ سے رویۃ (دیکھنا) نصیب ہوتا ہے۔ مگر روایت کرنا نصیب نہیں ہوتا۔ فلھذا مکحولؒ کی روایت حضرت محمودؓ بن الربیع سمیت کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں اس روایت پر باقی بحث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام آئے گی۔

جھوٹ نمبر 15: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلکہ امام احمدؒ کے استاذ امام شافعیؒ امام اوزاعیؒ اور امام اسحٰقؒ بھی جہری میں فاتحہ خلف الامام کے وجوب کے قائل ہیں جیسا کہ حصہ اول میں گزر چکا ہے (توضیح الکلام ص ۹۹ ج ۲) الجواب امام اسحٰقؒ سے جہری نماز میں

فرضیت فاتحہ خلف الامام کا کوئی قول ہر گز ثابت نہیں یہ مولانا ارشاد الحق صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔اس کے کئی حوالے ہم پیش کر سکتے ہیں۔حوالہ نمبر 1 مولانا مبارکپوریؒ (غیر مقلد) تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱ میں امام خطابیؒ کی معالم السنن سے نقل کرتے ہیں۔

وقال الزهری و مالک و ابن المبارک و احمد و اسحق یقرأ فیما اسر الامام و لا یقرأ فیما جهربه و قال سفین الثوری و اصحاب الرأی لا یقرأ خلف الامام جهراوا سر (انتهی کلام الخطابی)

کہ امام زہریؒ امام مالکؒ امام عبداللہ بن المبارک امام احمدؒ امام اسحٰقؒ یہ سب فرماتے ہیں کہ مقتدی سری نماز میں قراءۃ کرے اور جہری نماز میں قراءۃ نہ کرے اور امام سفیان ثوریؒ اور احنافؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی جہری اور سری دونوں نمازوں میں قراءۃ نہ کرے۔

حوالہ نمبر 2: علامہ حازمیؒ کتاب الاعتبار ص ۷۳ میں لکھتے ہیں۔

و ذهب بعضهم الی ان الماموم یقرأفی صلوة السر و یسکت فی صلوة الجهر و الیه ذهب الزهری و مالک و ابن المبارک و احمد بن حنبل و اسحق۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مقتدی سری نماز میں قراءۃ کرے اور جہری میں خاموش رہے یہی مذہب امام زہریؒ امام مالکؒ امام عبداللہؒ بن مبارک اور امام اسحٰقؒ کا ہے۔

حوالہ نمبر 3: قاضی شوکانیؒ (غیر مقلد) حدیث واذا قرأ فانصتوا کے تحت لکھتے ہیں۔

احتج بذالک ان المؤتم لا یقرأ خلف الامام فی صلوة الجهریة وهم زید بن علی و الهادی و القاسم و احمد بن عیسیٰ و عبید الله بن الحسن العنبری و اسحق ابن راهویه و احمد و مالک و الحنفیة لکن قال الحنفیة لا یقرأ خلف الامام لا فی سریة و لا فی جهریة (نیل الاوطار ص ۲۲۳ ج ۲)

کہ اس حدیث سے ان علماء نے حجت پکڑی ہے جو کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے جہری نماز میں قراءۃ نہ کرے اور وہ زید بن علیؒ۔ حادیؒ، قاسمؒ، احمدؒ بن عیسیٰؒ، عبید اللہؒ بن الحسن العنبریؒ، اسحٰقؒ بن راھویہ، امام احمدؒ، امام مالکؒ اور احنافؒ لیکن احنافؒ نے کہا کہ مقتدی سری و جہری دونوں نمازوں مین قراۃ بالکل نہ کرے۔

حوالہ نمبر 4: علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ بھی امام اسحٰق کو ان علماء میں شمار کرتے ہیں جو جہری نماز میں قراءۃ کے قائل نہیں (التمہید لابن عبدالبر ص ۲۸ ج ۱۱) حوالہ نمبر 5 ہمارے شیخ مکرم دام مجدھم احسن الکلام ص ۳۳۱ ج ا طبع دوم میں لکھتے ہیں "امام اسحٰق بن راھویہؒ المتوفی ص ۲۳۶ھ) امام بغویؒ، علامہ آلوسیؒ اور مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام موصوف جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ کے قائل نہ تھے۔ (معالم التنزیل ص ۲۲۴ ج ۳ روح المعانی ص ۱۳۵ ج ۹ اور تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۷ ج ۱) حوالہ نمبر 6۔ امام موفق الدین ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں۔

و جملة ذالک ان القراءة غير واجبة على العموم فيما جهر به الامام و لا فيما اسر به نص عليه احمد فی رواية الجماعة و بذالک قال الزهری و الثوری و ابن عيينة و مالک و ابو حنيفة و اسحق بن راهويه (مغنی ابن قدامه ص ۶۰۸ ج ۱ بحواله احسن الكلام ص ۶۲ ج ۱ طبع دوم)

کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا نہ جہری نمازوں میں واجب ہے نہ سری میں ایک بڑی جماعت نے امام احمدؒ سے اس کی تصریح نقل کی ہے اور امام زھریؒ، سفین ثوریؒ، سفین بن عیینہؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام اسحٰقؒ بن راھویہ کا مسلک اور مذھب ہے۔

قارئین کرام ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امام اسحٰقؒ جہری نمازوں میں قراءۃ کے سرے سے قائل ہی نہیں مگر اثری صاحب ان سے وجوب فاتحہ خلف الامام نقل کر رہے ہیں جو کہ خالص جھوٹ ہے اور بہتان ہے۔

جھوٹ نمبر 16 : مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ صحیح احادیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی جب غسل کر کے مسواک کر کے خوشبو لگائے، اچھے کپڑے پہن کر جمعہ کے لئے آئے اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو رکعتیں پڑھے **ثم انصت اذا خرج الامام حتى يصلی كانت كفارة لما بينهما** (کتاب القراءۃ ص ۸۴) وغیرہ

پھر جب امام آئے تو خاموش ہو جائے یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے تو دو جمعوں کے مابین یہ کفارہ ہوگا۔ یہاں بھی انصات کے معنی یہ قطعاً نہیں کہ امام کے نماز مکمل کرنے تک خاموش رہے جبکہ امام کے ساتھ تکبیر، ثناء، تسبیحات، تشہد وغیرہ بالاتفاق پڑھنے کا حکم ہے (توضیح الکلام ص ۲۰۷ ج ۲) الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب نے احادیث صحیح کہہ کر جھوٹ بولا ہے یہ احادیث صحیح نہیں ہیں کتاب القراءۃ بیہقی کی سندیوں ہے اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ انا احمد بن جعفر القطیعی نا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی نا اسمعیل بن ابراہیم عن محمد بن اسحٰق حدثنی محمد بن ابراہیم اس کی سند میں ایک راوی احمد بن جعفر القطیعی ہے جو مختلط الحدیث ہے خود مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں احمد بن جعفر قطیعی کو ابن الفرات وغیرہ نے مختلط کہا ہے مگر ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ انکا یہ قول غلو و اسراف ہے ابو بکر احمد بن جعفر اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث تھے (میزان ص ۸۷ ج ۱ تا ص ۸۸) مگر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں انکار الذھبی علی ابن الفرات عجیب فانہ لم ینفرد بذالک (لسان ص ۱۴۵ ج ۱) کہ علامہ ذھبی کا ابن الفرات پر انکار عجیب ہے جبکہ ابن الفرات اس حکم میں منفرد نہیں (توضیح الکلام ص ۴۵۶ ج ۲) (۲) پھر اس کی سند میں محمد بن اسحٰق مشہور دجال ہے مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام نوویؒ کی جرح۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ان میں ایک ابن اسحٰق بھی ہے (بحوالہ مقدمہ شرح مسلم) جواب بلاشبہ ابن اسحٰق الصحیح کی شروط کے مطابق نہیں (توضیح الکلام ص ۲۴۸ ج ۱) جب ابن اسحٰق کی حدیث صحیح نہیں تو صحیح احادیث کہاں سے آگئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "علامہ ذھبیؒ بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے علماء نے ابن اسحٰق کی حدیث سے بوجوہ استدلال سے اجتناب کیا ہے ان میں سے ایک اس کا شیعہ ہونا، قدریہ کی طرف منسوب ہونا اور مدلس ہونا ہے واما الصدق فلیس بمدفوع مگر صداقت اس سے مدفوع نہیں ہوتی (السیر ص ۳۹ ج ۳) (توضیح الکلام ص ۲۶۴ ج ۱) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں بلکہ خود

خطیبؒ نے اما کلام مالک فمشھو رالخ کے بعد لکھا ہے کہ تدلیس کے علاوہ چونکہ وہ قدریہ تشیع کی طرف بھی منسوب تھے اس بناء پر اہل علم نے ان پر کلام کیا ہے۔

فاما الصدق فلیس بمدفوع عنه (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱) مگر اس کا صادق ہونا مرتفع نہیں ہے۔

توضیح الکلام ص ۲۵۷ ج ۱ تا ص ۲۵۸) بہر حال ابن اسحٰق کی حدیث صحیح نہیں مکمل جرح ابن اسحٰق پر کہ یہ کذاب ہے دجال ہے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ تو احمد بن جعفر القطیعی مختلط الحدیث ہے۔ جس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور ابن اسحٰق شیر براس سند میں بھی موجود ہے دوسری سند اخبرنا ابو طاہر الفقیہ انا ابو حامد احمد بن محمد بن یحی بن بلال حدثنا ابو الازہر نا یعقوب ابن ابراہیم بن سعد نا ابی عن ابی اسحٰق حدثنی محمد بن ابراہیم التیمی عن عمران بن ابی یحی الخ کتاب القراءۃ ص ۸۴ طبع دھلی۔ اس سند میں عن ابی اسحٰق دراصل محمد بن اسحٰق ہے جو کہ مشہور دلا ہے۔ مگر ابراہیم بن سعد نے اس کو ابن اسحٰق کی بجائے عن ابی اسحٰق بنا دیا ہے اور ابن اسحٰق کو چھپانے کے لئے یہ ایسی کاروائی کرنیکا مریض نظر آتا ہے۔

(۲) اس سند میں ایک راوی ابو الازہر النیسابوری ہے جو کہ ثقہ ہے مگر بڑھاپے کی حالت میں بھول جاتا تھا۔ چنانچہ تھذیب ص ۱۱ ج ۱ تا ص ۱۲ میں ہے۔

وقال الحاکم ابو احمد ماحدث من اصل کتابه فهو اصح قال وکان قد کبر فربما یلقن تهزیب ص ۱۱ ج ۱ تا ص ۱۲

اور امام حاکمؒ ابو احمد نے فرمایا ہے کہ یہ راوی جب اصل کتاب سے حدیث بیان کرے تو وہ زیادہ صحیح ہوتی ہے یہ جب بوڑھا ہو گیا تو اکثر اوقات اسکو لقمہ دیا جاتا تھا۔

اور تھذیب ص ۱۳ میں ہے۔

وذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال یخطئ و کان ابن خزیمة اذا حدث عنه قال ثنا ابو الازھر من اصل کتابه.

ابن حبانؒ نے اسکو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ راوی خطاء کرتا ہے اور ابن خزیمہؒ جب اس سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے کہ ابو الازھر نے مجھے اصل کتاب سے حدیث بیان کی ہے۔

چنانچہ اس روایت میں جس کی بحث چل رہی ہے اس کے شاگرد نے نہیں بتایا کہ یہ روایت اس کی کتاب سے ہے یا اس کے حفظ کی بناء پر ہے فلھذا روایت مشکوک ہوگئی ہے۔ (۳) اس سند میں عمران بن ابی یحی کون ہے اس کا ترجمہ درکار ہے۔ فلھذا یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ جواب نمبر (۲) مولانا ارشاد الحق صاحب نے ثم انصت اذا خرج الامام حتی یصلی کا جو یہ معنی کیا ہے۔ کہ "پھر جب امام آئے تو خاموش ہو جائے یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے" تو یہ ترجمہ غلط ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ یہاں تک کہ امام نماز شروع کرے۔ فارغ ہو جائے والا معنی ایجاد بندہ ہے اور پھر اسی غلط ترجمہ کی بنیاد پر مولانا موصوف نے نتائج اخذ کیے ہیں۔ جو بالکل ہی غلط ہیں اگر راقم الحروف کا صحیح ترجمہ جو قواعد عربیہ کے مطابق ہے وہ اگر بیان کرتے تو ان برے نتائج ذکر کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ جواب نمبر (۳) صحیح مسلم ص ۲۸۳ ج ۱ میں ہے۔

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من اغتسل ثم اتی الجمعة فصلی ما قدرہ ثم انصت حتی یفرغ من خطبته ثم یصلی معه الخ.

کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غسل کر کے پھر جمعہ کو آتا ہے پھر نفل نماز پڑھتا ہے جو اس کے مقدر میں ہے پھر خاموش ہو جاتا ہے حتی کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر امام کیساتھ نماز پڑھتا ہے الخ۔

اس حدیث میں بہترین وضاحت ہے مگر ارشاد الحق صاحب حق کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے مذہب کیخلاف ہے انہوں نے بیہقیؒ و مبارکپوریؒ کی تقلید کرتے ہوئے حدیث کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے اپنے باطل مذہب کو سہارا دیا ہے۔(لاحول ولا قوۃ الا باللہ) صحیح بخاری شریف میں حضرت سلمانؓ فارسی سے مرفوعاً مروی ہے۔

ثم یصلی ما کتب له ثم ینصت اذا تکلم الامام الا غفر له ما بینه و ما بین الجمعة الاخری (بخاری شریف ص ۱۲۱ ج ۱)

کہ پھر نماز پڑھے جو اس کی قسمت میں لکھا ہوا ہے پھر خاموش ہو جائے جب امام کلام کرے یعنی خطبہ پڑھے مگر اس شخص کی مغفرت کردی جائیگی اس جمعہ سے لے کر دوسری جمعہ تک۔

اور بخاری شریف ص ۱۲۴ ج ۱ میں یہ الفاظ ہیں ثم اذا خرج الامام انصت غفر له ما بینه و بین الجمعة الاخری۔ بخاری شریف کی حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ انصات کا تعلق خطبہ سے ہے فلھذا اثری صاحب کی (پیش کردہ) روایات غلط ہیں سند کے لحاظ سے اور ان کے ترجمہ میں جناب اثری صاحب نے تحریف کا ارتکاب کیا ہے جو کہ ان کا آبائی پیشہ ہے۔

جھوٹ نمبر 17: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ "ہم تو ثابت کر آئے ہیں کہ امام معمرؒ جو بالاتفاق ثقہ اور زھریؒ کی روایت میں اثبت رُوات میں شمار ہوتے ہیں خود امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس کے تفرد پر کلام کیا ہے (توضیح الکلام ص ۳۶۳ ج ۲) مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں کہ "یہی ایک مقام نہیں اس کے علاوہ اور مقامات میں بھی امام معمرؒ سے خطاء ہوئی ہے جن میں چند ایک کی ہم نشاندہی کرتے ہیں مثلاً صحیح بخاری "باب الرجم بالمصلی" کے تحت امام بخاریؒ نے حضرت ماعز اسلمیؓ کو حد لگانے کا ذکر کرتے ہوئے بواسطہ عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن زھری ایک روایت ذکر کی ہے۔ جس کے آخری الفاظ یوں ہیں۔ فقال له النبی صلی اللہ علیہ

وسلم خیراً وصلی علیہ "امام بخاریؒ یہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

لم یقل یونس و ابن جریج عن الزهری فصلی علیه سئل ابو عبدالله صلی علیه یصح قال رواه معمر فقیل له رواه معمر قال لا (صحیح البخاری ص ۱۰۰۷ ج ۲)

یونسؒ اور ابن جریجؒ نے زہریؒ سے فصلی علیہ کے الفاظ نقل نہیں کئے امام بخاریؒ سے سوال کیا گیا کہ صلی علیہ کے الفاظ صحیح ہیں تو انہوں نے فرمایا معمرؒ نے یہ بیان کئے ہیں انہیں کہا گیا کہ معمرؒ کے علاوہ بھی کسی نے انہیں روایت کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔

اندازہ فرمایئے یہاں بھی امام بخاریؒ واشگاف الفاظ میں معمرؒ کے تفرد کی نشاندہی فرماتے ہیں حضرت ماعز اسلمیؓ پر آپ نے نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں سر دست ہمیں اس سے بحث نہیں بلکہ بتلانا یہ ہے کہ "صلی علیہ" کے الفاظ کو امام بخاریؒ نے معمرؒ کا تفرد قرار دیا ہے (توضیح ص ۱۲۳ ج ۱ تا ۱۲۴) الجواب مولانا اثری کا یہ کہنا کہ امام بخاریؒ نے معمرؒ کے تفرد پر کلام کیا ہے بالکل سفید جھوٹ ہے۔ اس طرح اثری کا یہ کہنا کہ اس مقام پر امام معمرؒ سے خطاء ہوئی ہے۔ یہ بھی دروغ خالص ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ نے اس مقام پر معمرؒ کے تفرد کو قبول کیا ہے۔ جس کی وجہ سے امام بخاریؒ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

وابو عبدالله هو البخاری وقد اعترض علیه فی جزمه بان معمراً روی هذه الزیادة مع ان المنفرد بها انما هو محمود بن غیلان عن عبدالرزاق وقد خالفه العدد الکثیر من الحفاظ فصرحوا بانه لم یصل علیه لکن ظهر لی ان البخاری قویت عنده روایة محمود بالشواهد الخ فتح الباری ص ۱۳۱ ج ۱۲)

اور امام بخاریؒ پر اعتراض کیا گیا ہے ان کے اس یقین کرنے پر کہ اس زیادہ کے ساتھ معمر منفرد ہے۔ حالانکہ تفرد محمود بن غیلان کا ہے اور محمود بن غیلان کی بہت سے حفاظ حدیث نے مخالفت کرتے ہوئے لم یصل علیہ کے الفاظ روایت کیے ہیں لیکن مجھ (ابن حجرؒ) کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ امام بخاریؒ کے ہاں محمود بن غیلان کی روایت فصلی علیہ قوی ہے شواہد کی بناء پر الخ پھر حافظ ابن حجرؒ نے اسکے شواہد بیان کئے ہیں۔

مولانا عبدالرحمنؒ مبارکپوری (غیر مقلد) نے بھی تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۱ ج ۲ میں حافظ ابن حجرؒ سے یہ عبارت نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ

واعترض على البخاری فی جزمه بان معمراً روی هذه الزيادة واجيب بان معمراً من الثقات المامونين و الفقهاء المتقين الورعين و من رجال الكتب السنة و مثل هذا تقبل زيادته و انفراده بها (عمدة القاری شرح البخاری ص ۲۹۶ ج ۲۳)

اور امام بخاریؒ پر اعتراض کیا گیا ہے ان کے اس یقین کرنے پر کہ اس زیادۃ وصلی علیہ کو معمرؒ نے روایت کیا ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ بے شک معمرؒ ثقہ اور مامون راویوں میں سے ہے اور فقہاء متقی اور پرہیزگاروں میں سے ہے اور صحاح ستہ کا راوی ہے اس جیسے راوی کی زیادت اور تفرد قابل قبول ہے۔

قارئین کرام صلی علیہ کی زیادہ صحیح ہے یا خطاء ہے ہمیں سردست اس سے بحث نہیں بلکہ بتانا یہ ہے کہ یہ تفرد محمود بن غیلان کا ہے جوانہوں نے عبدالرزاق عن معمر کے طریق سے اس زیادہ کو بیان کیا ہے۔ ورنہ معمرؒ سے لم یصل روایت کیا گیا ہے۔ (۱) ترمذی ص ۲۶۴ ج ۱ میں الحسن بن علی الخلال ثنا عبدالرزاق ثنا معمر عن الزهری الخ کے طریق سے ولم یصل علیہ مروی ہے۔ وقال هذا حديث حسن صحيح (۲) امام بیہقیؒ بھی بطریق احمد بن منصور الرمادی ثنا عبدالرزاق انباء معمر عن الزهری الخ کے طریق سے ولم یصل علیہ روایت کیا ہے امام بیہقیؒ کے نزدیک خطاء معمرؒ کی نہیں بلکہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ ورواه البخاری عن محمود بن غیلان عن عبدالرزاق وقال فصلی علیہ وهو خطاء (سنن بیہقی ص ۳۸۰ ج ۸ حدیث نمبر ۱۶۹۵۵ کہ امام بخاریؒ نے محمود بن غیلان عن عبدالزاق سے روایت کیا ہے۔ فصلی علیہ اور وہ خطاء ہے۔ مزید تفصیل فتح الباری میں ملاحظہ کریں۔ اثری صاحب معمرؒ کی دشمنی میں (اتنا) اندھا ہو گیا ہے۔ کہ ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے۔ جہاں بے چارے معمرؒ سے خطاء نہیں ہوئی وہاں بھی اثری صاحب معمرؒ کے سر خطاء تھوپ رہے ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔

مبارکپوری صاحب (غیر مقلد) لکھتے ہیں اور انہیں معمر نے حدیث ماعز میں لفظ وصلی علیہ زیادہ کیا ہے مگر اس زیادۃ کے خطاء ہونے کا ظن غالب ہے پھر آگے مبارکپوری صاحب علامہ زیلعیؒ کی عبارت پیش کرتے ہیں جس کا انہوں نے ترجمہ نہیں کیا ملاحظہ ہو)۔

وفی موضع یغلب علی الظن خطاھا کزیادۃ معمر فی حدیث ماعز الصلوۃ علیه رواھا البخاری فی صحیحه و سئل ھل رواھا غیر معمر فقال لا وقد رواہ اصحاب السنن الاربعة من معمر و قال فیه ولم یصل علیه فقد اختلف علی معمر فی ذالک والراوی عن معمر ھو عبدالرزاق وقد اختلف علیه ایضاً والصواب انه قال ولم یصلی علیه انتھیٰ (تحقیق الکلام ص ۳۹ ج ۱)

اور کسی مقام پر زیادۃ راوی کے خطاء ہونیکا ظن غالب ہوتا ہے۔ جیسا کہ معمرؒ کی زیادۃ وصلی علیہ جس کو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے امام بخاریؒ سے سوال کیا گیا کہ معمرؒ کے علاوہ بھی کسی راوی نے یہ زیادۃ روایت کی ہے تو امام بخاریؒ نے فرمایا نہیں جبکہ سنن اربعہ والوں نے معمرؒ سے ولم یصلی علیہ روایت کیا ہے۔ معمرؒ سے راوی عبدالرزاق ہے اور عبدالرزاق سے راوی مختلف روایت کرتے ہیں اور درست بات یہ ہے کہ معمرؒ نے لم یصل علیہ روایت کیا ہے۔

تو مبارک پوری صاحب نے ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ حضرت زیلعیؒ کا فیصلہ ان کے خلاف پڑتا تھا۔ س لئے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے عربی میں عبارت پیش کردی تاکہ عوام کالانعام یہ سمجھیں یہ عربی مبارکپوری کے حق میں ہے۔ اس طرح کی دھوکہ بازی تحقیق الکلام میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ جبکہ تحفۃ الاحوذی میں مبارکپوری صاحب نے حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کو قبول کیا ہے۔ یہ تفرد معمر کا نہیں بلکہ محمود بن غیلان کا ہے اور محمود بن غیلان کا یہ تفرد خطاء

نہیں بلکہ شواہد کی بناء پر امام بخاریؒ کے ہاں قوی ہے۔ شواہد حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور مبارکپوری نے بحوالہ ابن حجر تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۱ ج ۲ میں ذکر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینا جائز نہیں۔

جھوٹ نمبر 18: فانتھی الناس کے جملہ کے بارہ میں مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "حالانکہ ائمہ ناقدین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ جملہ امام زہریؒ کا مدرج ہے (توضیح الکلام ص ۳۶۸ ج ۲)

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں محدثین سابقین بالاتفاق اسے زہریؒ کا قول کہتے ہیں اور عموماً علمائے احناف محض مسلکی حمیت میں اسے حضرت ابو ہریرہؓ کا قول قرار دیتے ہیں (توضیح ص ۳۷۳ ج ۲) الجواب امام مالکؒ نے اس حدیث کو موطا مالک میں روایت کیا ہے اور زہریؒ کا مدرج نہیں کہا بلکہ اس حدیث کی بناء پر اپنے مذہب کا دارومدار رکھتے ہوئے جہری نمازوں میں قراءۃ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں۔ (۲) امام شافعیؒ نے بھی اس حدیث کو امام مالکؒ سے روایت کیا ہے اور زہریؒ کے متعلق اس جملہ کے مدرج ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ التلخیص الحبیر میں فرماتے ہیں اخرجہ الشافعی عن مالک (بحوالہ امام الکلام ص ۱۶۵) (۳) امام محمدؒ نے بھی اس حدیث کو امام مالکؒ سے روایت کیا ہے اور فانتھی الناس کے جملہ کو امام زہریؒ کا مدرج نہیں کہا۔ موطا محمد ص ۹۰ تا ص ۹۳) (۴) امام احمدؒ نے امام مالکؒ والی حدیث جو ان کے موطا میں ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی پر پڑھی تو انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ اس پر سکوت فرمایا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی قال قرات علی عبدالرحمٰن مالک عن ابن شھاب الخ (مسند احمد ۳۰۱ ج ۲ تا ۳۰۲) (۵)

امام نسائیؒ نے اس حدیث کو فانتھی الناس کے جملہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور زہریؒ کا مدرج قرار نہیں دیا۔ دیکھو (نسائی ص ۱۴۶ ج ۱ ترک القراء خلف الامام فیما جھر بہ) (۶) امام ابن ماجہؒ نے فانتھی الناس کے جملہ کے بجائے قال فسکتو ابعد فیما جھر فیہ الامام (ابن ماجہ ص ۶۱) کا جملہ روایت کیا ہے اور اس کو زہریؒ کا مدرج قرار نہیں دیا۔

7) علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

وقوله فانتهى الناس وان كان الزهرى قاله فقد رواه معمر عن الزهرى قول ابى هريرة واى تناف بين الامرين بل كلاهما صواب قاله ابو هريرة كما قال معمر وقاله الزهرى كما قال هولاء وقاله معمر ايضاً كما قاله ابو داؤد (تهذيب السنن لا بن القيم ص ۳۹۲ ج ۱)

کہ جملہ فانتہی الناس (پس لوگ قراءۃ کرنے سے رک گئے) اگر زہریؒ نے کہا ہے تو بے شک معمرؒ نے زہریؒ سے حضرت ابوہریرہؓ کا فرمان بھی نقل کیا ہے اور ان دونوں میں کونسا تضاد ہے۔ بلکہ دونوں قول صحیح ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کا قول ہے جیسا کہ معمر کی روایت میں ہے اور زہریؒ نے بھی کہا ہے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں اور معمرؒ نے بھی کہا ہے جیسا کہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں۔

8) مولانا لکھنویؒ لکھتے ہیں۔

ان هذا الكلام سواء كان من كلام ابى هريرة اور من كلام الزهرى اوغيرهما يدل قطعاً على ان الصحابة تركوا القراءة خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يجهر فيه وهذا كاف للاستنادبه (امام الكلام ص ۱۲۷ تا ص ۱۲۸)

کہ بے شک یہ کلام برابر ہے کہ فانتہی الناس کا جملہ حضرت ابوہریرہؓ کی کلام سے ہو یا ان کے سوا کسی کی کلام سے ہو یقینی طور پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جہری نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ چھوڑ دی تھی اور سند کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

بہر حال اثری صاحب کا یہ کہنا کہ فانتہی الناس کا جملہ زہریؒ کا مدرج ہے اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے۔ یہ اتفاق والی بات خالص جھوٹ ہے۔

9) علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد نے ابن اسحٰق کی حدیث کو منسوخ اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث جس میں فانتہی الناس آتا ہے۔ اس کو ناسخ بنایا ہے اور عنوان "نسخ القراءۃ وراء الامام فی الجہریۃ" کے تحت ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۹ تا ص ۸۰ اور پھر صفۃ صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ص ۸۰ کے حاشیہ میں فانتہی الناس والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں مالک والحمیدی والبخاری **فی جزئہ و ابو داؤد**

المحاملی (1/139/6) وحسنه الترمذی وصححه ابو حاتم الرازی و ابن حبان و ابن القیم (یعنی اس حدیث کو امام مالکؒ امام حمیدیؒ، امام بخاریؒ نے اپنے جزء القراءۃ میں اور امام ابوداؤدؒ اور محدث محاملیؒ نے ص۱۳۹ ج ۶) (ق ۱) میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن اور امام ابوحاتم الرازیؒ اور امام ابن حبانؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے صحیح قرار دیا ہے اور ملا علی قاریؒ وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ چنانچہ تحقیق الکلام ص ۴۷ ج ۱ میں ہے کہ بعض علمائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ عبادہؓ کی یہ (ابن اسحٰق) کی حدیث منسوخ ہے اور اسکی ناسخ ابوھریرہؓ کا وہ حدیث ہے جس کو ابن اکیمہ لیثی نے روایت کیا ہے کیونکہ عبادہ کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث بعد اسلام ابو ہریرہؓ کے اور ابو ہریرہؓ عام خیبر میں حاضر ہوئے۔ الخ چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں ولعل ھذا (ای حدیث ابی ھریرۃ من طریق ابن اکیمۃ) ھو الناسخ لما تقدم لان اباھریرۃ متاخر الاسلام انتھی (تحقیق الکلام ص ۸۷ ج ۱) پھر مبارکپوری صاحب نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ مگر راقم الحروف کے نزدیک جب ابن اسحٰق کی حدیث صحیح ہی نہیں تو پھر اس کو منسوخ کرنے کی کیا ضرورت ہے ابن اسحٰق اور اس کی حدیث پر بحث اپنے مقام پر آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ ابن اسحٰق کی حدیث کو غیر ثابت اور منقطع قرار دے چکے ہیں، کما مرہ۔

جھوٹ نمبر 19: مولانا ارشاد الحق صاحب نویں حدیث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام (کتاب القراءۃ ص ۴۷)

یعنی حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

امام بیہقیؒ اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

هذا اسناد صحيح والزيادة التي فيه كالزيادة التي في حديث مكحول وغيره فيهي عن عبادة بن الصامت صحيحة مشهورة من اوجه كثيرة (كتاب القراءة ص ۴۷)

یہ سند صحیح ہے اور اس میں جو زیادتی (خلف الامام کی) ہے وہ اسی زیادۃ کی طرح ہے۔ جو مکحول وغیرہ کی روایت میں ہے (جس میں صبح کی نماز کا قصہ ہے اور مقتدی کو پڑھنے کا حکم ہے) پس یہ حضرت عبادہؓ بن صامت سے کئی طرق سے مشہور ہے اور صحیح ہے۔

علامہ علی" متقی حنفی اسی روایت کے متعلق نقل فرماتے ہیں۔

اسناده صحيح والزيادة التي فيه صحيحة مشهورة من اوجه كثيرة (كنز العمال ص ۱۱۲ ج ۸ رقم ۲۲۱۴۰) توضيح الكلام ص ۳۸۶ ج ۱)

اس کی سند صحیح ہے اور اس میں جو زیادۃ ہے وہ کئی طرق سے صحیح اور مشہور ہے۔

پھر اثری صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں ان دونوں جلیل القدر محدثین کی رائے اسنادہ صحیح کے بعد محض ظن وتخمین سے اس کے راویوں پر تبصرہ فضول ہے۔ (توضیح ص ۳۸۶ ج ۱) لیکن یہاں تو دو محدث اس کی سند کو صحیح فرماتے ہیں لہٰذا بلا دلیل کسی پر جرح فضول ہے (حاشیہ توضیح ص ۳۸۷ ج ۱) الجواب: علامہ علی متقی" محض ناقل ہیں ان کی رائے یہ قرار دینا کہ وہ اس حدیث کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ خالص جھوٹ ہے۔ علامہ متقیؒ نے کنز العمال میں ہر قسم کی وطب ویابس روایات کو جمع کیا ہے۔ اس میں موضوع (من گھڑت) ضعاف وصحاح سب جمع ہیں تو یہاں انہوں نے امام بیہقیؒ کی تمام عبارت کو نقل کیا ہے۔ کچھ عبارت چھوڑ دیتے تو اثری صاحب یہ اعتراض کرتے کہ حنفی محدث نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور کچھ عبارت چھوڑ دی ہے۔ وہ اس میں محض ناقل ہیں وہ کنز العمال میں جمع شدہ روایات پر خود جرح یا تصحیح نہیں کرتے۔ ہاں کسی محدث کا اس روایت کے بارے میں قول منقول ہو تو اس کو نقل کرتے ہیں۔ اس لئے مولانا اثری کے بزرگ مولانا مبارکپوریؒ نے امام بیہقیؒ کی اس حدیث کا حوالہ کنز العمال سے پیش کیا ہے۔

مگر یہ کہنے کی جراۃ نہیں کی کہ علی متقیؒ بھی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں دیکھئے (تحقیق الکلام ص ۹۸ ج ۱ آٹھویں حدیث)۔ مولانا مبارکپوری اور مولانا اثری کا یہ حق بنتا تھا کہ وہ اس روایت کے راویوں کی توثیق کرتے اور ان کو عادل وصادق ثابت کرتے۔ (مگر وہ نہیں کر سکے یہ) ان کی طاقت سے باہر تھا۔ مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں امام بیہقیؒ اگرچہ ایک مشہور محدث ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہو سکتا (تحقیق الکلام ص ۳۶ ج ۲) مگر یہاں ان کا اس روایت کی تصحیح کرنا آپ کے حق میں تھا۔ فلھذا اب ان کی تصحیح معتبر ہوگئی ہے۔ حالانکہ یہ تصحیح ان کی بلا دلیل ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

واصل مذهبنا انا لا نقبل خبر المجهولين حتى يوفوا بالشرائط التى توجب قبول خبرهم قال الشافعیؒ لم يكلف الله احدا ان يأخذ دينه عن من لا يعرفه الخ كتاب القراءة ص ۲۹ تحت نمبر ۳۱۷)

کہ اصل مذہب ہمارا یہ ہے کہ ہم مجہول راویوں کی خبر کو قبول نہ کریں۔ حتیٰ کہ محدثین کرامؒ کی شرائط کے تحت پہنچانے جائیں جنکی وجہ سے ان کی حدیث کو قبول کرنا ضروری ہو جائے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس بات کا مکلف نہیں بنایا کہ وہ مجہول راویوں سے اپنا دین حاصل کرے۔

(۲) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

واذا كنا لا نقبل روايته المجهولين فكيف نقبل رواية المجروحين لا نقبل من الحديث الا رواه من ثبتت عدالته و عرف بالصدق رواته (كتاب القراءة ص ۱۳۲ تحت نمبر ۳۱۸)

کہ اور ہم جب مجہول راویوں کی روایت قبول نہیں کرتے تو مجروح راویوں کی روایت کیسے قبول کریں گے۔ ہم صرف ان راویوں کی روایت قبول کرتے ہیں جن کی عدالت ثابت ہو اور سچائی کے ساتھ مشہور ہوں۔

فكيف يقبل من قوم لم يثبت عدالتهم بل اشتهروا برواية المناكير الخ (كتاب القراءة ص ۱۳۸ تحت نمبر ۳۲۸)

پس حدیث ان راویوں سے کیسے قبول کیجائیگی جن کی عدالت ثابت نہیں بلکہ منکر روایت کرنے کیساتھ مشہور ہیں۔

ولسا نقبل رواية المجهولين (کتاب القراءة ص ۱۷۳ تحت نمبر ۴۰۹)

ہم مجہول راویوں کی روایت قبول نہیں کرتے

امام بیہقیؒ کی ان عبادات ودعادی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجہول اور ضعیف راویوں کی حدیث قبول نہیں کرتے اب ذرا ہم ان دعادی کا جائزہ لیتے ہیں کہ انکی یہ بات کس حد تک درست ہے۔

1) امام بیہقیؒ اپنی سند سے ایک روایت پیش کرتے ہیں۔

عن جعفر بن الزبیر عن القاسم عن ابی امامة قال قائل یا رسول الله افی کل صلوة قراءة قال نعم ذالک واجب وھذا شاھد روایة ابی امامة فی رفع حدیث ابی ھریرة (کتاب القراءة ص ۱۰ نمبر ۱۳)

کہ جعفر بن الزبیر نے قاسم عن ابی امامہؓ سے روایت کی ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر نماز میں قراءۃ ہے فرمایا ہاں یہ واجب ہے اور یہ روایت ابوامامہؓ کی حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت کا شاہد ہے۔

اب قارئین کرام ملاحظہ فرماویں کہ امام بیہقیؒ نے کیسی عجیب سند سے یہ روایت پیش کی ہے جعفر بن الزبیر اس راوی کے بارے میں امام شعبہ فرماتے ہیں اکذب الناس (لوگوں میں سے زیادہ جھوٹا) نیز فرماتے ہیں۔

وضع علی رسول الله صلی الله علیه وسلم اربعمائة حدیث کذب (تھذیب التھذیب ص ۹۱ ج ۲) و میزان الاعتدال ص ۴۰۶ ج ۱) روای جعفر عن القاسم عن ابی امامة نسخة موضوعة (تھذیب ص ۹۲ ج ۲)

اس راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چار سو من گھڑت جھوٹی روایتیں منسوب کی ہیں اور اس راوی جعفر نے قاسم عن ابی امامہ سے ایک جھوٹا نسخہ (یعنی کتاب) روایت کیا ہے۔

یہ روایت جو حضرت بیہقی صاحب نے پیش کی ہے اسی نسخہ سے ہے چنانچہ علامہ ذھبیؒ بھی روایت ذکر کرتے ہیں۔**وبه یا رسول الله افی کل صلوة قراء ة قال نعم ذالک واحب** (میزان ص ۴۰۶ ج ۱) ہم نے باقی سند کے راویوں پر جرح ذکر نہیں کی اتنی کافی ہے۔علامہ البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں واقول جعفر ھذا وضاع (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص ۲۷ ج ۲) میں البانی کہتا ہوں۔کہ یہ جعفر بہت جھوٹی روایتیں گھڑنے والا ہے۔اب قارئین کرام یہ سوچیں گے کہ امام بیہقی اتنا مشہور محدث وسیع المطالعہ اس کی نظر سے جعفر بن الزبیر کا معاملہ کیسے مخفی رہا۔تو حقیقت یہ ہے کہ حضرت بیہقی نے جان بوجھ کر یہ جھوٹی روایت اپنے مذہب کو سہارا دینے کیلئے ذکر کی ہے۔ورنہ جعفر بن الزبیر کے حالات سے وہ اچھی طرح واقف ہیں۔چنانچہ امام بیہقی ایک مقام پر اس جعفر پر یوں جرح کرتے ہیں۔وقال البیہقی ضعیف جدا (سنن بیہقی ص ۴۰۹ ج ۷ طبع بیروت) اور بیہقی نے کہا کہ یہ جعفر سخت ضعیف ہے (من کذب علی متعمد افلتبو اُمقعدہ من النار) یہ متواتر حدیث ہے۔اللہ تعالیٰ مذھبی تعصب سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

2) امام بیہقی اپنی سند سے:

یعقوب بن سفین حدثنی سلیمن بن سلمة الحمصی نا المئو مل بن عمر ابو قعنب القینی نا یوسف ابو عنبسة خادم ابی امامة قال سمعت ابا امامة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یقراء خلف الامام فصلوته خداج (کتاب القراء ة ص ۶۳ تا ص ۶۴ نمبر ۱۳۵)

حضرت امام بیہقی اپنی سند سے سلیمن بن سلمہ الحمصی، المئو مل بن عمر، یوسف ابو عنبسہ خادم حضرت ابو امامہؓ کہ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قراء ۃ نہ کی اس کی نماز ناقص ہے۔

قارئین کرام اب اس سند کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔(۱) سلیمن بن سلمہ الحمصی

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

سليمن بن سلمة الخبائري ابوايوب الحمصي (الیٰ) وسمع منه ابو حاتم وما حدث عنه وقال متروک لا يشتغل به وقال ابن الجنيد كان يكذب ولا احدث عنه بعد هذا و قال النسائي ليس بشيء (ميزان ص ۲۰۹ ج ۲ تاص ۲۱۰)

کہ اس راوی سے امام ابو حاتمؒ نے بھی سنا ہے لیکن اس سے حدیث بیان نہیں کی اور فرمایا کہ یہ متروک الحدیث ہے اس کے پاس وقت ضائع نہ کیا جائے اور محدث ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی جھوٹ بولتا تھا اور میں اس سے روایت نہیں کرتا اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں یہ راوی لیس بشیء ہے۔

علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

سليمن بن سلمة الخبائري وهو متروک قلت و ذالک لا نه متهم قال ابن الجنيد كان يكذب و ساق له الذهبيؒ حديثا و قال هذا موضوع (سلسلة الاحاديث الضعيفة و الموضوعة ص ۵۵ ج ۲)

کہ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں سلیمن بن سلمہ الخبائری متروک ہے میں البانی کہتا ہوں کیونکہ یہ متھم ہے محدث ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی جھوٹ بولتا تھا اور علامہ ذہبیؒ نے اس راوی کی حدیث بیان کر کے کہا کہ یہ موضوع ہے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں سلیمن بن سلمہ الخبائری کے بارے میں لکھتے ہیں" اور اسے امام ابو حاتمؒ نے متروک کہا ہے اور ابن الجنید فرماتے تھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے امام نسائیؒ نے لیس بشی کہتے ہیں (میزان ص ۲۰۹ ج ۲) اومولف احسن الکلام نے اعتراف کیا ہے کہ متروک اور کان یکذب" کے الفاظ جس راوی کے بارہ میں ہوں اس کی روایت استشھاد کے بھی قابل نہیں (احسن ص ۱۲۶ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۶۶۲ ج ۲ تا ص ۶۶۳) لیکن افسوس کہ حضرت بیھقی نے اس کو شواہد میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس روایت کی سند میں اور بھی خرابی ہے۔ مؤمل بن عمر اور یوسف ابوعنبسہ دونوں مجہول ہیں چنانچہ مولانا حافظ زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں "اس روایت کی سند کے دو راویوں نمبر 1 مؤمل بن عمر ابو قعنب العتمی اور نمبر 2 یوسف ابوعنبسہ خادم

ابی امامہ کے حالات مجھے معلوم نہیں ہیں (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۱ طبع اول جنوری ۱۹۹۷ء)

قارئین کرام اندازہ کریں کہ حضرت بیہقی جھوٹے اور مجہول راویوں سے اپنا دین حاصل کر رہے ہیں دعویٰ کیا کیا تھا اور دعویٰ مگر عمل اس کے الٹ ہو رہا ہے۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔

یہ تو ابھی ابتداء عشق ہے روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

(۳) حضرت بیہقی فرماتے ہیں۔

وابن اکیمة یقال لـه عمار ویقال عمارة وهو رجل مجهول لم یروعنه غیر الزهری. اخبرنا ابو سعید یحی بن محمد بن یحی الحاکم الاسفرائنی اخبرنا ابو بحر محمد بن الحسن بن کوثر نا بشر بن موسیٰ قال قال الحمیدی فی حدیث ابن اکیمة هذا حدیث رواه رجل مجهول لم یرو عنه غیره قط (کتاب القراءۃ ص ۱۲۱ نمبر ۳۰۲)

اور راوی ابن اکیمہ جس کو عمار اور عمارۃ کہا جاتا ہے وہ مجہول شخص ہے اس سے زہریؒ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔ ہمیں خبر دی ابو سعید یحی بن محمد الاسفرائنی نے کہ انہوں نے کہا ہمیں ابو البحر محمد بن الحسن بن کوثر نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں بشیر بن موسیٰ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ امام حمیدیؒ نے ابن اکیمہؒ کی حدیث کے متعلق کہا اس حدیث کو مجہول شخص نے روایت کیا اسکے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

حضرت امام بیہقیؒ نے اپنے مذہب کی حمایت میں دو جرم اکا ارتکاب کیا ہے۔ (۱) ابن اکیمہ ثقہ تھا اور اس کی حدیث صحیح تھی۔ تو امام بیہقیؒ نے ابن اکیمہؒ کو مجہول کہہ دیا۔ (۲) امام حمیدیؒ سے بھی ابن ااکیمہؒ کا مجہول ہونا نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس کی سند میں ابو البحر محمد بن کوثر ہے جو کہ کذاب ہے دیکھئے میزان الاعتدال ص ۵۱۹ ج ۳ و تاریخ بغداد ص ۲۰۹ ج ۲ و لسان المیزان) جبکہ امام حمیدیؒ نے ابن اکیمہؒ کی حدیث روایت کی ہے اور جرح نہیں کی۔

ابن اکیمہؒ کی ثقاہت کے دلائل

امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں صالح الحدیث مقبول ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ابن اکیمہؒ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی ہے کل عمر ۷۹ سال تھی۔ محدث ابن حبانؒ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ محدث ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ بعض راوی مشہور نہیں ہوتے مگر ثقہ اماموں نے ان سے

روایت کیا ہوتا ہے۔ اس لئے ان راویوں پر جرح نہیں کی جاتی اوان کی روایت کو برداشت کیا جاتا ہے ان میں سے ابن اکیمہ بھی ہے امام یحیٰؒ بن معین فرماتے ہیں۔ کہ تجھے زہری کا یہ قول کافی ہے کہ ابن اکیمہؒ حضرت سعید بن میتب کو حدیثیں سنا رہے تھے۔ اس ابن اکیمہؒ سے زہری کے علاوہ محمد بن عمرو بھی روایت کی ہے اور زہریؒ نے اس سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک قراءۃ خلف الامام میں جو مشہور حدیث ہے دوسری غزوات میں اور امام یحیٰ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں عمارۃ بن اکیمہ ثقۃ اور یعقوبؒ بن سفیان فرماتے ہیں من مشاہیر التابعین بالمدینۃ محدث ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ سعیدؒ بن المسیب جیسے جلیل القدر شخص کا اس کی حدیثیں سننا اور توجہ کرنا یہ دلالت کرتا ہے کہ ابن اکیمہؒ ان تابعین کرامؒ کے ہاں جلیل القدر تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۱۰ ج ۷ تا ص ۴۱۱) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ثقۃ من الثالثۃ (تقریب) علامہ احمد محمد شاکرؒ (غیر مقلد) ابن اکیمہؒ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح (تعلیقات ترمذی ص ۱۱۹ ج ۲) نیز فرماتے ہیں۔

فمن زعم جھالته، قوله مردود و مالک الحجة فی رجال المدینة و احادیثھم (تعلیقات ترمذی ص ۱۲۰ ج ۲)

پس جس شخص نے ابن اکیمہؒ کی جہالت کا گمان کیا اس کا قول مردود ہے امام مالکؒ مدینہ منورہ کے راویوں اور ان کی حدیثیں بیان کرنے میں ہمارے لئے حجت ہیں۔

مولانا مبارکپوری غیر مقلد ابن اکیمہؒ کی حدیث جزء القراءۃ سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس روایت کی سند بہت صحیح ہے (تحقیق الکلام ص ۱۱۸ ج ۲) نیز فرماتے ہیں ابن اکیمہ اللیثی ثقۃ (ابکار المنن ص ۲۴) نیز فرماتے ہیں ثقۃ من اوسط التابعین (تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۴ ج ۱) مولانا عظیم آبادیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

قال ابو حاتم صحیح الحدیث و فی التقریب و شرح الزرقانی علی الموطا ثقة (عون المعبود ص ۳۰۶ ج ۱)

یعنی ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ابن اکیمہ صحیح حدیث والا ہے اور تقریب ابن حجرؒ میں اور شرح موطا زرقانیؒ میں ہے کہ ابن اکیمہؒ ثقہ ہے۔

اور علامہ البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں حسنہ، الترمذی صححہ، ابو حاتم الرازی وابن حبان وابن القیم (حاشیہ صفۃ صلوۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ص ۸۰ کہ ابن اکیمہؒ کی حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن اور ابو حاتمؒ اور ابن حبانؒ اور ابن قیمؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام بیہقیؒ نے محدث ابن خزیمہؒ سے بھی نقل کیا ہے۔ ابن اکیمہ رجل مجہول (کتاب القراءۃ ص ۱۲۱) مگر یہ نسبت ابن خزیمہؒ کی طرف بھی غلط نظر آتی ہے بلکہ محدث ابن خزیمہؒ نے ابن اکیمہؒ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ برادرم محترم مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں وصححہ ابن خزیمۃ (حسن الاثر ص ۶۶) خاتمۃ الکلام ص ۲۷۸) بہر حال امام بیہقیؒ کا ابن اکیمہؒ کو مجہول کہنا مردود ہے۔ تعجب ہے کہ جب ان کے خلاف کسی روایت میں کوئی ثقہ راوی ہو تو وہ مجہول بن جاتا ہے اور جب ان کے موافق روایت میں مجہول راوی ہو تو اس کی سند صحیح ہو جاتی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) (۴) ابو الصلت الہروی رافضی خبیث کذاب کے طریق سے صحابہ کرامؓ کا نبی کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سکتات میں قراءۃ کرنے کا ذکر ہے۔ جھوٹ نمبر 3 کے تحت ہم اس کی سند پر بحث کر چکے ہیں (۵) امام بیہقیؒ ابن اسحٰق دجال کی متابعت میں ایک روایت پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اخبرناه محمد بن عبدالله الحافظ انا ابو علي الحسين بن علي ثنا احمد بن يوسف الدمشقي نا عبيدالله بن سعيد بن كثير بن عفير حدثني ابى حدثني ابراهيم بن ابى يحى عن يزيد بن يزيد بن جابر عن مكحول عن نافع بن محمود (عن عبادة بن الصامت انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يقرأن احد كم مع الامام الابام القرآن قال لنا ابو عبدالله قال ابو علي الحافظ مكحول سمع هذا الحديث من محمود بن الربيع وابنه نافع بن محمود بن الربيع و نافع بن محمود، وابوه محمود بن الربيع سمعاه من عبادة بن الصامت (كتاب القراءة ص ۴۳ تا ص ۴۴ طبع دهلی)

محمد بن عبد اللہ، ابو علی، احمد بن یوسف، عبید اللہ، سعید بن کثیر، ابراہیم بن ابی یحییٰ یزید بن یزید، عن مکحول عن نافع عن عبادہؓ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص امام کیساتھ قراءۃ نہ کرے سوا فاتحہ کے امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ہمیں ابو عبد اللہ امام حاکمؒ نے کہا کہ ابو علی الحافظ نے کہا یہ حدیث مکحول نے محمود بن الربیع اور ان کے بیٹے نافع بن محمود سے سنی ہے اور ان دونوں نے حضرت عبادہؓ سے سنا ہے۔

قارئین کرام یہ تو ترجمہ ہے۔ اب سند پر یہ بحث شروع ہوتی ہے اس سند میں ایک راوی ابراہیم بن ابی یحیٰ واقع ہے۔ اس کا نام ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰ واسمہ سمعان الاسلمی مولاھم ابو اسحٰق المدنی ہے۔ اسکا بڑا لمبا چوڑا ترجمہ ہے۔ مختصراً ہم بیان کرتے ہیں۔ امام یحیٰ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے اس راوی کے بارے میں پوچھا کان ثقۃ قال لا ولا ثقۃ فی دینہ (کیا یہ حدیث میں ثقہ تھا تو انہوں نے فرمایا نہیں اور یہ تو دین میں بھی ثقہ نہیں تھا) امام احمدؒ فرماتے ہیں یہ راوی قدری ہے معتزلی ہے۔ جھمی ہے ہر قسم کی بلاء اس میں موجود ہے۔ بشر بن المفضل فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ کے فقہاء سے اس کے بارے میں پوچھا تو سب نے کہا یہ کذاب ہے۔ امام یحیٰؒ القطان فرماتے ہیں کذاب امام یحیٰؒ بن معین فرماتے ہیں کذاب فی کل ماروی (یعنی ہر روایت میں کذاب ہے) اور امام ابن معینؒ فرماتے ہیں میں نے امام یحیٰؒ القطانؒ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) کذاب ہے (۲) قدری ہے۔ (۳) رافضی ہے۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی کذاب ہے۔ اور تقدیر کا انکار کرتا تھا۔ محدث ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قدری و جھمی تھا اور حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ سفیانؒ بن عیینہ فرماتے تھے کہ اس سے ڈرو اس کی مجلس میں نہ بیٹھو امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قدری معتزلی رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ اسمٰعیلؒ بن عیسی العباسی فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن ابی یحیٰ نے کہا کہ تیرا خادم ابو بکرؓ و عمرؓ سے اچھا ہے۔ امام بزارؒ فرماتے ہیں کان یضع الحدیث (یہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا) اور امام شافعیؒ کا استاذ ہے (تہذیب ص ۱۵۸ ج ۱ تا ص ۱۶۱) علامہ البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں۔

ابراهيم بن محمد ابن ابی يحی الاسلمی وقد كذبه مالک والقطان وابن معين وضعفه الجمهور فمثله لا يستشهد به (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ص ۲۹۸ ج ۱)

کہ ابراہیم بن محمد اسلمی کو امام مالکؒ اور امام یحیٰ القطانؒ اور امام یحیٰؒ بن معین نے کذاب قرار دیا ہے اور جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے تو اس جیسے راوی سے استشہاد بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) نیز اس روایت کی سند میں ایک راوی عبید اللہ بن سعید بھی مجروح ہے۔ دیکھئے (میزان ترجمہ سعید بن کثیر ص ۱۵۵ ج ۲) تہذیب التھذیب ص ۵۷ ج ۴ و میزان ص ۹ ج ۳ ولسان ص ۱۶۷ ج ۲، ص ۱۰۴ ج ۴) (۳) اس کی روایت کی سند میں احمد بن عمیر الدمشقی بھی متکلم فیہ ہے۔ اس جھوٹی روایت بیان کرنے کے بعد ابو علی الحسین بن علی الحافظ کا یہ دعویٰ کرنا کہ مکحولؒ نے محمود بن الربیع اور نافع بن محمود دونوں سے سنا ہے۔ یہ جھوٹا دعویٰ اس جھوٹی روایت کے ساتھ مناسب تھا۔ ماشاء اللہ امام بیہقی، امام حاکم، ابو علی الحافظ ان سب حضرات کو مبارک ہو کہ وہ جھوٹی روایتیں اور جھوٹے دعوی کرتے ہیں اگر ایسا کارنامہ فقہاء سے سرزد ہوتا تو پتہ نہیں انکے خلاف کیا طوفان بدتمیزی برپا کیا جاتا (نسوذ باللہ من شرور انفسنا۔

(۶) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

وانبأنی ابو عبدالله اجازة ان ابا علی الحافظ اخبرهم انبأ ابو خلیفة ابنأ ابو معمر ثناعبدالوارث ثنا ایوب عن ابی العالیة قال سالت ابن عباس قال کل صلوة قرأ فیهااما مک فاقرأ منه ما قل او کثر و لیس کتاب الله قلیلاً (کتاب القراءة ص ۱۷۴ نمبر ۴۱۳)

کہ ہمیں ابو عبداللہ، ابو علی، ابو خلیفہ، ابو معمر، عبدلوارث، ایوب نے ابو العالیہ سے روایت بیان کی کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر نماز جس میں تیرا امام قراءۃ کرے پس تو بھی اس کو پڑھ چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اور کتاب اللہ قلیل نہیں ہے۔

قارئین کرام اس روایت میں بہت زبردست تحریف کی گئی ہے۔ قرأفیھا امامک یہ الفاظ محرف شدہ ہیں بلکہ اصل الفاظ یوں ہیں۔

عن ابی العالیة البراء قال سالت ابن عباس اوسئل عن القراءة فی الظهر و العصر فقال هو امامک فاقرأ منه ماقل و ما کثر ولیس من القرآن شئی قلیل (طحاوی ص ۱۵۱ ج ۱ باب القراءة فی الظهر و العصر)

ابو العالیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا یا ان سے سوال کیا گیا کہ ظہر و عصر کی نماز میں قراءۃ ہے پس انہوں نے فرمایا وہ قرآن تیرا امام ہے اس قرآن سے پڑھو تھوڑا اور زیادہ اور قرآن میں سے کوئی شی قلیل نہیں۔

اور ابن ابی شیبہ ص ۳۱۷ ج ۱ میں یوں ہے۔

فقال هو امامک فان شئت فاقل منه و ان شئت فاكثر۔

پس ابن عباسؓ نے فرمایا وہ قرآن تیرا امام ہے پس اگر تو چاہے تو اس سے تھوڑا پڑھ اور اگر تو چاہے تو زیادہ پڑھ۔

تو ھو کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد نے ھو کی ضمیر کا مرجع بھی قرآن لکھا ہے ان کے الفاظ ہیں۔ ھو (ای القرآن) تحقیق الکلام ص ۱۰۷ ج ۱) اب قرآن مجید اپنی قراءۃ خود تو نہیں کرتا تو کتاب القراءۃ میں یوں تحریف کی گئی قرأ نیھا امامک (جس میں تیرا امام قراءۃ کرے) یعنی نماز پڑھانے والا امام بنا کر قراءۃ خلف الامام ثابت کی جارہی ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اب اس تحریف کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے۔ میرے خیال میں اصل ذمہ دار تو مصنف ہوتا ہے۔ دوسرے راویوں میں سے بعض پر بھی ڈالی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہم اس کو قارئین کرام کے ذوق پر چھوڑتے ہیں۔

(۷) حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابو عبدالله محمد بن اسمعيل البخاریؒ فيما قرأت من كتابه و الذى زاد مكحول و حرام بن حكيم و رجاء بن حيوة عن ابن الربيع عن عبادة فهو تبع لماروى الزهریؒ قال حدثنى محمود بن الربيع ان عبادة اخبره عن النبى صلى الله عليه وسلم يعنى قوله لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب و قد مضى ذكره (كتاب القراءة ص ۵۲ نمبر ۱۱۹)

کہ ابو عبداللہ امام بخاریؒ کی کتاب (جزء القراءۃ) میں سے میں (بیہقی) نے پڑھا کہ مکحول و حرام ورجاء محمود بن الربیع سے عبارت زائد ذکر کی ہے دراصل یہ تابع ہے۔ زھریؒ کی روایت کے جس میں زھریؒ نے حدثنی (صیغہ سماع) سے محمودؓ سے روایت کی اور محمودؓ نے بھی حضرت عبادہؓ سے روایت کی کہ اخبرہ (صیغہ سماع) سے ذکر کیا کہ حضرت عبادہؓ نے محمودؓ کو خبر دی۔

قارئین کرام اس عبارت میں حضرت امام بیہقیؒ نے زبردست خیانت کا ارتکاب کیا

ہے آگے عبارت کاٹ دی ہے جو بنیادی واصولی عبارت تھی چنانچہ آپ اصل عبارت ملاحظہ کریں۔

قال البخاری و الذی زادمکحول و حزام بن معاویة و رجاء بن حیوة عن محمود بن الربیع عن عبادة فھو تبع لماروی الزھری لان الزھری قال حدثنا محمود ان عبادةؓ اخبرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو لاء لم یذکرو انھم سمعوا من محمود (جزء القراءة ص ۴۰ نمبر ۹۸)

یعنی امام بخاریؒ نے فرمایا کہ مکحول وحزام بن معاویہ اور رجاء بن حیوہ نے محمود بن الربیع عن عبادۃ کے طریق سے عبارت میں جو اضافہ کیا ہے دراصل وہ زھریؒ کی روایت کے تابع ہے کیونکہ زھریؒ نے حدثنا محمود (صیغہ سماع) ان عبادۃ اخبرہ (صیغہ سماع) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی اور ان (مکحول حرام ورجاء) نے محمود بن ربیع سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔

قارئین کرام اندازہ کریں جو (عبارت) دراصل ذکر کرنی تھی وہ حضرت بیہقی نے چھوڑ دی کیونکہ یہ ان کے باطل نظریہ پر زد پڑتی تھی بیہقی حاکم ابوعلی کا یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ مکحول نے محمود بن الربیع سے سنا ہے جبکہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مکحول حرام ورجاء ان تینوں نے محمودؒ سے سماع ذکر نہیں کیا جبکہ امام زہریؒ صیغہ سماع سے روایت کرتے ہیں (تو زھریؒ کی روایت صحیح اوران کی روایت مردود ہے) اس لئے حضرت بیہقی نے اس عبارت کو کاٹ دیا تا کہ ان کے جھوٹے دعوے کی قلعی نہ کھل جائے امام بخاریؒ امام ترمذیؒ وغیرھما جو زھریؒ ومکحولؒ کی روایت کو ایک بنا رہے ہیں وہ اس لئے کہ محمودؓ کے شاگرد زہریؒ مضبوط ہیں۔ یا مکحولؒ۔ ظاہر ہے کہ زھریؒ مضبوط ہیں پھر زھریؒ حدثنا سے حدیث بیان کرتے ہیں جبکہ مکحول مدلس عن سے روایت بیان کرتے ہیں اس لئے زھریؒ کی روایت صحیح ہے اور مکحول کی معلل ہے یعنی شاذ و منقطع ہے مگر پاک وہند کے غیر مقلد اس بات کو نہ سمجھ سکے البتہ علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد نے اس بات کو سمجھا اور یہ بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ ابن اسحٰق عن مکحول کی روایت بیان کرکے فرماتے ہیں۔

قال ابو عیسیٰ حدیث عبادة حدیث حسن و رویٰ هذا الحدیث الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب قال وهذا اصح (سنن الترمذی مع التعلیقات للعلامة احمد محمد شاکرؒ ص ۱۱۷ ج ۲)

امام ابوعیسی ترمذی کہتا ہے عبادہؓ کی حدیث (بطریق ابن اسحٰق) حسن ہے اور اسی روایت کو زھریؒ نے محمود بن الربیع عن عبادہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ جس میں لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے الفاظ ہیں فقط اور یہ زھریؒ کی روایت بہت صحیح ہے۔

علامہ احمد محمد شاکرؒ نے وھذا اصح پر تعلیق میں ذکر کرتے ہیں۔

یشیر الترمذی الی ان الحدیث الذی مضیٰ برقم (۲۴۷ وکانه بذالک یزعم انهما حدیث واحد و ان الزهری و مکحولاً اختلفا علی محمود بن الربیع و لیس کما زعم بل هما حدیثان متغایران لا یعلل احدهما بالآخر (تعلیقات شاکر عل الترمذی ص ۱۱۷ ج ۲)

کہ امام ترمذیؒ اس ھذا اصح سے اشارہ ہے کہ زھریؒ ومکحولؒ کی روایت ایک ہی ہے اور محمود بن الربیع کے دو شاگرد زھریؒ ومکحولؒ کا اختلاف ہے ترمذیؒ کا گمان صحیح نہیں بلکہ یہ دو حدیثیں متغایر ہیں ایک کی وجہ سے دوسری کو معلول نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

لیکن علامہ شاکرؒ غیر مقلد کا امام ترمذیؒ پر اعتراض غلط ہے کیونکہ صرف امام ترمذیؒ کا یہ نظریہ نہیں بلکہ ان کے ساتھ امام بخاریؒ، امام بیہقیؒ، ابن حجرؒ مفسر خازنؒ و غیر ھم سب شریک ہیں۔ کما یجئ

(۸) امام بیہقیؒ باب قائم کرتے ہیں۔

باب ما یستدل به علی ان النبی صلی الله علیه وسلم انما نهی المأموم عن الجهر بالقراءة لا عن اصل القراءة.

کہ اس بات سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو قراءۃ بالجھر سے روکا ہے نہ کہ اصل قراءۃ سے۔

پھر اس کی دلیل ایک یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران العدل ببغداد انا ابو جعفر محمد بن عمرو بن البختری الرزازنا یحی ابن جعفر نا وھب بن جریز نا ابی عن النعمن بن رالشد انہ سمعہ یحدث عن الزھری عن عبدالرحمن عن ابی سمعہ یحد عن انزھری عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن عن ابی ھریرۃ ان عبداللہ بن حذافۃ صلی فجھر بالقراءۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا بن حذافتہ لا تسمعنی و اسمع اللہ (کتاب القرأۃ ص ۶۶ نمبر ۱۴۳)

ابو الحسن العدل، ابو جعفر الرزاز، یحی بن جعفر، وھب، جریر، نعمن بن راشد، زھری، ابوسلمۃ، حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نماز میں جھر سے قراءۃ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ مجھے نہ سناؤ اور اپنے اللہ تعالیٰ کو سناؤ۔

قارئین کرام آپ اندازہ کریں کہ یہاں نہ تو مقتدی کا ذکر ہے نہ امام کا ذکر ہے مگر امام بیہقیؒ اس کو مقتدی کے بارے میں یقینی طور پر ذکر کر رہے ہیں جو سینہ زوری کی بدترین مثال ہے یہ بھی تو اس روایت سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن حذافہ نے سنن و نوافل میں ایسا کیا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قراءۃ سنا کر ان کو خوش کرنا چاہتے ہوں اور داد تحسین لینا چاہتا ہوں جس میں ریاء کاری کا بھی خطرہ ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خوش نہ کرو بلکہ اپنے رب کو خوش کرو اور یہی بات قرین قیاس نظر آتی ہے (۲) اس روایت کی سند میں۔ یحی ابن جعفر یہ یحی بن ابن ابی طالب جعفر بن عبداللہ بن زبرقان ہے جو متکلم فیہ تھا امام ابوداؤدؒ نے اس کی حدیثوں پر قلم پھیر دیا تا اور محدث موسیٰ بن ھارون یقول اشھد علی۔ یحی بن ابی طالب انہ یکذب (کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ۔ یحی بن ابی طالب جھوٹ بولتے تھے اور محدث ابو احمد محمد ابن اسحٰق الحافظ کہتے تھے کہ۔ یحی بن ابی طالب لیس بالمتین (یعنی مضبوط نہیں ہے) (تاریخ بغداد ص ۲۲۰ ج ۱۴ تا ص ۲۲۱) (۳) اس روایت کی سند میں نعمان بن راشد بھی ہے امام۔ یحی القطانؒ

نے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمدؒ اس کو مضطرب الحدیث کہتے ہیں کہ اس نے منکر احادیث روایت کی ہیں امام ابن معینؒ نے ضعیف، لیس بشیٔ، مضطرب الحدیث اور ایک قول ثقہ کا بھی ہے امام بخاریؒ اور ابو حاتمؒ کثیر الغلط کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اصل میں سچا ہے (یعنی یہ کثیر الغلط ہونا عمداً جھوٹ بولنے کی وجہ سے نہیں) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ہے امام نسائی فرماتے ہیں ضعیف ہے کثیر الغلط ہے سچا ہے اس میں کمزوری ہے امام عقیلیؒ فرماتے ہیں قوی نہیں ہے کہ اس کی حدیث میں ضعف پہچانا جاتا ہے۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ احتملہ الناس (کہ اس سے لوگوں نے روایت لی ہے) (تھذیب التھذیب ص ۴۵۲ ج ۱۰) (۴) اس روایت کی سند میں زھریؒ ہے جو کہ مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے فلھذا یہ روایت ضعیف ہے قطعاً صحیح نہیں۔ امام بیھقیؒ نے اس مسئلہ میں سینہ زوری اور تنگ بندی سے زیادہ کام لیا ہے مگر اپنی مراد میں وہ نامراد ثابت ہوئے ہیں۔ (۹) امام بیھقیؒ باب قائم کرتے ہیں کہ قراءۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور جب سورۃ پڑھ لے تو کافی ہے امام ھو مقتدی ہو یا منفرد ھو سب کے لئے ایک حکم ہے۔ پھر اس کے تحت چند روایات نقل کی ہیں ایک ان میں سے وہ تھی جو امام بیھقیؒ کے کارنامہ میں پہلے نمبر پر ذکر ہوئی ہے اور ایک روایت بھی ملاحظہ ہو۔

ابو سعد المالینی، ابو احمد ابن عدی، عبدالرحمن بن عبدالمؤمن، یوسف بن حماد، عبدالرحمن بن محمد المحاربی، ابراهیم بن الفضل عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی هریرةؓ قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الرکعتان اللتان لا یقرأ فیهما خداج فقال رجل یا رسول الله ارایت ان لم اکن معی الا ام القرآن قال هی حسبک هی السبع المثانی (کتاب القراءة ص ۱۰ نمبر۱۶)

حضرت ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن دو رکعتوں میں قراءۃ نہ کی جائے وہ ناقص ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے پاس سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ ہو تو کیا کروں۔ فرمایا تجھے یہی کافی ہے یہ سبع مثانی ہے۔

قارئین کرام اندازہ کریں کہ اس کا اقتصار قراءۃ علی ام القرآن سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ تو ضطرار کی حالت ہے کہ فاتحہ کے سوا کچھ قرآن مجید نہیں آتا تو اس حالت میں فاتحہ کافی ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ بھی نہ آتی تو سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ وغیرہ کلمات سے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جاتی ہے۔ یہ اضطرار کی حالت ہے۔ اس میں فاتحہ بھی معاف ہو جاتی ہے۔ مگر امام بیہقیؒ عجیب کارنامے سرانجام دے رہے ہیں۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ (۲) اس روایت کی سند میں ابراہیم بن الفضل المخزومی ہے جو متروک ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ابراہیم بن الفضل المخزومی المدنی ابو اسحٰق متروک من الثامنۃ (تقریب التہذیب ص ۴۱) ایسے متروک اور گھسے پڑے راویوں سے دین حاصل کیا جا رہا ہے۔ دعوی اور وعدہ کیا تھا مگر عمل کیا ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے آمین)۔

صحیح احادیث جن میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری کچھ قراءۃ کا وجوب بھی ثابت ہے۔ جیسے فصاعداً (صحیح مسلم وغیرہ) مازاد و ما تیسر و مازاد وغیرہ ان کو چھوڑ کر ان کے مقابلہ میں متروک و ضعیف قسم کے آثار وغیرہ قبول کرنا بہت بڑی ناانصافی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان احادیث صحیحہ کا ذکر آ رہا ہے انتظار کریں۔

(۱۰) امام بیہقیؒ کتاب القراءۃ ص ۱۲۷ نمبر ۳۱۷ کے تحت لکھتے ہیں۔

واما القصة التي فيها فان قرأة له قرأة فان ابا حنيفة انما رواه عن موسىٰ بن ابي عائشة عن عبدالله بن شداد عن ابي الوليد عن جابر و هو رجل مجهول كما قال الداد قطني رحمة الله و الا تقوم به حجة و من روىٰ هذا الحديث عن ابي بكر الحارثي عن الدارقطني واسقط من اسناده ابا الوليد اورواه عن الحاكم ابي عبدالله عن ابي (علي) الحافظ واسقط من اسناده ابن شداد و اوهم ان ابا الوليد كنية ابن شداد فانه لم يسلك سبيل الصدق في رواية الحديث الخ.

کہ وہ حدیث جس میں قصہ ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے تو سوائے اس کے نہیں اس کی سند یوں ہے ابو حنیفہ عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد عن ابی الولید عن جابرؓ اور ابو الولید مجہول ہے اور مجہول کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی اور جس راوی نے ابو بکر الحارثی عن الدارقطنی روایت کی ہے اور سند سے ابو الولید کو کاٹ دیا ہے یا اس راوی نے امام حاکم عن ابی علی الحافظ سے روایت کی ہے اور ابن شداد کا لفظ سند سے گرا دیا ہے اور دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ابو الولید ابن شداد کی کنیت ہے تو وہ سچائی کا راستہ حدیث کے روایت کرنے میں نہیں چلا۔

قارئین کرام امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب معرفۃ السنن والآثار ص ۸۷ج ۳ تا ص ۷۹ میں اس حدیث کی تین سندیں بیان کی ہیں اور کسی سند میں بھی ابوالولید کا واسطہ بطور رجل مجہول ذکر نہیں کیا بلکہ فرماتے ہیں عن ابی الولید وھو عبداللہ بن شداد (معرفۃ السنن ص ۸۷ ج ۳ ابوالولید عبداللہ بن شداد ہی ہے۔ الحمدللہ حق واضح ہو گیا اور سچ کا (راستہ) کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کتاب القراءۃ کافی حد تک غلط کتاب ہے فلھذا اس میں امام بیہقیؒ کے فیصلے اکثر غلط ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن شداد اور حضرت جابرؓ کے درمیان ابوالولید کا اضافہ کسی راوی کی غلطی ہے جیسا کہ امام حاکمؒ نے معرفت علوم الحدیث ص ۱۷۸) میں فرمایا ہے۔ اس روایت اور اس کی سند کے بارے میں بحث دوسرے مقام پر کی جائے گی (انشاء اللہ تعالی) (تلک عشرۃ کاملۃ) ہم نے امام بیہقیؒ کے چند کارنامے بطور نمونہ کے کتاب القراءۃ ہی سے پیش کیے ہیں۔ ورنہ کتاب القراءۃ مکمل اور سنن بیہقی مکمل کا جائزہ لیا جائے تو پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا۔ اب ہم خلف الامام والی روایت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کو امام بیہقیؒ اسناد صحیح کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں من گھڑت ہے۔ اس کی سند میں محمد بن یحیی الصفار بالکل مجہول ہے اسماء الرجال اور تاریخ کی کتابوں میں اس کے حالات درج نہیں ہیں۔ حافظ زبیر علیزئی غیر مقلد لکھتے ہیں اس کا ترجمہ تاریخ نیشاپور للحاکم میں موجود ہے جیسا کہ اس کی مختصر سے ظاہر ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۴۵) محترم علیزئی نے کم از کم اس کی مختصر سے دو چار کلمات خیر تو اس کے حق میں نقل کر دیے ہوتے مگر جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ جب تاریخ نیشاپور میں اس کا ترجمہ نہیں ہے۔ تو مختصر میں اختصار کے ساتھ ترجمہ بھی ندارد فلھذا جھوٹا دعویٰ کرنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ جناب زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں "اس سند کے سارے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ محمد بن یحیی الصفار سے دو ثقہ روایت کر رہے ہیں۔ (۱) محمد بن سلیمان بن فارس۔ (۲) محمد بن عبدالسلام (تاریخ بغداد ص ۳۴۹ ج ۲) لہذا وہ مجہول نہیں ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۴۴ تا ص ۴۵) الجواب محترم علیزئی صاحب جھوٹ بولنا سخت حرام ہے۔ مگر آپ اللہ تعالی کے خوف

سے بے نیاز نظر آتے ہیں۔ جب اس سند کے سارے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں تو محمد بن یحیٰ الصفار بھی اسی سند میں موجود ہے۔ اس کو کتنے محدثین کرامؒ نے ثقہ کہا ہے لیکن کسی نے بھی اس کو ثقہ نہیں کہا بجز امام بیہقیؒ کے اسنادہ صحیح کہنے کے اس لئے آپ کو دوراوی محمد بن سلیمن بن فارس (۲) اور محمد بن عبدالسلام پیش کرنے کی ضرورت پڑ گئی کہ یہ دو ثقہ راوی محمد بن یحیٰ الصفار جو اس سند سے روایت کرتے ہیں لہذا وہ مجہول نہیں۔ مگر محترم ناراض نہ ہونا۔ یہ بھی آپ کا جھوٹ ہے۔ محمد بن سلیمن بن فارس کو کس محدث نے ثقہ کہا ہے۔ یہ بھی اسی سند کا راوی ہے اور بقول آپ کے اس سند کے سارے راوی جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ محمد بن سلیمن بن فارس کا ترجمہ کتاب الارشاد للخلیلیؒ ص ۸۵۸ ج ۳ تا ص ۸۵۹ میں ہے۔ مات قبل العشر وثلاثمایۃ (کہ س ۳۱۰ ھ سے پہلے فوت ہوا ہے) لیکن علامہ ذھبیؒ (العبر ص ۴۶۴ ج ۱ میں اس کی وفات ۳۱۲ ھ لکھتے ہیں) ان دونوں کتابوں میں اس کا ثقہ ہونا مذکور نہیں ہے البتہ (الانساب للسمعانی ص ۴۳۱ ج ۵ تا ص ۴۳۲ میں اس کا ترجمہ ہے۔ اس میں بھی کوئی توثیق کا کلمہ نہیں ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے۔

وسئل ابو عبدالله محمد بن يعقوب بن الاخرم الحافظ عن محمد بن سليمن بن فارس فقال ما انكرنا عليه الالسانه فانه كان فحاشا.

کہ محدث ابو عبداللہ محمد بن یعقوب بن الاخرم الحافظ سے محمد بن سلیمن بن فارس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اس کی کسی بات پر انکار نہ کیا سوا زبان کے کیونکہ یہ بہت بڑا زبان دراز تھا۔

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ برا شخص ہے۔ جب وہ آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا گیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرم کلام سے گفتگو کی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ یہ برا شخص ہے پھر آپ نے اس سے نرم کلام سے گفتگو کی ہے تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ای عائشة ان شر الناس من ترکه الناس اوودعه الناس اتقاء فحشه (بخاری ص ۸۹۴ ج ۲، ص ۹۰۵ ج ۲)

کہ اے عائشہؓ بے شک لوگوں میں سے زیادہ برا وہ شخص ہے جس کو لوگ چھوڑ دیں۔ اس کی بد زبانی کے ڈر سے۔

اب محمد بن سلیمن بن فارس صرف فاحش بدزبان ہی نہیں بلکہ فحاش بہت برا بدزبان بھی ہے اور بخاری شریف کی صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ ایسا آدمی لوگوں میں سے زیادہ برا ہوتا ہے تو اس بہت بڑے شریر انسان نے جو غیر ثقہ ہے ایک مجہول راوی محمد بن یحیٰ الصفار سے روایت کر کے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ محمد بن یحیٰ الصفار کا دوسرا شاگرد علیزئی صاحب غیر مقلد نے پیش کیا ہے وہ محمد بن عبد السلام ہے لیکن وہ اس سند کا راوی نہیں ہے۔ اس کا ذکر یوں ہے خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

اخبرنا ابن یعقوب اخبرنا محمد بن نعیم قال سمعت اباز کریا یحیٰ بن محمد العنبری یقول سمعت ابا عبداللہ محمد بن عبدالسلام بن بشار الوراق یقول سمعت محمد بن داؤد الفقیہ یقول سمعت محمد بن اسلم الطوسی یقول حین مات اسحٰق الحنظلی ما اعلم کان اخشی اللہ من اسحٰق یقول اللہ تعالیٰ (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء) وکان اعلم الناس ولوکان سفین الثوری فی الحیاۃ لاحتاج الی اسحٰق قال محمد بن عبدالسلام فاخبرت بذالک احمد بن سعید الرباطی فقال واللہ لوکان الثوری و ابن عیینہ والحمادان فی الحیاۃ لاحتاجوا الی اسحٰق قال محمد فاخبرت بذالک محمد بن یحیٰ الصفار فقال واللہ لوکان الحسن البصری فی الحیاۃ لاحتاج الی اسحٰق فی اشیاء کثیرۃ (تاریخ بغداد ص ۳۴۹ ج ۶) قارئین کرام پہلے متن کا ترجمہ سن لیں پھر سند کی بات کریں گے۔ محمد بن اسلم طوسی نے فرمایا جبکہ محدث اسحٰق بن راھویہ وفات پا گئے۔ میں کسی کو اسحٰق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اسحٰق لوگوں میں سے زیادہ علم رکھنے والا تھا اگر سفیان ثوریؒ اسحٰقؒ کے دور میں زندہ ہوتے تو ان کو اسحٰقؒ کی طرف احتیاج پڑتی۔ محمد بن

عبدالسلام راوی کہتا ہے کہ جناب طوسیؒ کے اس قول کی میں نے احمد بن سعید الرباطی کو خبر دی تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر ثوریؒ وابن عیینہؒ وحمادؒ بن زید وحماد بن سلمہ اسحٰقؒ کے دور میں زندہ ہوتے تو وہ اسحٰقؒ کے محتاج ہوتے۔ محمد بن عبدالسلام راوی کہتا ہے کہ میں نے اس بات کی محمد بن یحیٰ الصفار کو خبر دی تو اس نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر حسن بصریؒ بھی اسحٰقؒ کے دور میں زندہ ہوتے تو وہ بہت سی چیزوں میں اسحٰقؒ کے محتاج ہوتے۔ یہ ترجمہ ہے جو آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس پر بحث کرنے سے پہلے سند کو دیکھ لیں۔ (۱) ابن یعقوب سے لے کر محمد بن عبدالسلام بن بشار الوراق تک سند مجہول ہے راویوں میں سے اکثر کے حالات نامعلوم ہیں۔ (۲) محمد بن عبدالسلام کو علیزئی صاحب نے ثقہ کہا ہے مگر یہ دعویٰ ہے اس کا کوئی حوالہ انہوں نے نہیں دیا (۳) پھر علیزئی صاحب نے محمد بن عبدالسلام کو محمد بن یحیٰ الصفار کا شاگرد بنایا ہے۔ لیکن یہاں تو وہ استاذ معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کہہ رہا ہے۔ فاخبرت بذالک کہ میں نے خبر دی محمد بن یحیٰ الصفار کو اگر شاگرد ہوتا تو یوں کہتا کہ اخبرنی محمد بن الصفار کہ مجھے خبر دی۔ محمد بن یحیٰ الصفار نے البتہ محمد بن یحیٰ الصفار نے محمد بن عبدالسلام کو خبر سن کر تصدیق کرتے ہوئے حسن بصریؒ کا ذکر بھی کیا۔ (۴) محمد بن الصفار کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر حسن بصریؒ بھی اسحٰقؒ کے دور میں زندہ ہوتے تو وہ بہت سی چیزوں میں اسحٰقؒ کے محتاج ہوتے۔ (یہ خالص جھوٹ ہے اور قسم بھی جھوٹی اٹھائی ہے) حضرت حسن بصریؒ سید التابعین ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی زیارت کرنے والوں میں سے ہیں۔ بہت سے صحابہ کرامؓ کے شاگرد ہیں۔ خیر القرون کے دور کے ہیں محدث اسحٰقؒ کا علم مسلم ہے مگر سید التابعین کے علم وتقویٰ کا کیونکر مقابلہ کرسکتا ہے۔ معلوم ہوا محمد بن یحیٰ الصفار کذاب ودجال ہے۔ اسلئے یہ روایت جھوٹی ومن گھڑت ہے۔ جناب زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں" اس سند میں امام زہریؒ کی تدلیس کی وجہ سے اعتراض ہوسکتا ہے۔ جس کے متعدد جوابات ہیں ان میں ایک تو ہم ذکر کرآئے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک تدلیس مضر صحت نہیں

(ص ۱۵،۱۶) ہمارے شیخ الامام مولانا ابوالقاسم محب اللہ شاہ الراشدی السندھیؒ امام زہریؒ یدلس فی النادر کی وجہ سے عنعنہ کو صحت کے منافی نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے اس حدیث پر ایک رسالہ لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے واللہ اعلم ایسی روایت کو صحیح احادیث کی تائید میں بطور شاہد پیش کرنا جائز ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۴۵) الجواب: زبیر علیزئی صاحب مخبوط الحواس شخص معلوم ہوتے ہیں انہوں نے خود زھریؒ کے بارے میں لکھا ہے "حضرت علیؓ سے خلف الامام کا حکم مروی ہے لیکن اس کی سند میں امام زہریؒ کے عنعنہ کی وجہ سے معلول ہے لہذا میں استدلال نہیں کرتا (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) نیز علیزئی صاحب لکھتے ہیں خلیفہ رابع امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے بھی ظہر وعصر کی نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا حکم مروی ہے (الی) مگر یہ سند امام زہریؒ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ان پر تدلیس کا الزام وارد ہے لہذا اس اثر کے ذکر کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں کیونکہ یہ میری شرط پر نہیں ہے واللہ اعلم (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۶۶)۔

مگر ہم اس سند میں الزھریؒ کا ذکر بھی صحیح نہیں مانتے کیونکہ ان سے صحیحین وغیرہ میں خلف الامام کے اضافہ کے بغیر مروی ہے۔ فلھذا یہ روایت صحاح ستہ کی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی مردود ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری اور مولانا مبارکپوری بڑے چالاک ثابت ہوئے کہ انہوں نے اس روایت کی سند کو نہیں چھیڑا ورنہ وہ بھی مولانا زبیر علیزئی کی طرح پھنس جاتے مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے تو ہم پر رعب ڈال کر خاموش کرانے کی بھی کوشش کی ہے تاکہ راز بستہ کشادہ نہ ہو جائے۔ مولانا کے الفاظ ملاحظہ ہوں' ان دونوں جلیل القدر محدثین کی رائے اسنادہ صحیح کے بعد محض ظن وتخمین سے اس کے راویوں پر تبصرہ فضول ہے۔ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۳۸۶ ج ۱) لہذا بلا دلیل کسی پر جرح فضول ہے۔ (حاشیہ توضیح الکلام ص ۳۸۷ ج ۱)۔ حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے۔ اب یہ سوال باقی رہ گیا ہے پھر بیہقیؒ نے اس جھوٹی سند کو اسنادہ صحیح کیوں کہا ہے۔ بیہقیؒ کبھی ایسا کرتے ہیں چنانچہ محمد بن ابی

عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سے اجازت فاتحہ خلف الامام کی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں ھذا اسناد جید (السنن الکبری ص ۱۶۶ ج ۲) حالانکہ اس کی سند میں ابراہیم بن ابی اللیث واقع ہے جو کذاب اور خبیث ہے تفصیل احسن الکلام ص ۱۱۰ ج ۲ طبع دوم میں ملاحظہ کریں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب کے استاذ محترم مولانا حافظ محمد گوندلوی مرحوم امام بیہقیؒ کا دفاع کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ کثرت شواہد کی بناء پر سند کو جید کہا ہے (خیر الکلام ص ۲۷۷) ماشاء اللہ جھوٹی روایات کو کثرۃ شواہد کی بناء پر اگر جید اور صحیح کہا جا سکتا ہے پھر تو دنیا میں جھوٹی روایات کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) (۲) امام بیہقیؒ تین روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ھذہ روایات صحیحۃ متصلۃ (کہ یہ تین رواتیں صحیح اور متصل ہیں۔ سنن بیہقی ص ۲۰۳ ج ۲) حالانکہ ان کی سند میں ابو بکر محمد بن الحسن البر بہاری واقع ہے جو کہ کذاب ہے۔ علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

وقد روی ان الدارقطنی یلین الکلام اویشدد فی الراوی رعایۃ لمذھبه (الیٰ) وھذہ العادۃ معروفۃ للبیھقی (بسط الیدین ص ۱۴۵)

اور بے شک دیکھا گیا ہے کہ امام دارقطنیؒ ایک راوی کے بارے میں نرمی اختیار کرتے ہیں یا سختی۔ اپنے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے اور امام بیہقیؒ کی بھی یہی عادت مشہور ہے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا فیصلہ

فرماتے ہیں کہ "حدیث کی صحت کا مدار رواۃ پر ہوتا ہے اگر کوئی راوی ضعیف ہے تو کوئی اسے صحیح کہتا ہے کہتا رہے۔ اس سے روایت صحیح نہیں ہو جاتی۔ بے خطا ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور بس (توضیح ص ۶۳ ج ۲) جھوٹ نمبر ۱۹ کی بحث بڑی لمبی ہوگئی ہے اس لئے اس کو ہم یہاں ختم کرتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 20: حافظ ابن حجرؒ نے یہی بات کی ہے کہ۔۔۔۔ سلیمن تیمیؒ ائمہ جرح وتعدیل میں سے نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں (صفدر صاحب کا) صرف ضعیف اور رکیک تاویلیں کہہ کہہ دینا کافی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ خود ائمہ فن میں شمار ہوتے ہیں۔ معترض پر لازم تھا

کہ وہ سبب کذب بیان کرتے اور سلیمن تیمی کا ائمہ جرح وتعدیل میں شمار ہونے کا ثبوت دیتے۔ لیکن یقین جانیے وہ اور ان کے ھمنوا اس کا قطعاً ثبوت مہیا نہیں کر سکتے۔ پھر حافظ ابن حجرؒ نے جو بات کہی ہے کوئی اجنبی نہیں۔ امام مالکؒ نے انہیں کذاب کہا ہے جو ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں لیکن امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:

عسیٰ اراد فی الکلام فاما فی الحدیث فھو ثقة (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱)

غالباً انہوں نے کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب کہا ہے مگر حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔

امام ابوزرعہؒ امام رحیمؒ سے نقل فرماتے ہیں:

ان ذالک لیس للحدیث انما ھو لانه اتھم بالقدر (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱)

کہ امام مالکؒ کی جرح حدیث کی بناء پر نہیں بلکہ وہ قدریہ فرقہ سے متھم تھے اس لئے ان پر کلام کیا ہے۔

لہذا امام مالکؒ کی اس جرح کو ائمہ جرح وتعدیل نے کذب فی الحدیث پر محمول نہیں کیا تو سلیمن تیمی جو جرح وتعدیل کے امام بھی نہیں۔ ان کے کلام کا اگر یہی محمل حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے تو اسے ضعیف اور رکیک تاویلیں کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ امام مالکؒ اور سلیمن تیمیؒ اہل حجاز میں سے ہیں اور ان کے متعلق امام ابن حبانؒ نے تصریح کی ہے کہ

اھل الحجاز یطلقون کذب فی موضع اخطاء (مقدمه فتح الباری ص ۲۲۷)

کہ اہل حجاز خطاء پر کذب کا اطلاق کرتے ہیں۔

توضیح ص ۲۳۹ ج ۱ تا ۲۴۰

<u>الجواب:</u> پہلی عبارت قارئین کرام کی خدمت میں نقل کی گئی ہے اس کا جواب دینا مقصود ہے سلیمن تیمیؒ کو اہل حجاز میں سے شمار کر کے جو ان کی جرح ابن اسحٰق پر ہے کہ ابن اسحٰق کذاب ہے اس کا اثری صاحب نے جواب دیا ہے تو سلیمن تیمیؒ کو اہل حجاز میں سے شمار کرنا خالص جھوٹ ہے جس کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی۔ پہلے (۱) حافظ ابن حجرؒ کا سلیمن تیمیؒ کو ائمہ جرح

وتعدیل میں سے شمار نہ کرنا اور پھر اثری صاحب کا مولانا صفدر دام مجدہم اور ان کے ہمنواؤں کو چیلنج دینا کہ وہ سلیمن تیمیؒ کو ائمہ جرح وتعدیل میں سے ثابت نہیں کر سکتے۔

اس کا جواب ملاحظہ ہو: سلیمن تیمیؒ ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں انہوں نے جس طرح ابن اسحٰق کو کذاب قرار دیا ہے اس طرح محمد بن السائب الکلبی کو بھی کذاب قرار دیا۔ چنانچہ تہذیب ص ۱۷۸ ج ۹ میں ہے۔

قال معتمر بن سلیمن عن ابیه کان بالکوفة کذابان احدهما الکلبی۔

کہ معتمر بن سلیمان نے اپنے باپ سلیمن تیمیؒ سے روایت کیا کہ کوفہ میں دو کذاب رہتے ہیں ان میں سے ایک کلبی ہے۔

(۲) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

وسلیمن التیمی یقول حنش وهو ضعیف عند اهل الحدیث (ترمذی مع تحفة الاحوذی ص ۱۲۱ ج ۳) باب ماجاء فی رحمة الیتیم (ابواب البر و الصلة)

کہ سلیمن تیمیؒ فرماتے ہیں کہ حنش راوی محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔

(۳) علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص ۱۷۵ ج ۴ اور حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان ص ۴۴۰ ج ۶ میں ابوالمغیرۃ القواس عن عبداللہ بن عمر راوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وذکره سلیمن التیمی ولینه

کہ اس راوی کو سلیمن تیمیؒ نے ذکر کرتے ہوئے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) **قال سلیمن التیمی اتونی بصیحفة جابر فلم اروها فراحو ابها الی الحسن فرواها وراحوا بها الیٰ قتادة فرواها حکاه القطان عنه (تهذیب التهذیب ص ۲۰۲ ج ۴)**

حضرت سلیمن تیمیؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس بعض لوگ حضرت جابرؓ کا صحیفہ (حدیث کی کتاب) لے آئے تو میں نے روایت نہ کیا حضرت حسن بصریؒ اور قتادہؒ کے پاس لے گئے تو انہوں نے روایت کیا اس کو امام یحیٰی القطان امام الجرح والتعدیل نے حضرت سلیمن تیمیؒ سے حکایت کیا ہے۔

مسند ابن الجعد ص ۱۱۹ میں ہے۔

قال علی قلت لیحی سمعت هذا من التیمی قال براسه ای نعم.

کہ حضرت علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحیٰ القطانؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات سلیمن تیمیؒ سے سنی ہے تو انہوں نے سر کے اشارہ سے کہا ہاں۔

قارئین کرام اندازہ کریں کہ سلیمن تیمیؒ کو اللہ تعالیٰ نے حدیث صحیح اور ضعیف کی کتنی پرکھ عطاء فرمائی تھی۔ سلیمن تابعی ہیں اور ان کے دور میں چند آدمی کذاب یا ضعیف تھے۔ اس لئے سلیمن تیمیؒ نے جو جو نشانہ لگایا وہ صحیح لگا ہے۔ فلھذا جرح وتعدیل کے اس فن میں ں سے صرف اس لئے ان کو خارج سمجھنا کہ انہوں ابن اسحٰق کو کذاب قرار دیا ہے ناانصافی ہے۔ (۲) امام مالکؒ نے ابن اسحٰق کو کذاب کہا ہے۔ اب اس کا یہ جواب دینا کہ امام مالکؒ اہل حجاز میں سے ہیں اور کذب بمعنی اخطأ اہل حجاز کے ہاں مروج ہے یہ جواب درست نہیں کیونکہ کذاب میں یہ تاویل نہیں چل سکتی۔ صرف کذب بمعنی اخطأ میں چل سکتی ہے۔ (۲) امام مالکؒ نے ابن اسحٰق کو دجال من الدجاجلة (دجالوں میں سے ایک دجال ہے) بھی کہا ہے۔ فلھذا یہ تاویل غلط ثابت ہوئی۔ (۳) امام الجرح والتعدیل یحیٰؒ بن معین نے ابن اسحٰق سے امام مالکؒ کی کلام کا دفاع نہیں کیا۔ جیسا کہ اثری صاحب لکھتے ہیں "غالباً انہوں نے کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب کہا ہے۔ مگر وہ حدیث میں تو ثقہ ہے (توضیح ص ۲۴۰ ج ۱) یہ مذکورہ عبارت جو اثری نے پیش کی ہے یہ ابن اسحٰق کے دفاع میں نہیں جیسا کہ اس کی وضاحت ہم اپنے مقام پر کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)۔ (۴) امام مالکؒ سے ابن اسحٰق کی جرح کے رجوع کا ذکر بھی غلط ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نحن نفیناه عن المدینة (بغدادی س ۲۲۲ ج ۱) ہم نے ابن اسحٰق کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا ہے۔ (۵) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ "امام مالکؒ کے متعلق بھی اہل علم کو شکوہ ہے۔ کہ وہ ناروا ائمہ ثقات ومعروفین پر کلام کرتے ہیں اور ان سے روایت نہیں لیتے

خطیبؒ بغدادی لکھتے ہیں قد ذکر بعض العلماء ان مالکا عابہ جماعۃ من اھل العلم فی زمانہ باطلاق لسانہ فی قوم معروفین بالصلاح والدیانۃ والثقۃ والامانۃ (بغدادی ص ۲۲۳ ج ۱) توضیح ص ۲۶۷ ج ۱) امام مالکؒ پر اعتراض کرنے والے کون ہیں۔ ان کا کیا نام ہے۔ امام مالکؒ نے کن ثقہ معروف راویوں پر جرح کرتے ہیں ان کے نام کیا ہیں۔ یہ ساری کاروائی مجہول نظر آتی ہے فلھذا اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ امام مالکؒ ناروا ائمہ ثقات معروفین پر کلام کرتے خالص جھوٹ ہے اور امام مالکؒ پر بہتان ہے اور امام مالکؒ کی ھتک عزت بھی ہے۔ یہ محض اپنے بدعتی رہنما شیعہ قدری معتزلی ابن اسحٰق کذاب ودجال پر جرح کا انتقام امام مالکؒ سے لیا جارہا ہے۔ ورنہ تو مدینہ منورہ کے رواۃ کے بارے میں امام مالکؒ کو بطور حجت کے پیش کیا جاتا ہے

(۶) مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں یاد رہے کہ امام مالکؒ کو مولیٰ ذوا صبح قرار دینے میں سعید بن ابراہیم بھی زھری بن ابن اسحٰقؒ کے ہمنوا ہیں جو مدینہ کے قاضی اور مشہور ثقہ امام ہیں ان کے اسی خیال کی بناء پر امام مالکؒ نے ان سے روایت نہیں لی۔ امام یحیؒ فرماتے ہیں انما ترک مالک الروایۃ عنہ لانہ تکلم فی نسب مالک فکان مالک لا یروی عنہ وھو ثبت لا شک فیہ "لھذا امام مالکؒ کے نسب میں کلام کے باعث ابن اسحٰق معتبر نہیں تو سعید بن ابراہیم کو بھی غیر معتبر قرار دینا ہوگا (حاشیہ توضیح الکلام ص ۲۳۷ ج ۱) الجواب: اولاً یہ راوی سعید نہیں بلکہ سعد بن ابراہیم ہے اثانیاً امام مالکؒ نے سعد بن ابراہیم پر جرح نہیں کی کیونکہ وہ ثقہ تھا چنانچہ محدث ساجیؒ فرماتے ہیں ومالک انما ترک الروایۃ عنہ فاما ان یکون یتکلم فیہ فلا احفظہ (تھذیب ص ۴۶۵ ج ۳) کہ امام مالکؒ نے سعد بن ابراہیم سے روایت چھوڑ دی تھی لیکن اس میں کلام بھی کرتے تھے مجھے یہ یاد نہیں۔ اس طرح محمد بن اسحٰق اگر ثقہ ہوتا تو امام مالکؒ اس سے روایت ترک کرتے اس پر جرح نہ کرتے۔ لیکن دجال ہمیشہ ہی دجال ہوتے ہیں۔ (روایت) اللھم انا نعوذ بک من فتنۃ الدجال) (۷) سلیمن تیمیؒ کو اہل حجاز میں شمار کرنا خالص جھوٹ ہے۔ مولانا مبارکپوری

غیر مقلد لکھتے ہیں۔

الحجاز و ھو اسم مکة و المدینة و حوالیھما من البلاد و سمیت حجازا لانھا حجرت ای منعت و فصلت بین بلاد نجد والغور (تحفة الاحوذی ص ۳۶۳ ج ۳)

حجاز مکہ و مدینہ اوران کے آس پاس شہروں کا نام ہے اس کو حجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ فاصلہ ہے درمیان بلند و پست زمین کے شہروں کے۔

غیاث اللغات فارسی ص ۱۶۸ میں ہے۔

حجاز بکسر اول نام ملکیست از عرب کہ مکہ و مدینہ وطائف و شہر ہائے دیگر کہ مابین زمین نجد و غور واقع است الخ ۔حدیث شریف میں آتا ہے۔ان الدین لیأرزاتی الحجاز (مشکوۃ ص ۳۰ کہ دین حجاز کی طرف سمٹ جائے گا (یعنی قیامت کے قریب زمانہ میں) سلیمن تیمیؒ بصری ہیں یعنی عراق کے رہنے والے ہیں چنانچہ تھذیب ص ۲۰۱ ج ۴ میں ہے ابوالمعتمر البصری آپ خود لکھتے ہیں کہ حجاز، عراق، شام (توضیح ص ۸۸ ج ۱) معلوم ہوا کہ عراق کا علاقہ حجاز سے خارج ہے فلھذا سلیمن تیمیؒ کا نشانہ کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے بالکل صحیح ہے۔

جھوٹ نمبر 21: مولانا ارشادالحق صاحب ابن اسحٰق کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ نے انہیں کذاب کہا ہے جوائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں لیکن امام جرح و تعدیل۔یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ

عسیٰ اراد فی الکلام فاما فی الحدیث فھو ثقة (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱ توضیح ص ۲۴۰ ج ۱)

غالباً انہوں نے کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب کہا ہے مگر حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔

الجواب: امام جرح وتعدیل۔یحیٰ بن معین کی یہ تاویل ابن اسحٰق کے دفاع میں نہیں بلکہ ھشامؒ بن عروہ کے بارے میں ہے۔مولانا اثری نے جان بوجھ کر اس کاروائی کا ارتکاب کیا ہے شاید ان کا یہ خیال ہو کہ حضرت شیخ مکرم مولانا صفدر صاحب دام مجدھم بوڑھے اور ضعیف

ہو چکے ہیں اور تصنیف کے کام کے قابل نہیں رہے۔ فلھذا اثری کی کتاب کی چیکنگ کرنے والا

کون مرد میدان میں آسکتا ہے۔ مگر یہ خیال ان کا غلط ہے ہر زمانے میں رب العالمین ایسے

اشخاص پیدا کرتا رہتا ہے۔ جو چھوٹے اشخاص کو گھر تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ اب اصل عبارت

ملاحظہ ہو۔

محمد بن فليح قال قال مالك بن انس هشام بن عروة كذاب قال فسالت يحي بن معين قال عسىٰ اراد في الكلام فا ما في الحديث فهو ثقة و هو من الرواة عنه (تاريخ بغداد ص ۲۲۳ ج ۱ تا ص ۲۲۴)

محمد بن فلیحؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالکؒ نے فرمایا کہ هشام بن عروہ کذاب ہے پس میں نے یحیٰؒ بن معین سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ امام مالکؒ کی مراد شاید کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب کہا ہو ورنہ حدیث میں تو هشام ثقہ ہے۔

امام مالکؒ خود هشام سے روایت کرتے ہیں۔ اس آخری جملہ میں ھو من الروۃ عنہ کو بھی اثری

صاحب نے کاٹ دیا ہے کیونکہ ابن اسحٰق سے تو امام مالکؒ روایت نہیں کرتے (لاحول ولا قوۃ الا

باللہ) مگر هشامؒ بن عروہ کے بارے میں امام مالکؒ کی طرف منسوب جرح صحیح نہیں کیونکہ اس کی

سند جھوٹی ہے۔ اس حکایت کے بعد خطیبؒ بغدادی لکھتے ہیں۔

وامام حكاية ابن فليح عنه في هشام بن عروة فليست بالمحفوظة الا من الوجه الذى ذكرناه ، وراويها عن ابراهيم بن المنذر غير معروف عندنا فالله اعلم (تاريخ بغداد ص ۲۲۴ ج ۱)

کہ حکایت محمد بن فلیح کی امام مالکؒ سے هشام بن عروہ کے بارے میں اس سند کے سوا مروی نہیں ہے اور اس سند کا راوی ابن المنذر سے (احمد بن محمد البغدادی) ہمارے ہاں مجہول ہے۔

خطیب بغدادی عجیب آدمی ہے۔ اس سند کا ایک راوی خطیب بغدادی کے شیخ برقانیؒ کا شیخ محمد

بن احمد بن محمد ابن عبد الملک لآدمی جھوٹا ہے محدث حمزہ بن محمد الدقاق فرماتے ہیں لم یکن صدوقا

کہ یہ راوی سچا نہیں تھا۔ (میزان ص ۴۵۷ ج ۳ و لسان ص ۳۹ ج ۵)۔ بعض مجہول قسم کے لوگوں

نے جو امام مالکؒ پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ ناروا ائمہ ثقات و معروفین پر جرح کرتے ہیں۔ اس کی

دلیل خطیبؒ بغدادی نے ان مجہول لوگوں کی طرف سے یہی ھشام بن عروہ والی حکایت پیش کی ہے جس کا حشر آپ دیکھ چکے ہیں۔ (حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا)

جھوٹ نمبر 22: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں (۱) امام شوکانیؒ کی بات اس طرح مولانا صفدر صاحب نے علامہ شوکانیؒ سے نقل کیا ہے۔ کہ فصاعداً، ماتیسر، مازاد کی حدیثوں سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ مسلک صحیح ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن کریم کا کوئی حصہ بھی واجب ہونا چاہیے۔ والظاہر ماذ اھبوا الیہ من ایجاب شیٔ من القرآن (نیل ملخصا احسن ص ۳۳ ج ۱) جواب لیکن جب علامہ شوکانیؒ ان احادیث کو ضعیف قرار دے چکے ہیں تو کم از کم انہیں مازاد علی الفاتحہ کے وجوب کے قائلین میں شمار کرنا صحیح نہیں بلکہ انہوں نے قائلین وجوب کے استدلال کی خامی بیان کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے۔

ولکنه ضعیف وقد عورضت هذه الاحادیث بما فی البخاری و مسلم وغیر هما (نیل ص ۲۱۲ ج ۲)	لیکن یہ حدیثیں ضعیف ہیں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث ان کے معارض ہیں۔

لھذا قارئین کرام کو علامہ شوکانیؒ کے الفاظ والظاہر ماذھبوا الیہ الخ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے (توضیح ص ۱۳۹ ج ۱)۔ الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ احسن ص ۳۳ ج ۱ نہیں بلکہ احسن ص ۳۳ ج ۲ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ علامہ شوکانیؒ ان احادیث کو ضعیف قرار دے چکے ہیں۔ یہ خالص دروغ بے فروغ ہے ہم علامہ شوکانیؒ کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

لا صلوة الا بقراءة فاتحة الكتاب فمازاد الحديث) اخرجه ابوداؤد من طريق جعفر بن ميمون و قد تقدم ان النسائی قال ليس بثقته قال احمد ليس بقوی و ابن عدی قال يكتب حديثه فی الضعفاء و لكنه يشهد لصحته ما عند مسلم و ابی داؤد و ابن حبان من حديث عبادة بن الصامت بلفظ لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً و ان كان قد اعلها البخاری فی جزء القراءة كما تقدم و يشهد له ايضاً حديث ابی سعيد عن ابی داؤد بلفظ امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب و ما تيسر قال ابن سيد الناس و اسناده صحيح و رجاله ثقات و قال الحافظ اسناده صحيح و يشهد له ايضاً حديث ابی سعيد عند ابن ماجته بلفظ بد صلوة لمن يقرأ فی كل ركعة بالحمد و سورة وتقدم تضعيف الی الحافظ له وهذه الاحاديث لا تقصر عن الدلالة علی وجوب قرآن مع الفاتحة (نيل الاوطار ص ۲۲۱ ج ۲)

سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد قرآن کی تلاوت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس حدیث کا اخراج امام ابوداؤد نے جعفر بن میمون کے طریق سے کیا ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ اس راوی کو امام نسائیؒ نے غیر ثقہ کہا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث ضعیف راویوں میں لکھی جائے لیکن اس حدیث کی صحت پر وہ حدیث شاہد ہے جو مسلم ابوداؤد ابن حبان میں لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً کے لفظ سے مروی ہے اگرچہ امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں اس کو معلول قرار دیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور اسی حدیث کی صحت پر حضرت ابو سعید الخدریؓ کی حدیث بھی شاہد ہے جو ابوداؤد میں امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر کے لفظ سے مروی ہے۔ محدث ابنؒ سید الناس نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی اسکے ثقہ ہیں اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس حدیث کی صحت پر حضرت ابوسعیدؓ کی وہ حدیث بھی شاہد ہے جو ابن ماجہ میں لاصلوۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ بالحمد وسورۃ کے لفظ سے مروی ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور مجموعہ ان احادیث کا فاتحہ کے ساتھ کچھ زائد قراءۃ کے وجوب پر دلالت کرنے سے قاصر نہیں ہے۔

قارئین کرام علامہ قاضی شوکانیؒ نے پہلی حدیث فمازاد والی روایت کی سند کے راوی جعفر بن میمون پر جرح کرنے کے باوجود فرمایا کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر کئی شواہد ہیں (نوٹ) جعفر بن میمون پر امام نسائیؒ کی جرح کے الفاظ لیس بثقۃ کتب رجال میں نہیں ملے (حاشیہ توضیح

الکلام ص ۱۳۱ ج ۱) دراصل یہ علامہ ماردینیؒ پھر علامہ عینیؒ پھر علامہ شوکانیؒ کا وہم ہے۔ ہم سخہائے گفتنی میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ پہلا شاہد علامہ شوکانیؒ نے صحیح مسلم، ابوداؤد، صحیح ابن حبان کے حوالہ سے حدیث لاصلوۃ لمن یقرأبفاتحۃ الکتاب فصاعداً (اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد قراءۃ کی تلاوت نہ کرے) پیش کیا ہے اور فرمایا کہ اگرچہ اس روایت کو جزء القراۃ میں معلول ٹھہرایا گیا ہے پھر بھی فمازاد کی صحت کا شاہد ہے۔ دسرا شاہد: حضرت ابو سعید الخدریؓ کی حدیث ابوداؤد سے علامہ شوکانیؒ نے پیش کیا ہے (امرنا ان نقرأبفاتحۃ الکتاب و ماتیسر) ہمیں حکم کیا گیا ہے کہ ہم سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ جو قرآن مجید میں سے ہمیں آسان ہو پڑھیں۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ محدث ابنؒ سید الناس فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن حجرؒ بھی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے ۔تیسرا شاہد: حضرات ابوسعید الخدریؓ کی روایت جو ابن ماجہ میں ہے قاضی شوکانیؒ نے پیش کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہوتی نماز اس شخص کی جو سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورۃ ہر رکعت میں نہ پڑھے۔ قاضی شوکانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجرؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (کوئی)۔ اب قاضی شوکانیؒ کی عبارت سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک صرف ایک حدیث ابوسعید الخدریؓ والی ضعیف ہے جو ابن ماجہ میں ہے باقی حدیثیں ضعیف نہیں ہیں بلکہ اتنی طاقتور ہیں کہ ان کے مجموعہ سے سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ قرآن کی قراءۃ کا وجوب ثابت ہوسکتا ہے۔ اب نیل الاوطار کی وہ عبارت بھی ملاحظہ کریں جس سے اثری صاحب نے قاضی شوکانیؒ کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ ان حدیثوں کو ضعیف کہتے ہیں مکمل عبارت یوں ہے۔ **وقد ذهب الیٰ ایجاب قرآن مع الفاتحة عمرؓ وابنه، عبداللهؓ، وعثمن بن ابی العاص والهادی والقاسم والمؤید بالله کذافی البحر وقدره الهادی بثلاث آیات قال القاسم والمؤید بالله اور آیة طویلة**

و الظاهر ما ذهبوا اليه من ايجاب شئ من القرآن و اما التقدير
بثلاث آيات فلا دليل عليه الاتوهم انه، لا يسمى ما دون ذالك
قرآناً لعدم اعجاز. كما قال المهدى فى البحر و هو فاسد لصدق
القرآن على القليل و الكثير لانه، جنس و ايضاً المراد مايسمى
قرآن لا يسمى معجزاً و لا تلازم بينهما و كذالك التقدير بالآية
الطويلة نعم لو كان حديث ابى سعيد المصرح فيه بذكر السورة
صحيحاً لكان مفسراً للمبهم فى الاحاديث من قوله فمازاد و
قوله فصاعداً و قوله ماتيسر و لكان دالاً على وجوب الفاتحة
وسورة فى كل ركعة و لكنه ضعيف كما عرفت و قد عورضت
هذه الاحاديث بما فى البخارى و مسلم وغير هما عن ابى هريرة
نه، قال فى كل صلوة يقرأ فما اسمعنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم اسمعنا كم وما اخفى علينا اخفينا عنكم، وان لم تزد
على ام القرآن اجزأت و ان زدت فهو خير و لكن الظاهر من
السياق ان قوله ان لم تزد الخ ليس مرفوعاً ولا مما له حكم
الرفع فلا حجة فيه وقداخرج ابو عوانة هذا الحديث كرواية
الشيخين الاانه، زاد فى آخره وسمعته يقول لا صلوة الا بفاتحة
الكتاب "قال الحافظ فى الفتح وظاهر سياقه ان ضمير سمعته
للنبى صلى الله عليه وسلم فيكون مرفوعا بخلاف رواية
الجماعة ثم قال نعم فقوله ما اسمعنا و ما اخفى عنا يشعر بان
جميع ماذكره متلقى عن النبى صلى الله عليه وسلم فيكون

للجميع حكم الرفع آه وهذا الاشعار فى غاية الخفاء باعتبار جميع الحديث فان صح جمع بينه وبين الاحاديث المصرحة بزيادة ما تيسر لجملها على الاستحباب (نيل الاوطار ص ۲۲۱، ص ۲۲۲ ج ۲)

ترجمہ: سورۃ فاتحہ کے ساتھ کچھ زائد قرآن مجید پڑھنا واجب ہے۔ یہی مسلک ہے حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ وحضرت عثمنؓ بن ابی العاص اور الھادیؒ اور القاسمؒ اور المؤیدؒ باللہ کا جیسا کہ کتاب البحر میں ذکر کیا گیا ہے اور الہادی تین آیات کا اندازہ کرتے ہیں قاسمؒ اور المؤید باللہ فرماتے ہیں یا ایک آیت لمبی ہو اور ظاہر یہی ہے جس کی طرف یہ حضرات گئے ہیں کہ قرآن مجید کا کچھ حصہ واجب ہے۔ لیکن اندازہ تین آیات کا مقرر کرنا بلا دلیل ہے۔ سو اس وھم کے کہ تین آیات سے کم کو قرآن نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ وہ معجز نہیں جیسا کہ المھدیؒ نے البحر میں کہا ہے اور یہ وھم فاسد ہے کیونکہ قرآن جنس ہے۔ قلیل وکثیر پر صادق آتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مراد یہ ہوتا جس کو قرآن کہا جائے نہ کہ معجز بھی کہا جائے اور ان دونوں کا آپس میں لزوم نہیں ہے اور اس طرح ایک آیت لمبی کا اندازہ کرنا بھی بلا دلیل ہے ہاں حدیث ابو سعید جس میں سورۃ کا ذکر صراحۃً ہے اگر صحیح ہوتی تو یہ ان احادیث جن میں فما زاد اور فصاعداً اور ما تیسر مبھم ہیں۔ ان کی تفسیر واقع ہو جاتی اور دال ہوتی اس پر کہ سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ سورۃ ہر رکعت میں واجب ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے اور بے شک ان احادیث کا معارضہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ کی اس روایت کے ساتھ جو بخاری مسلم وغیرہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر نماز جس میں قراءۃ کی جاتی ہے پس جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی ہم بھی تمہیں سنائیں گے۔ اور جو ہم سے پوشیدہ رکھی ہم بھی آپ سے پوشیدہ رکھیں گے اور اگر تو سورۃ فاتحہ سے زائد نہ پڑھ تو تجھے کافی ہے اگر زیادہ پڑھے تو بہتر ہے اور لیکن ظاہر عبارۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول ان لم تزد الخ مرفوع حدیث کا ٹکڑا نہیں ہے اور نہ مرفوع حدیث میں حکم

میں ہے پس یہ قابل حجت نہیں ابوعوانہؒ نے اس حدیث کا اخراج صحیحین کی طرح کیا لیکن اس کے آخر میں یہ زیادتی ہے وسمعتہ لاصلوۃ الا بفاتحہ الکتاب (اور میں نے سنا آپ سے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا کہ ظاہر سیاق عبارت کا یہ ہے وسمعتہ کے اندر ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے فلھذا مرفوع شمار ہوگی۔ بخلاف محدثین کرامؒ کی ایک پوری جماعت کے کہ ان کی کتابوں میں یہ جملہ مذکور نہیں۔ پھر حافظ صاحبؒ نے فرمایا ہاں قول ما اسمعنا وما اخفی عنا یہ مشعر ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ نے جو ذکر کیا وہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ ہے۔ پس سب مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ (حافظ صاحبؒ کی عبارت ختم ہوگئی ہے) (قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں) کہ حافظ صاحبؒ کا یہ اشعار انتہائی پوشیدگی کے پردہ میں ہے باعتبار جمیع حدیث کے پس اگر حضرت ابوھریرہؓ کا قول ان لم تزدانخ مرفوع ثابت ہوجائے تو ما تیسر من القرآن والی احادیث کو فاتحہ سے زائد قراءۃ کو استحباب پر محمول کیا جائے گا

قارئین کرام ہم نے بفضل اللہ تعالیٰ قاضی شوکانیؒ کی مکمل عبارت مع ترجمہ ذکر کر دی ہے جس سے مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلد کا جھوٹ اور عبارت کے ترجمہ میں تحریف بخوبی معلوم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ مولانا اثری صاحب کی عبارت دوبارہ ملاحظہ کریں۔

ولکنہ ضعیف کما عرفت وقد عورضت ھذہ الاحادیث بما فی البخاری ومسلم وغیرھما (نیل ص ۲۱۲ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۱۳۹ ج ۱)	لیکن یہ حدیثیں ضعیف ہیں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور بخاری اور مسلم وغیرہ کی احادیث ان کے معارض ہیں۔

اب یہاں ولکنہ ضمیر غائب واحد ہے جو راجع ہے حضرت ابوسعید الخدریؓ کی اس روایت کی طرف جو ابن ماجہ میں ہے جس کی تضعیف حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے علامہ شوکانیؒ پہلے بھی نقل کر چکے ہیں اور فرماتے ہیں کما عرفت (جیسا کہ تو پہلے معلوم کر چکا ہے) لیکن قربان جائیے غیر مقلدین حضرات کے محقق محدث مولانا ارشاد الحق صاحب اثری پر کہ وہ ترجمہ کرتے

ہیں۔لیکن یہ حدیثیں ضعیف ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

قاضی شوکانیؒ کے ہاں فمازاد۔فصاعداً،وماتیسر احادیث ضعیف نہیں ہیں جیسا کہ پہلی عبارت میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔دوسرا کارنامہ مولانا ارشادالحق صاحب کا یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ کرتے ہیں "اور بخاری اور مسلم وغیرہ کی احادیث ان کے معارض ہیں" حالانکہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ کھلی تحریف ہے۔بلکہ اس کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو راقم الحروف نے کیا ہے دوبارہ ملاحظہ ہو "اور بے شک ان احادیث کا معارضہ کیا گیا ہے۔حضرت ابوھریرہؓ کی اس روایت کے ساتھ جو بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے۔قاضی شوکانیؒ نے اس سے حضرت ابوھریرہ کا یہ قول ان لم تزد علی ام القرآن مراد لیا ہے۔پھر فرمایا لیس مرفوعاً ولامماله حکم الرفع فلاحجة فیه۔کہ یہ ٹکڑا نہ تو مرفوع حدیث کا حصہ ہے اور نہ مرفوع کے حکم میں ہے۔پس حجت کے قابل نہیں۔فلھذا احادیث ،فمازاد،فصاعداً،ماتیسر کے معارض کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔قارئین کرام اندازہ کریں کہ بات کیا تھی۔لیکن مولانا ارشادالحق صاحب نے کیا سے کیا بنادی (سبحانک ھذا بھتان عظیم)باقی فمازاد،فصاعداً،ماتیسر والی احادیث کی تحقیق اپنے مقام پر آرہی ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

جھوٹ نمبر 23: محمد بن عزیز ایک راوی ہے۔اس کے متعلق مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں "اور مسلمہؒ بن قاسم،ابن شاہینؒ،عقیلیؒ اور سعیدؒ بن عثمٰن نے اسے ثقہ کہا ہے (تھذیب ص ۳۴۴،۳۴۵ ج ۹) حاشیہ توضیح الکلام ص ۱۶۶ ج ۱)الجواب ابن شاہینؒ نے اس راوی کو ثقہ نہیں کہا یہ خالص جھوٹ ہے بلکہ تھذیب ص ۳۴۵ ج ۹ میں ہے وقال ابن شاھین کان احمد بن صالح المصری سیئ الرأی فیه اور محدث ابن شاہینؒ نے فرمایا کہ امام احمد بن صالح المصریؒ اس راوی کے بارے میں بری رائے رکھتے تھے۔ہمیں سمجھ نہیں آتی مولانا ارشادالحق صاحب بار بار جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 24: مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں " مگر مؤلف احسن الکلام کو

عجیب بات سوجھی لکھتے ہیں کہ امام حاکمؒ نے بیہقیؒ کا مغالطہ تو ایسا نکالا کہ ان کو شاید لب کشائی کی ہمت ہی نہ رہے مگر خود انہوں نے سنن (بیہقی) (ص ۱۵۹ جلد ۲ میں ابو الولید کا جملہ ساقط کر دیا ہے (احسن ص ۲۸۳) حالانکہ امام حاکمؒ امام بیہقیؒ کے استاد ہیں اور امام حاکمؒ کی وضاحت کے باوجود اپنے موقف پر ہیں کہ ابو الولید مجہول ہے (توضیح الکلام ص ۶۵۴ ج ۲) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "مولانا صفدر کا فرمانا کہ امام حاکمؒ نے امام بیہقیؒ کا مغالطہ تو ایسا نکالا کہ شاید ان کو لب کشائی کی ہمت ہی نہ رہے الخ۔ حالانکہ امام بیہقیؒ تو امام حاکمؒ کے بعد بھی اپنے موقف پر ہیں کہ ابو الولید مجہول ہے (توضیح الکلام ص ۶۵۵ ج ۲) الجواب مولانا ارشاد الحق کا یہ کہنا ہے کہ امام بیہقیؒ اپنی موقف پر ہیں کہ ابو الولید مجہول ہے۔ یہ مولانا ارشاد الحق صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ الحمد للہ امام بیہقیؒ نے اپنے سمت قبلہ کی طرف درست کر لی تھی چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب معرفۃ السنن والآ ثار ص ۷۸ ج ۳ تا ص ۷۹ میں حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ تین سندوں سے بیان کی ہے جن میں امام بیہقیؒ نے ابو الولید مجہول شخص کا واسطہ ذکر نہیں کیا بلکہ فرماتے ہیں عن ابی الولید وھو عبد اللہ بن شداد (معرفۃ السنن ص ۷۸ ج ۳ کہ ابو الولید اور وہ عبد اللہ بن شداد ہی ہے۔ یہ ہمارے شیخ مکرم محدث اعظم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدھم کی زندہ کرامت ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء فی الدارین۔

جھوٹ نمبر 25: مولانا ارشاد الحق صاحب حضرت عمرؓ کا ایک موقوف اثر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اور ابن جریرہؒ کی جابرؓ تک سند صحیح ہے لیکن جابرؓ مستور ہے (توضیح الکلام ص ۲۲۰ ج ۱) الجواب: اثری صاحب کا اس سند کو جابر تک صحیح کہنا خالص کذب بیانی ہے۔ اس لئے کہ اس کی سند میں سعید الجریری ہے جو مختلط الحدیث ہے۔ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد تحفۃ الاحوذی ص ۲۵۵ ج ۳ میں لکھتے ہیں سعید بن ایاس ابو مسعود البصری ثقۃ من الخامسۃ اختلط قبل موتہ بثلاث سنین۔ یعنی یہ راوی ثقہ ہے۔ اپنی موت سے تین سال قبل اختلاط کا شکار ہو گیا

تھا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب خود تحریر کرتے ہیں **اما المختلطون فی اواخر اعمارھم مثل** الجریری وسعید بن ابی عروبہ الخ توضیح الکلام ص ۴۶۸ ج ۲) یہاں مولانا اثری نے جریریؒ کو مختلط الحدیث تسلیم کیا ہے اور مختلط الحدیث راوی کی حدیث ضعیف ہوتی ہے جبکہ اس کا شاگرد یہاں ابن علیہ ہے اور وہ قدیم السماع نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے عبدالاعلیٰ، عبدالوارث بشر بن المفضل کے بارے میں فرماتے ہیں وھولاء سمعوا منہ قبل الاختلاط۔ ان راویوں نے سعید جریریؒ سے قبل الاختلاط سماع کیا ہے (مقدمہ فتح الباری ص ۴۰۵) پس ثابت ہوا کہ اثری صاحب جھوٹ بولنے میں کوئی خاص عار محسوس نہیں کرتے۔

جھوٹ نمبر 26: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "پھر کیا مولانا صفدر صاحب نے اس پر غور فرمایا کہ ولید بن مسلمؒ بقیہؒ بن الولید علاء بن عبدالرحمٰن محمد بن مبارک مکحولؒ وغیرہ بھی تو صحاح ستہ کے راوی ہیں (توضیح الکلام ص ۱۱۷ ج ۲) الجواب ان مذکورہ راویوں میں سے بقیہ علاء و مکحول صحاح ستہ کے راوی نہیں۔ ان کو صحاح ستہ کا راوی کہنا مولانا ارشاد الحق صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ جبکہ یہ تینوں راوی صحیح بخاری کے راوی نہیں بلکہ بقیہ راوی کو تو مسلم شریف میں صرف شواہد میں ذکر کیا گیا ہے امام مسلمؒ نے اس سے احتجاج نہیں کیا۔ دیکھئے توضیح الکلام ص ۲۴۹ ج ۱ ص ۳۱۷ ج ۱) کسی نے سچ کہا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

جھوٹ نمبر 27: مولانا ارشاد الحق صاحب امام سعید بن المسیب کا اثر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں لیجئے ہم سند پیش کرتے ہیں امام ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ حدثنا عباد عن سعید عن قتادہ عن سعید بن المسیب انہ قال یقرا الامام ومن خلفہ فی الظہر والعصر بفاتحۃ الکتاب (مصنف عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۱) کہ امام اور مقتدی ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ پڑھیں عبادؒ سے مراد عباد بن عوام ہیں اور سعید بن ابی عروبہ اور یہ دونوں بالاتفاق ثقہ ہیں البتہ قتادہ مدلس ہے اور روایت معنعن ہے مگر مولانا صفدر کے ہاں تو اس کی تدلیس مضر ہی نہیں (توضیح ص ۵۵۵ ج ۱)

الجواب مولانا اثری صاحب نے سند ابن ابی شیبہ سے پیش کی ہے اور حوالہ مصنف عبدالرزاق کا پیش کیا ہے۔ کسی نے ایسے موقع پر کہا ہے۔ بول میاں مٹھو چپل چپل۔

مولانا ارشادالحق صاحب اثری کا یہ فرمانا کہ عباد اور سعید بن ابی عروبہ بالاتفاق ثقہ ہیں البتہ قتادہ مدلس ہے۔ اسکا مطلب یہ نکلا کہ سعید بن عروبہ نہ تو مدلس ہے اور نہ مختلط الحدیث ہے اور اس طرح عباد بن عوام پر بھی کوئی اعتراض نہیں حالانکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ عباد بن عوام کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مضطرب الحدیث عن سعید بن ابی عروبۃ (تھذیب التھذیب ص ۹۹ ج ۵) کہ عباد بن عوام سعید بن ابی عروبہ سے روایت کرنے میں مضطرب الحدیث ہیں۔ یاد رہے یہ اثر بھی سعید بن ابی عروبہ سے روایت کر رہے ہیں۔ محدث ابن سعدؒ فرماتے ہیں "کان یتشیع فاخذ ھارون فحبسہ ثم خلی عنہ (تھذیب ص ۹۹ ج ۵) کہ عباد بن عوام شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ ھارونؒ رشید نے اس کو قید خانے میں ڈالا تھا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اور سعیدؒ بن ابی عروبہ مدلس و مختلط الحدیث ہے چنانچہ مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔

قال الحافظ فی التقریب کثیر التدلیس و اختلط (انتھی) ورواہ ھو عن قتادہ بالعنعنۃ و قتادۃ ایضاً مدلس (ابکار المنن ص۹۷)

حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التھذیب میں کہا ہے کہ سعید بن ابی عروبہ بہت تدلیس کرنے والا ہے اور اختلاط کا شکار بھی ہو گیا تھا۔ (آھ) اور اس روایت کو اس نے قتادہؒ سے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور قتادہ بھی مدلس ہے۔

خود مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں "ذرا غور فرمایئے مختلط راویوں میں ایک سعید بن ابی عروبہ ہیں (توضیح الکلام ص ۳۶۷ ج ۲) نیز تحریر کرتے ہیں "و اما المختلطون فی اواخر اعمارھم مثل الجریری وسعید بن ابی عروبۃ (توضیح ص ۳۶۸ ج ۲) جب مولانا ارشادالحق صاحب سعید بن ابی عروبہ کو مختلط الحدیث مانتے ہیں تو جھوٹ بولنے کے بجائے سچی بات کہہ دیتے کہ یہ اثر ڈبل ضعیف ہے۔

جھوٹ نمبر 28: مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں "مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم علامہ قرشیؒ کی تقلید میں ابوالزبیر کو مدلس قرار دیتے ہیں مگر مولانا صفدر صاحب انہیں سرے سے مدلس ہی نہیں تسلیم کرتے (احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ص ۷۴ تا ص ۷۵) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے ورنہ مولانا صفدر صاحب دام مجدھم ابوالزبیر کی تدلیس کا انکار نہیں کیا بلکہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔ پہلے توجیہ النظر کے حوالہ سے نقل کیا جاچکا ہے۔ کہ ابوالزبیرؒ کا شمار ان مدلسین میں ہے جن کی تدلیس کسی صورۃ مضر نہیں (احسن الکلام ص ۲۷۵ ج ا طبع دوم) اور اس سے پہلے (احسن الکلام ص ۲۰۲ ج ا) میں ابو الزبیرؒ کا شمار ان مدلسین میں کرتے ہیں۔ جن کی تدلیس مضر نہیں چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں لیکن ابوالزبیرؒ کی تدلیس کا یہ خواب کسی صورت صحیح نہیں ائمہ فن اور علماء احناف کی تصریحات آپ کے سامنے ہیں (توضیح الکلام ص ۵۶۱ ج ۲)

جھوٹ نمبر 29: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ما صدقہؒ بن خالد سے ھشامؒ بن عمار نے اور جزء القراءۃ ص ۸ میں امام بخاریؒ نے یہی روایت بیان کی ہے (توضیح ص ۳۲۷ ج ا) (۲) اور محمد بن مبارک کے امام بخاریؒ اور ھشامؒ متابع ہیں (توضیح ص ۳۲۷ ج ا تا ص ۳۲۸) (۳) اور زیر بحث روایت میں صدقہؒ سے روایت کرنے والا تنہا غریب۔ یحیٰؒ ہی نہیں بلکہ محمد بنؒ مبارک، ھشامؒ بن عمار اور امام بخاریؒ بھی ہیں (توضیح ص ۳۲۹ ج ا)۔ الجواب: امام بخاریؒ جب صدقہ بن خالد کے شاگرد نہیں بن سکتے وہ محمد بن مبارک کے متابع کیسے بن سکتے ہیں۔ چنانچہ صدقہ بن خالد کی وفات ۱۷۰ھ یا ۱۷۱ھ یا ۱۸۰ھ میں ہوئی ہے۔ جبکہ امام بخاریؒ کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے تو وہ صدقہ بن خالد کا شاگرد کیسے بن سکتا ہے۔ چنانچہ جزاء القراءۃ میں حدثنا البخاری قال حدثنا صدقۃ بن خالد مذکور ہے جو بالکل غلط ہے۔ حاشیہ و تعلیق میں معلق صاحب لکھتے ہیں **الصواب حدثنا البخاری قال حدثنی ھشام بن عمار**

نا صدقة بن خالد الخ کما فی خلق افعال العباد للؤلف (حاشیه جزء القراءۃ ص ۱۸ حدیث نمبر ۳۳) یعنی امام بخاریؒ نے اپنی کتاب خلق افعال العباد میں بواسطه ھشام بن عمار صدقه بن خالد سے روایت کی ھے۔ حضرت مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد نے صریح جھوٹ بولا ھے۔ که امام بخاریؒ محمد بن مبارک کے متابع ھیں توضیح الکلام جھوٹ اور ھیر پھیر و تضاد ات کا مجموعه ھے۔

جھوٹ نمبر 30: امام اوزاعیؒ کا اثر تابعین کے عنوان کے تحت توضیح ص ۵۵۶ ج ۱ میں ذکر کیا ہے نیز دیکھئے توضیح ص ۷۶۶ ج ۲۔ پھر توضیح ص ۷۵۱ ج ۲ میں لکھتے ہیں "امام مکحولؒ امام سعیدؒ بن جبیر حسنؒ بصری مجاہدؒ اوزاعیؒ عروہؒ بن زبیر وغیرہ ایسے جلیل القدر تابعین کی آراء الخ اس مقام پر بھی امام اوزاعیؒ کو جلیل القدر تابعین میں شمار کیا ہے۔ الجواب امام عبدالرحمٰن اوزاعیؒ تابعین میں سے نہیں بلکہ تبع تابعین میں سے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد اتباع تابعین کے عنوان کے تحت لیث بن سعد امام اوزاعی اور عبداللہ بن مبارک کے مسلک کا ذکر کرتے ہیں ملاحظہ ہو تحقیق الکلام ص ۱۱۱ ج ۱) امام عبدالرحمٰن اوزاعیؒ کی پیدائش ۸۸ھ ہے۔ وفات ۱۵۱ھ یا ۱۵۵ھ یا ۱۵۶ھ یا ۱۵۸ھ دیکھئے تہذیب التہذیب ص ۲۴۰ تا ص ۲۴۲ ج ۶) فلھذا امام عبدالرحمٰن اوزاعیؒ کو تابعین میں شمار کرنا مولانا ارشاد الحق صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ خود مولانا موصوف امام اوزاعیؒ کو اتباع تابعین کے تحت ذکر کر چکے ہیں (توضیح ص ۵۳ ج ۱)۔

جھوٹ نمبر 31: مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں "پھر امام نخعیؒ کے علاوہ امام بخاریؒ ابن خزیمہؒ دارقطنیؒ ابوعلی نیسابوری ابوبکرؒ الاثرم وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ یہ

جملہ واذا قرأ فانصتوا، سلیمنؒ کا وھم ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی نے بیان نہیں کیا۔ (توضیح الکلام ص ۳۲۷ ج ۲)۔ الجواب: امام بخاریؒ کی طرف اس بات کی نسبت کرنا خالص جھوٹ ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں قال البخاری وروی سلیمن التیمی وعمرو بن عامر عن قتادۃ عن یونس بن جبیر ۔۔۔۔ اذا قرأ فانصتوا ولم یذکر سلیمن فی ہذہ سماعا من قتادۃ ولا قتادۃ من یونس بن جبیر الخ۔ (جزء القراءۃ ص ۶۳ حدیث نمبر ۱۷۵) ترجمہ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سلیمن تیمی وعمر بن عامر دونوں نے قتادہؒ عن یونس سے واذا قرأ فانصتوا کا جملہ روایت کیا ہے لیکن سلیمنؒ نے قتادہ سے سماع کا ذکر نہیں کیا اور قتادہؒ نے بھی یونسؒ سے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے ہاں اس روایت میں سلیمن کا تفرد نہیں۔ البتہ سلیمن کے سماع کا قتادہؒ سے اور قتادہؒ کے سماع کا یونسؒ سے عدم ذکر کا اعتراض ہے۔ اس کا جواب خود اثری صاحب نے بڑے احسن انداز میں دے دیا ہے ملاحظہ ہو۔ امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس روایت میں سلیمنؒ کا قتادہؒ سے اور قتادہ کا حطانؒ سے سماع نہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے ابوداؤد اور ابوعوانہ میں تصریح سماع ثابت ہے جیسا کہ مؤلف احسن الکلام نے بھی ذکر کیا ہے (توضیح الکلام ص ۲۸۳ ج ۲) ع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ باقی حضرات (محدثین) ابن خزیمہؒ وغیرہ کے کلام کی وضاحت اپنے مقام میں ذکر کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ غیر مقلدین حضرات کے مذہب کی بدنامی کے لئے توضیح الکلام کافی ہے۔

<u>جھوٹ نمبر 32:</u> مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام مجاہدؒ کا اثر۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں **قال مجاھد اذا لم یقرأ خلف الامام اعادالصلوۃ** کہ جب امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے تو نماز کو دوبارہ پڑھا جائے۔" (جزء القراءۃ ص ۲)

اور جزء القراءۃ ص ۸ میں بالاسناد نقل کرتے ہیں کہ امام مجاہدؒ نے فرمایا۔ اذا نسی فاتحۃ الکتاب لا تعتد تلک الرکعۃ کہ اگر فاتحہ بھول جائے تو اس رکعت کو شمار نہ کیا جائے لہذا جب امام

مجاہدؒ فاتحہ کے بغیر رکعت کے لوٹانے کا حکم دیتے ہیں تو نماز کے اعادہ کا حکم کچھ عجیب نہیں۔ پھر اس اثر سے مطلق قراءۃ" کا اعتراض بھی ختم ہوا۔ اس اثر پر پہلے ہم بحث کر آئے ہیں (توضیح الکلام ص ۵۴۵ ج ۱) الجواب پہلی بات تو یہ ہے کہ امام مجاہدؒ کا پہلا قول کہ جب مقتدی امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرے تو نماز کو لوٹائے۔ یہ بالکل بے سند قول ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مؤلف احسن الکلام لکھتے ہیں "امام بخاریؒ نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی بغیر سند کے کون سنتا ہے (احسن ص ۱۴۹) توضیح ص ۴۶۷ ج ۱) دوسری بات کہ امام مجاہدؒ کا دوسرا قول جس کے بارے میں مولانا ارشاد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ "بالاسناد نقل کرتے ہیں" یہ جھوٹ ہے اس کی سند متصل نہیں بلکہ منقطع ہے چنانچہ ملاحظہ ہو وقال ابن علیۃ عن لیث عن مجاہد اذا نسی فاتحۃ الکتاب لا تعد تلک الرکعۃ (جزء البخاری ص ۱۶ ناشر المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور) ابن علیہ کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم الاسدی مولاھم ابو بشر البصری المعروف بابن علیۃ ہے۔ تھذیب ص ۲۷۵ ج ۱ ان کی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی تھذیب ص ۲۷۷ ج ۱ جبکہ امام بخاریؒ کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے۔ یعنی ابن علیہ کی وفات کے ایک سال بعد پیدا ہوئے فلھذا اس کو بالاسناد کہنا درست نہیں بلکہ اس کو تعلیقاً یا معلقاً کہنا درست تھا پھر اس منقطع سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم واقع ہے جو کہ ضعیف و مدلس ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب (ایک مقام پر) لکھتے ہیں حالانکہ یہ اثر بھی لیثؒ بن ابی سلیم ہی کے واسطے سے منقول ہے اور یہاں یہ (احناف) حضرات نصرت مذھب میں اس کی سند کو صحیح فرمارہے ہیں مگر ہمارے نزدیک وہ احتجاج کے قابل نہیں البتہ متابعت میں اس کی روایت مقبول ہے۔ (توضیح ص ۴۸۶ ج ۱ تا ص ۴۸۷) پھر اثری صاحب نے متن میں تحریف کر دی ہے اصل لفظ لا تعد تلک الرکعۃ تھے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیے ہیں۔ جس کا معنی بنتا ہے اس رکعت کا تو اعادہ نہ کر۔ لیکن جزء القراءۃ کے (حاشیہ) پر ایک نسخہ لا یعتد تھا جس کا معنی بنتا ہے کہ یہ رکعت شمار نہ ہوگی اس لئے اثری صاحب نے تحریف

کا ارتکاب کرتے ہوئے متن سے لا تعد کو کاٹ کر لا یعتد کے بجائے اپنی طرف سے لا تعتد بنا دیا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) (اثری صاحب کا یہ کہنا) ہم اس اثر پر بحث کر آئے ہیں یہ بھی دھوکہ ہے۔ اس اثر کی سند اور متن پر اثری صاحب نے پوری بحث نہیں کی چنانچہ لکھتے ہیں (امام مجاہدؒ کا اثر) فرماتے ہیں کہ جب سورہ فاتحہ بھول جائے تو اس رکعت کا کوئی اعتبار نہیں (جزء القراۃ ص ۸) مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں لیث ضعیف ہے پھر یہ بھی مجاہدؒ کا قول (محصلہ ص ۴۳ جلد ۲) جواب بلا شبہ لیث پر محدثین نے کلام ہے۔ مگر خود امام بخاریؒ کا قول ہے۔ صدوق یھم اور حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اعدل الاقوال یہ ہے۔

صدوق اختلط اخیراً ولم یتمیز حدیثه فترک (تقریب ص ۴۳۲)

یعنی صدوق ہے مگر آخر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا اسی بناء پر اس کی صحیح اور ضعیف حدیثوں میں تمیز نہیں ہو سکتی اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔

مگر امام بخاریؒ کے متعلق ہے کہ وہ ایسے راوی کی وہی روایت لیتے ہیں جس کے متعلق انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ اس کی صحیح روایات میں سے ہے دیکھئے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جسے امام بخاریؒ صدوق کہتے ہیں دیگر اہل علم نے اس پر کلام کیا ہے اور سئی الحفظ فرمایا ہے امام صاحب فرماتے ہیں۔

صدوق لا یعرف صحیح حدیثه من سقیمه ولا اروی عنه شیأ (جامع ترمذی مع التحفه ص ۲۷ ج ۳)

یعنی وہ صدوق ہیں اس کی صحیح اور ضعیف احادیث میں تمیز نہیں ہو سکی اس لئے میں نے اس سے کوئی بھی روایت نہیں لی۔

بناء بریں لیثؒ کی روایت کو امام صاحبؒ نے اگر قبول کیا ہے تو یہ دلیل ہے کہ وہ اس کی صحیح اور ضعیف روایات میں تمیز کرتے ہیں اور یہ ان کی صحیح روایات میں سے ہے (الی ان قال) اب قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام بخاریؒ کے ان ذکر کردہ آثار پر جو عمل جراحی فرمایا ہے کس قدر حقیقت پسندانہ ہے۔ بلا شبہ دلائل اور اصول کی روشنی میں یہ آثار صحیح ہیں (توضیح الکلام ص ۱۴۹ ج ۱)

الجواب اول بات تو یہ ہے کہ اثری صاحب نے چونکہ جزء القراءۃ کے متن میں تحریف کی ہے اصل میں تھا لا تعد تلک الرکعۃ (اس رکعت کا اعادہ نہ کر) مگر اثری نے متن سے عبارت نکال کر حاشیہ پر جو کسی مجہول شخص نے لکھا تھا وفی نسخۃ لایعتد۔ تو اس کو متن میں گھسیڑ دیا۔ اسی بناء پر ترجمہ بھی غلط کیا اور کمال کی بات یہ ہے کہ اختلاف نسخہ کا نام تک نہ لیا دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے شیخ مکرم دام مجدھم نے مجاہدؒ کے اثر پر جو بنیادی اعتراض تھا وہ نہیں کیا۔ وہ یہ کہ امام بخاریؒ نے اس کو وقال ابن علیۃ عن لیث سے بیان کیا ہے اور ابن علیہؒ کی وفات کے ایک سال بعد امام بخاریؒ پیدا ہوئے ہیں تو یہ اثر منقطع و معلق ہے جو کہ ضعیف روایت کی قسم ہے مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "حافظ ابن حجرؒ نے اپنے النکت میں صحیح بخاری کی معلق روایات کے بارے میں بڑی نفیس بحث کی ہے اور اس کی تعلیقات کی اقسام بیان کرتے ہوئے ایک قسم" التعلیق الجازم الذی یضعف بسبب الانقطاع" ذکر کی ہے۔

کہ امام بخاریؒ کبھی کبھی بالجزم ایسی معلق روایت بھی لاتے ہیں جو انقطاع کی بناء پر ضعیف ہوتی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۷۶ ج ۲) معلق روایات تو امام بخاریؒ کے مقصود سے خارج ہیں۔ انہیں وہ بطور تنبیہ ذکر کرتے ہیں ان سے استدلال و احتجاج مقصود نہیں (توضیح ص ۵۷۷ ج ۲) تیسری بات یہ ہے کہ لیث بن ابی سلیم کی روایت امام بخاریؒ کے ہاں اگر صحیح ہوتی ہے تو کیا امام بخاریؒ کی تمام کتابوں میں اس کا یہی حکم ہے یا صرف جزء القراءۃ میں اگر صرف جزء القراءۃ میں یہ ضابطہ چلتا ہے۔ تو پھر جزء القراءۃ میں چار مقامات پر جعفر بن میمون کی روایت وما زاد ص ۳ وفما زاد ص ۲۵، ص ۲۹، ص ۷۱ موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سے احتجاج کیا ہے جبکہ اثری صاحب نے اس حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا بلکہ جعفر بن میمون پر جرح کی ہے تو کیا یہ ضوابط ہم پر لاگو کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) اس طرح ابن عجلانؒ کی معنعن روایت اور ابوالزبیر عن جابرؓ کی معنعن روایت سے جزء القراءۃ میں احتجاج کیا

گیا ہے۔ دیکھئے علی الترتیب ص ۳۰، ص ۴۶ ناشر المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور۔ چوتھی بات مجاہدؒ کے اثر سمیت یہ لکھنا" کہ یہ آثار صحیح ہیں" خالص جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 33: مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں "بلاشبہ بہت سے محدثین نے اس (ابن لھیعہ) پر جرح کی ہے مگر توثیق کرنے والوں میں امام مالکؒ امام احمدؒ۔ عبداللہ بن وھب احمدؒ بن صالح اور ابن عدیؒ شامل ہیں جیسا کہ تھذیب اور میزان الاعتدال میں ہے (توضیح الکلام ص ۱۹۷ ج ۱) الجواب باقی حضرات کے (اقوال کے) متعلق تو فی الحال ہم بحث نہیں کرتے البتہ ابن عدیؒ کے متعلق عرض یہ ہے کہ ابن عدیؒ فرماتے ہیں حدیثہ کانہ نسیان وھو ممن یکتب حدیثہ (تھذیب ص ۳۷۹ ج ۵) ابن لھیعہ کی حدیث گویا نسیان ہی نسیان ہے اور یہ ان راویوں میں سے ہے جس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے۔ اور میزان الاعتدال ص ۴۸۳ ج ۲ میں ابن لھیعہ کی ایک روایت کے بارے میں ہے۔

وقال ابن عدی لعل البلاء فیه من ابن لهیعة فانه مفرط فی التشیع کہ امام ابن عدیؒ نے فرمایا شاید مصیبت ابن لھیعہ کی جانب سے ہے کیونکہ یہ غالی شیعہ ہے۔

قارئین کرام اندازہ کریں کہ امام ابن عدیؒ ابن لھیعہ پر جرح کرتے ہیں مگر مولانا ارشادالحق صاحب جھوٹ بولتے ہوئے انکو ابن لھیعہ کی توثیق کرنے والوں میں شمار کرتے ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔

جھوٹ نمبر 34: مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا اثر۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے متعدد اسانید کے ساتھ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ ثابت ہے (۱) عبداللہ بن زیاد الاسدی فرماتے ہیں۔ صلیت الی جنب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خلف الامام فسمعتہ یقرأ فی الظہر والعصر [کتاب القراءۃ ص ۶۴ کتاب الثقات لابن حبان ص ۵۷، ۵۸ ج ۵ ترجمہ عبداللہ الاسدی کتاب الکنیٰ ص ۱۱۱ جلد ۲ جزء القراءۃ ص ۸ السنن الکبری

ص ۱۶۹ ج ۲ طحاوی ص ۱۲۳ ج ۱) یہ روایت سند کے اعتبار بالکل صحیح ہے۔ (الیٰ ان قال) جبکہ طحاوی ص ۱۲۳ ج ۱) یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے (الیٰ ان قال) جبکہ طحاوی ص ۱۲۳ ج ۱ باب القراءۃ فی الظہر والعصر میں شعبہ بھی اشعث سے یہی روایت بیان کرتے ہیں لہذا شریکؒ اس میں منفرد نہیں ہے۔ (توضیح ص ۴۸۳ ج ۱) علاوہ ازیں جب شریکؒ کے علاوہ امام شعبہؒ اس روایت کو اشعث سے بیان کرتے ہیں تو پھر اس حدیث کی صحت میں کیا شک رہ جاتا ہے (توضیح ص ۴۸۵ ج ۱) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے "خالص جھوٹ ہے۔ نیز یہ کہنا کہ شعبہ بھی اس روایت کو اشعث سے بیان کرتے ہیں" یہ خالص دھوکہ ہے کیونکہ شعبہؒ کی روایت میں خلف الامام کا لفظ نہیں ہے۔ چنانچہ طحاوی ص ۱۵۴ ج ۱ میں ہے شعبہ عن اشعث بن ابی الشعثاء قال سمعت ابا مریم الاسدی یقول سمعت ابن مسعودؓ یقرأ فی الظہر (یعنی ابو مریم الاسدیؒ نے فرمایا کہ میں نے ابن مسعودؓ سے سنا وہ ظہر کی نماز میں قراءۃ کر رہے تھے) اس لئے میاں ارشاد الحق نے طحاوی کی روایت پیش نہیں کی صرف حوالہ دے دیا تاکہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالا جائے کہ شعبہ بھی روایت کرتے ہیں تو شریک اکیلا نہ ہوا (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) شریک راوی مدلس ہے اور روایت عن سے کی ہے مولانا ارشاد الحق صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "یہ روایت نہ مرسلاً درست نہ مسنداً کہ اس میں شریک راوی مدلس ہے۔ (آئینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے ص ۶۲) ماشاء اللہ مولانا موصوف نے اپنے قول پر خود بول کر دیا ہے۔ ع اے الفت چمن تیرا خانہ خراب ہو۔

جھوٹ نمبر 35: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "لیکن مؤلف (احسن الکلام) نے اس پر بھی غور فرمایا کہ ابن العربیؒ تو آیت "واذا قرئ القرآن" کو خطبہ کیلئے فرض قرار دیتے ہوئے اس (دوگانہ درمیان خطبہ کی) حدیث کو اس کے معارض قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں الاول قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فکیف یترک الغرض الذی شرع الامام فیہ الخ)

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابن العربی فرضی اور وجوبی طور پر اس آیت کو خطبہ کا مصداق قرار دیتے ہیں مگر معترض (مولانا صفدر صاحب) نماز کے علاوہ یہ حکم صرف استحبابی سمجھتے ہیں (توضیح الکلام ص ۱۸۳ ج ۲ تا ص ۱۸۴) الجواب: جھوٹ بولنا سخت حرام ہے مگر مولانا ارشاد الحق صاحب کی عادۃ شریفہ جھوٹ بولنے خیانت کرنے تحریف کا ارتکاب کرنے تضاد کا ارتکاب کرنے پر مجبور ہے۔ مولانا المکرم شیخ محترم محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدھم نے احسن الکلام ص ۱۸۱ ج ۱ میں لکھتے ہیں رہا وہ شخص جس نے مطلقاً امام کی اقتداء نہ کی ہو یا ابھی اقتداء کرنے کا ارادہ ہی کر رہا ہو تو وہ شخص اس آیت کا مخاطب نہیں ہے" یہ تھی احسن الکلام کی عبارت جس سے اثری صاحب نے دھوکہ دیا ہے حالانکہ اس میں خطبہ جمعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ مؤلف احسن الکلام ص ۱۸۴ ج ۱ میں لکھتے ہیں" یہ تحقیق نقل کی جا چکی ہے کہ آیت کا نشان نزول صرف نماز ہے نزول آیت کے وقت خطبہ کا وجود بھی نہ تھا۔ ہاں عموم الفاظ میں خطبہ بھی شامل ہے۔ نیز لکھتے ہیں "امام قاضی خانؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کا بیان ہے کہ خطبہ کی حالت میں درود شریف پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ استماع اور انصات ضروری اور فرض ہے اور سامع کو خطبہ کے لئے نہایت خاموشی سے توجہ کرنی چاہیے اور درود شریف کا پڑھنا اس کے بعد بھی ممکن ہے (خانیہ ص ۸۷ ج ۱) احسن الکلام ص ۱۸۴ ج ۱ تا ص ۱۸۵) قارئین کرام اس واضح عبارت سے ثابت ہوا کہ علامہ ابن العربیؒ اور ہمارے شیخ مکرم مولانا صفدر صاحب دام مجدھم کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں۔ اس کو تضاد بنانا محض مولانا ارشاد صاحب کے ذہن کا فساد ہے۔

جھوٹ نمبر 36: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں (مولانا امیر علی حنفی تقریب کے حاشیہ تعقیب میں لکھتے ہیں۔

صدوق کما قال المصنف و اذا لمن التدلیس منه فهو حجة فی روایة المتقدمین عنه فانها قبل التخلیط.

کہ جسطرح مصنف (ابن حجرؒ) نے کہا کہ وہ (ابن لھیعہ) صدوق ہے جب وہ تدلیس نہ کرے اور متقدمین اس سے روایت کریں تو وہ حجت ہے انکی روایت تخلیط سے پہلے کی ہے۔

وہ ائمہ متقدمین کون ہیں، امام ابن حبانؒ ہی سے موصوف نقل کرتے ہیں۔

وکان اصحابنا یقولون من سمع منه قبل الاحتراق فصحیح کالعبادته عبدالله بن وهب وابن المبارک وابن یزید المقری وابن مسلمة القعنبی۔

کہ ہمارے اصحاب (یعنی محدثین) فرماتے ہیں جس نے اس سے کتب جل جانے سے پہلے سنا ہے انکا سماع صحیح ہے جیسے کہ عبداللہؒ بن وھب ابن مبارکؒ ابن یزید مقری، اور ابن مسلمہؒ قعنبی کی روایات ہیں۔

امام ابن حبانؒ کا یہ کلام کتاب المجروحین ص ۱۱ ج ۲ میزان الاعتدال ص ۴۸۲ ج ۲ تحذیب التحذیب ص ۳۷۹ ج ۵ میں بھی دیکھا جا سکتا ہے (توضیح الکلام ص ۱۹۷ ج ۱ تا ص ۱۹۸) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ ائمہ فن کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن لھیعہؒ سے جب عبادلہ اربعہ روایت کریں اور وہ روایت معنعن نہ ہو تو وہ روایت عندالاحناف بھی قابل حجت ہے۔ امام ابن حبانؒ جن سے مولانا صفدر صاحب نے ابن لھیعہ کو واجب الترک لکھا ہے ان کا بھی یہی فیصلہ ہے (توضیح ص ۱۹۸ ج ۱ تا ص ۱۹۹) الجواب اول بات تو یہ ہے کہ مولانا امیر علی غیر مقلد ہے حنفی نہیں ہے یہ بہت بڑا دھوکہ باز ہے۔ ہدایہ کا ترجمہ عین الھدایہ لکھا ہے اور اس میں اپنے مذہب کا پرچار کیا ہے۔ ترجمہ اصل کا عین کیسے ہو سکتا ہے اور فتاوی عالمگیریہ کا اردو ترجمہ کیا ہے اور اس کے مقدمہ میں اپنے مذہب کا پرچار کیا ہے۔ مولانا محمد اسحٰق بھٹی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ مولانا سید امیر علی نے رجب ۱۳۳۷ھ میں لکھنو میں انتقال کیا۔ مسلکاً اہل حدیث تھے (برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ ص ۳۵۰) اور اس کتاب کے حاشیہ ص ۳۵۰ میں مولانا امیر علی کے ترجمہ کے لئے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے (نزھتہ الخواطر ص ۵۷ ج ۸ تا ص ۷۶ اور علمی اجالے ص ۶۲ مؤلفہ امیر حسن نورانی استاذ ادبیات اسلامیہ کالج لکھنو راجہ رام بک ڈپو وارث نولکشور لکھنو مطبوعہ ۱۹۵۹ء) مولانا ارشاد الحق صاحب کا مولانا امیر علی کو حنفی لکھنا خالص جھوٹ ہے بلکہ مولانا ارشاد الحق صاحب نے حنفی اکابر کی آراء کے تحت مولانا امیر علی حنفی کا ذکر

کیا ہے دیکھئے توضیح الکلام ص ۲۸۶ ج ۱) جبکہ امیر علی حنفی ہی نہیں تو اکابر احناف میں اسکا شمار کیسے درست ہوگا اس کم عقل غیر مقلد نے حضرت امام ابو حنیفہ کا ترجمہ ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

نعمان بن ثابت ابو حنيفة الكوفي ضعفه، النسائي من قبل حفظه والدار قطني وابن عدي الخ تعقيب التقريب و التذنيب للتعقيب نشر السنه الفضل ماركيث اردو بازار لاهور ص ٥٢٤)

نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کوفی کو امام نسائی اور دار قطنی اور ابن عدی نے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس امیر علی نے اپنی سند حدیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

واعلم ان اسنادي اتصل الى الشيخ الامام المصنف (اى ابن حجر) رحمه الله عن شيخنا الامام شرف الانام الزاهد العابد العالم الرباني الذى ما احسبني رايت مثله بعيني هاتين مولانا السيد نذير حسين الدهلوي عن الامام محمد اسحق عن الامام الكامل عبدالعزيز عن ابيه الامام احمد ولي الله باسناده المتصل المعروف عن مشائخه الاعلام الى المصنف وايضاً اتصل اسنادي عن شيخنا الامام النور السارى الحسين بن محسن اليماني الانصارى باسناده عن مشائخه الاعلام الحازمي و الشوكاني و الاهدل كما هو ثبت في اسانيدي (التذنيب لتعقيب التقريب ص ٣٢)

اور جان لے کہ بے شک میری اسناد شیخ امام مصنف ابن حجر رحمہ اللہ تک ہمارے شیخ امام شرف الانام زاہد عابد عالم ربانی وہ کہ جس جیسا شخص میری ان دو آنکھوں نے نہیں دیکھا مولانا سید نذیر حسن دہلوی ہیں۔ ان کی سند امام محمد اسحق سے ان کی امام کامل شاہ عبدالعزیز سے ان کی سند اپنے باپ امام احمد شاہ ولی اللہ سے مشہور متصل سند سے جو انکے مشائخ اعلام سے ہے ابن حجرؒ تک پہنچتی ہے۔ (۲) دوسری میری اسناد ہمارے شیخ امام نور ساری حسین بن محسن الیمانی الانصاری سے اس سند سے جو ان کے مشائخ اعلام حازمی وشوکانی واہدل سے ہے جیسا کہ میری سندوں میں موجود ہے۔

یعنی مولانا امیر علی نے اپنی سند حدیث دو استادوں سے بیان کی ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں اور

ان کو بڑے القاب سے نوازا ہے۔ جبکہ ابوحنیفہ کوفی کہکر اس پر جرح نقل کی ہے۔(نوٹ) امیر علی کی سند کا سلسلہ ایک غیر مقلد استاد سے چلا لیکن پھر اس کا دارومدار مقلدین حضرات پر ہوا تو غیر مقلدین کی سند ابن حجرؒ تک مقلدین حضرات کے ذریعے سے پہنچتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کا تعلق وسلسلہ سند بغیر مقلدین حضرات کے نہیں ہو سکتا فلھذا غیر مقلدین حضرات دل سے سوچیں کہ وہ اپنے فتویٰ کے لحاظ سے کون ہوئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا ارشاد الحق صاحب کا یہ لکھنا "امام ابن حبانؒ کا یہ کلام کتاب المجروحین ص ۱۱ ج ۲ میزان الاعتدال ص ۴۸۲ ج ۲ تھذیب التھذیب ص ۳۷۹ ج ۵ میں دیکھا جا سکتا ہے۔(توضیح الکلام ص ۱۹۸ ج ۱) ہم نے تہذیب التھذیب ص ۳۷۹ ج ۵ میں دیکھا تو جناب اثری کا حوالہ موجود نہیں ہے "دروغ گورا حافظہ نباشد" بلکہ ابن حبانؒ کا قول اثری صاحب کے خلاف موجود ہے۔جیسا ہم ابھی ذکر کریں گے۔تیسری بات مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا یہ لکھنا "ائمہ فن کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن لھیعہؒ سے جب عبادلہ اربعہ روایت کریں اور وہ روایت معنعن نہ ہو تو وہ روایت عندالاحناف بھی قابل حجت ہے۔امام ابن حبانؒ جن سے مولانا صفدر صاحب نے ابن لھیعہ کو واجب الترک لکھا ہے ان کا بھی یہی فیصلہ ہے۔(توضیح ص ۱۹۸ ج ۱ تا ص ۱۹۹)۔الجواب امام ابن حبانؒ نے بے شک اپنے اصحاب سے یہ نقل کیا ہے کہ جب عبادلہ اربعہ ابن لھیعہ سے روایت کریں تو وہ روایت حجت ہے لیکن امام ابن حبانؒ کا اپنا یہ فیصلہ نہیں اثری صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔انکا اپنا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

وقال ابن حبان سبرت اخباره فرایته یدلس عن اقوام ضعفاء علی اقوام ثقات قد رآهم ثم کان لا یبالی ما دفع الیه قرأه سواء کان من حدیثه اولم یکن فوجب التنکب عن روایة المتقدمین عنه قبل احتراق کتبه لما فیها من الاخبار المدلسة عن المتروکین الخ تهذیب التهذیب ص ۳۷۹ ج ۵)

اور امام ابن حبانؒ نے فرمایا کہ میں نے ابن لھیعہ کی احادیث کی جانچ پڑتال کی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ضعیف راویوں سے تدلیس کر کے ثقہ راویوں کا نام ذکر کر دیتا ہے۔جنکو اس نے دیکھا ہوتا ہے پھر جو حدیث اس پر پیش کی جائے اسکو پڑھ دیتا ہے چاہے اس کی حدیث سے ہو یا نہ ہو

پس واجب ہے بچنا متقدین کی حدیث سے جو ان متقدمین نے ابن لھیعہ سے اس کی کتابیں جل جانے سے پہلے روایت کی ہے کیونکہ ان حدیثوں میں مدلس روایتیں متروک قسم کے راویوں سے منقول ہیں اور میزان الاعتدال ص ۴۸۲ ج ۲ میں ہے۔

قال ابن حبان قد سیرت اخباره فی روایته المتقدمین **والمتأخرین عنه فرآیت التخلیط فی روایة المتأخرین عنه موجودا و ما لا اصل له فی روایة المتقدمین کثیرا۔**

کہ ابن حبانؒ نے فرمایا کہ بے شک میں نے ابن لھیعہ کی احادیث کو پرکھا ہے متقدمین اور متاخرین دونوں کی روایات کو جو ابن لھیعہ سے روایت کرتے ہیں و متاخرین کی روایت تخلیط میں موجود ہے اور متقدمین کی روایات تو بہت بے اصل ہیں (یعنی من گھڑت ہیں)

پس ہمارے شیخ مکرم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدھم کا ابن حبانؒ سے نقل کرنا کہ ابن لھیعہ سے روایت واجب الترک ہے صحیح و درست ثابت ہوا جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کے مذھب کا کوئی اعتبار نہیں۔

جھوٹ نمبر 37: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کسقدر صحیح ہے۔ حبک الشیء یعمی ویصم۔ کہ کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے (توضیح الکلام ص ۱۲۳ ج ۱) الجواب: اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے یہ حدیث ابوداؤد ص ۳۴۳ ج ۲ باب فی الھوی میں آتی ہے اس کی سند میں بقیہ عن ابی بکر بن ابی مریم واقع ہیں جو کہ دونوں ضعیف ہیں بقیہ مدلس تھے اور روایت عن سے ہے فلھذا مقبول نہیں ہے اور ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی الشامی کے متعلق تقریب التھذیب میں ابن حجرؒ لکھتے ہیں ضعیف و کان قد سرق بیتہ فاختلط۔ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ اس کے گھر میں چوری ہوگئی تھی جس کی وجہ سے اس کا عقل خلط ملط کا شکار ہو گیا۔

جھوٹ نمبر 38: مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں اور جن محدثین نے اسے (**حدیث من کان له امام فقراءة الامام له قراءة**) بوجہ ارسال ضعیف کہا ہے

تقریباً وہ بھی حضرت عبادہؓ کی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دیتے ہیں (توضیح ص ۵۳۲ ج ۲) امام بخاریؒ دونوں کو غیر ثابت مانتے ہیں (جزء القراءۃ ص ۸، ص ۴۰) محدث ابن عبد البرؒ بھی دونوں روایتوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں (تمہید ابن عبد البر ص ۴۶ ج ۱۱) امام ابو حاتمؒ بھی ابن اسحٰق کو ضعیف قرار دیتے ہیں علامہ ابن الجوزیؒ بھی ابن اسحٰق کو ضعیف و کذاب قرار دیتے ہیں فلھذا اثری صاحب کا یہ دعوی جھوٹا ہے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے ابن اسحٰق کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ عبداللہ بن شداد کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وهذا المرسل قد عضده ظاهر القرآن و السنة و قال به جماهير اهل العلم من الصحابة و التابعين و مرسله من اكابر التابعين و مثل هذا المرسل يحتج به باتفاق الائمة الاربعة و غير هم الفتاوىٰ الكبرى ص ۱۶۹ ج ۲ تا ص ۱۷۰)

اور یہ مرسل بے شک ظاہر قرآن مجید اور سنت بنویہ اس کی تائید کرتے ہیں اور جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اسی کے قائل ہیں اور مرسل عبداللہ بن شداد کی اکابر تابعین کی ہے اور اس جیسی مرسل باتفاق ائمہ اربعہ وغیرھم کے ہاں حجت ہے۔

<u>قارئین کرام:</u> مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلد کے یہ چند جھوٹ پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ توضیح الکلام میں بقایا کتنا سچ ہوگا۔ اب راقم الحروف مولانا موصوف کے چند تضادات کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔ ان تضادات میں مولانا موصوف نے عجیب و غریب کرتب کا مظاہرہ کیا ہے۔ جب ایک راوی احناف کی حدیث کی سند میں مولانا موصوف کے نزدیک ضعیف مدلس، مختلط اور قابل حجت نہیں ہوتا لیکن جب وہی راوی مولانا موصوف کی حدیث کی سند میں آ جاتا ہے تو فوراً وہی راوی مولانا موصوف کے ہاں ثقہ اور قابل حجت بن جاتا ہے اور اس کی روایت ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی جیسا کہ آپ حضرات ملاحظہ کریں گے۔ ہمیں یہ تضادات بیان کرتے ہوئے ہنسی بھی آتی ہے اور تعجب بھی ہوتا ہے کہ کیا مسلک اہل حدیث اس کا نام ہے۔

تیری زلف میں ٹھہری تو حسن کہلائی   وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

****

باب التضادات

تضاد نمبر 1: حضرت سلیمن تیمیؒ کے طریق سے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے مرفوعاً حدیث میں آتا ہے واذا قرأ فانصتوا (جب امام قراءۃ شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام مسلمؒ نے اگرچہ مسلم ص ۱۷۴ ج ۱ میں اس کی تصحیح کی مگر امام بخاریؒ۔ ابن معینؒ ابو حاتمؒ ابن خزیمہؒ، ابوداؤدؒ، دارقطنیؒ نیشاپوریؒ اور امام بیہقیؒ وغیرہ جمہور محدثین نے اس زیادۃ پر کلام کیا ہے۔ اور اس کی تضعیف کی ہے (توضیح الکلام ص ۲۴۶ تا ۲۴۷ ج ۲) الجواب امام جرح وتعدیل۔ یحیٰ بن معین وامام ابو حاتمؒ کا نام جارحین کی فہرست میں مولانا ارشاد الحق صاحب نے غلط ذکر کیا ہے اور دھوکہ دیا ہے کیونکہ ان حضرات نے سلیمن تیمیؒ کی حدیث پر جرح نہیں کی اور دوسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ مولانا موصوف فرماتے ہیں "امام مسلمؒ نے گرچہ اس کی تصحیح کی جس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ امام مسلمؒ کے سوا باقی سب محدثین کرامؒ اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے۔ تیسرا یہ دھوکہ دیا ہے بلکہ جھوٹ بولا ہے کہ جمہور محدثین نے اس زیادہ پر کلام کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے "علامہ ماردینیؒ لکھتے ہیں۔

وفی علل الخلال قلت یعنی لا بن حنبل یقولون اخطأ التیمی قال من قال اخطأ التیمی فقد بهت التیمی و لا نسلم انه خالفهم بل زاد علیهم وزیادة الثقة مقبولة (الجوهر النقیؒ ص ۱۵۵ ج ۲)

اور علل خلال میں ہے میں (خلالؒ) نے امام احمدؒ کو کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سلیمن تیمیؒ نے خطاء کی ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے۔ پس بے شک اس نے بہتان لگایا ہے تیمی پر اور ہم تسلیم نہیں کرتے کہ سلیمن تیمیؒ نے قتادہؒ سے روایت کرنے والوں کی مخالفت کی ہے بلکہ ان سے زائد الفاظ روایت کئے ہیں اور ثقہ کی زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر المالکیؒ فرماتے ہیں۔

فان قال قائل ان قوله واذا قرأ فانصتوا لم يقله احد فی حديث ابی هريرة غير ابن عجلان ولا قاله احد فی حديث ابی موسیٰ غير جرير عن التيمی قيل له لم يخالفهما من هو احفظ منهما فوجب قبول زيادتهما وقد صحح هذين الحديثين احمد بن حنبل وحسبک به امامة و علماً بهذا الشان (تمهيد شرح مئوطا مالک ص ۵۴ ج ۱۱)

پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ واذا قرأ فانصتوا کا جملہ حضرت ابوھریرہؓ کی حدیث میں ابن عجلانؒ کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور نہ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی روایت میں کسی نے کہا ہے سوا جریر عن سلیمن تیمیؒ کے تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ ان دونوں سے زیادہ حافظہ والے نے ان کی مخالفت نہیں کی پس ان کی زیادۃ کو قبول کرنا واجب ہے اور بے شک ان دونوں حدیثوں کو امام احمدؒ نے صحیح کہا ہے۔ اور تجھے انکا امام ہونا اور حدیث کے فن میں عالم ہونا کافی ہے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ اپنی سند سے تحریر کرتے ہیں۔

حدثنا ابو بكر الاثرم قال قلت لاحمد بن حنبل من يقول عن النبی صلی الله عليه وسلم من وجه صحيح اذا قرأ فانصتوا فقال حديث ابن عجلان الذی يرويه ابو خالد و الحديث الذی رواه جرير عن التيمی و قد زعموا ان المعتمر رواه قلت نعم قدرواه المعتمر قال فای شئ تريد۔ فقد صحح احمد الحديثين جميعاً عن النبی صلی الله عليه وسلم حديث ابی هريرة وحديث ابی موسی قوله عليه السلام اذا قرأ فانصتوا (التمهيد ص ۵۴ ج ۱۱)

امام ابوبکر الاثرمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل کو کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اذا قرأ فانصتوا صحیح سند سے کون روایت کرتا ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ ابن عجلانؒ کے طریق سے ابو خالد (الاحمر) روایت کرتا ہے اور دوسری وہ حدیث جو جریر سلیمن تیمیؒ سے روایت کرتے ہیں اور بے شک محدثین گمان کرتے ہیں اکہ اس حدیث کو معتمرؒ نے بھی روایت کیا ہے میں (ابوبکر الاثرم) نے کہا ہاں اس حدیث کو معتمرؒ نے بھی روایت کیا ہے امام احمدؒ نے فرمایا پھر اور کس چیز کا ارادہ کرتے ہو پس بے شک امام احمدؒ نے دونوں حدیثوں کو صحیح قرار دیا یعنی حضرت ابوھریرہؓ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی حدیث میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اذا قرأ فانصتوا ہے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے الاستذکار میں بھی امام احمدؒ کی تصحیح دونوں حدیثوں کے لئے ذکر کی ہے عبارت ملاحظہ کریں وقد ذکرناہ۔ بالاسانيد والطرق فی التمهيد من حديث ابی هريرة وحديث ابی

موسیٰ وقد صحح ھذا اللفظ احمد بن حنبل قال ابوبکر الاثرم قلت لاحمد بن حنبل من یقول من النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وجہ صحیح اذا قرأ الامام فانصتوا قال حدیث ابن عجلان الذی یرویہ ابو خالد الاحمر د الحدیث الذی رواہ جریر عن التیمی وقد زعموا ان المعتمر ایضاً رواہ قلت نعم قد رواہ قال فای شئی ترید فقد صحح احمد بن حنبل ھذین الحدیثین انتھی (بحوالہ امام الکلام ص ۱۵۹) اب الاستند کا رطیع ہو گئی ہے۔

امام احمدؒ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں اور انہوں نے اذا قرأ فانصتوا (جب امام قراۃ شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ) اس حدیث کے ٹکڑے کو حضرت ابوھریرۃؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ دونوں کی حدیث سے صحیح قرار دیا ہے۔ اس طرح امام بخاریؒ کے دوسرے استاذ امام اسحٰق بن راھویہ بھی حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث اذا قرأ فانصتوا کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ

وقوله فی حدیث ابی موسیٰ واذا قرأة فانصتوا۔ صححه، احمد واسحق و مسلم بن الحجاج وغیر هم وعلله البخاری بانه اختلف فیه ولیس ذالک بقادح فی صحته (مجموع فتاویٰ شیخ الالسلام ص ۳۴۰ ج ۲۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوموسیٰؓ کی حدیث میں یہ فرمان واذا قراءۃ فانصتوا (اور جب امام قراۃ کرے تو تم خاموش رہو) اس حدیث کو امام احمد وامام اسحٰق وامام مسلمؒ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ نے اس کو معلول قرار دیا ہے کہ اس میں اختلاف کیا گیا ہے اور یہ اس حدیث کی صحت میں نقصان دینے والا نہیں ہے۔

(نوٹ) امام بخاریؒ کا اصل اعتراض اور پھر اس کا جواب مولانا ارشاد الحق صاحب یوں تحریر کرتے ہیں "امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس روایت میں سلیمنؒ (تیمی) کا قتادہؒ سے اور قتادہ کا حطانؒ سے سماع نہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے۔ ابوداؤد اور ابوعوانہ میں تصریح سماع ثابت ہے جیسا کہ مؤلف احسن الکلام نے بھی ذکر کیا ہے (توضیح الکلام ص ۲۸۳ ج ۲) الحمد للہ امام بخاریؒ کا اعتراض ختم ہو گیا ہے اب اس کو پیش کرنا امام بخاریؒ کی توہین کے مترادف ہے۔ امام محمد بن

جریر الطبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

قال ابو جعفر واولي الاقوال في ذالک بالصواب قول من قال امروا باستماع القرآن في الصلوة اذا قرأ الامام و كان من خلفه ممن ياتم به يسمعه و في الخطبة و انما قلنا ذالک اولیٰ بالصواب لصحة الخبر عن رسول الله صلي الله عليه وسلم انه قال اذا قرأ الامام فانصتوا تفسير جامع البيان ص ١٢٦ ج ٩ اختتام سورة الاعراف.

کہ ابو جعفر الطبری کہتا ہے تمام اقوال سے زیادہ صواب یہی قول ہے کہ قرآن مجید میں مقتدیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب امام قراءۃ کرے تو وہ قرآن مجید کو سنیں اور جمعہ کی خطبہ میں بھی یہی حکم ہے اور ہم نے اس قول کو اولی بالصواب اس لئے کہا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

نیز امام طبریؒ لکھتے ہیں۔

وقد صح الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بماذ كرنا من قوله و اذا قرأ الامام فانصتوا فالا نصات خلفه لقرائته واجب على من كان به مؤتماً سا معا لقراء ته لعموم ظاهر القرآن و الخبر عن رسول الله صلي الله عليه وسلم. (تفسير جامع البيان الطبریؒ ص ١٢٦ ج ٩)

کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموشی اختیار کرو۔ پس مقتدی پر امام کی قرءۃ کے سماع کے لئے خاموشی واجب ہے۔ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے

مولانا ارشاد الحق صاحب ایک مقام پر لکھتے "امام ابن جریرؒ ایسے بلند پایہ مفسر محدث، اور فقیہ اس تفسیر کے مؤید ہیں (توضیح الکلام ص ۱۱۸ ج ۱) محدث ابوبکر محمد بن ابراھیم بن المنذر النیشابوری المتوفی ص ۳۱۸ھ لکھتے ہیں۔

قال ابو بكر وقد تكلم متكلم فی حديث ابي موسیٰ الاشعری و قال قوله فاذا قرأ فانصتوا انما قاله سليمن التيمی قال ابو بكر واذا زاد الحافظ فی الحديث حرفاً وجب قبوله وتكون زيادة كحديث يتفرد به وهذا مذهب كثير من اهل العلم فی كثير من ابواب الشهادات وغير ذالک ولما اختلف اسامة وبلال فی صلوة النبی صلی الله عليه وسلم فی الكعبة فحكم الناس لبلال لانه يثبت امراً نفاه اسامة كانت كذالک رواية التيمی لانه اثبت شيأ لم يذكره غيره (الاوسط لابن المنذر ج ۳ تا ص ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸)

کہ ابوبکرؒ ابن المنذرؒ نے کہا کہ ایک معترض نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث میں جملہ فاذا قرأ فانصتوا کو سلیمن تیمیؒ کا تفرد قرار دیا ہے۔ ابوبکر (ابن المنذرؒ) نے فرمایا کہ جب حافظ الحدیث راوی حدیث میں کوئی حرف زیادہ ذکر کرتا ہے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور یہ زیادۃ مثل اس زیادۃ کے ہے جس میں راوی منفرد ہو اور یہی مذہب اکثر اہل علم کا ہے۔ شہادۃ وغیرہ کے ابواب میں اور جبکہ کعبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں حضرت اسامہؓ و حضرت بلالؓ نے اختلافات کیا تو لوگوں نے حضرت بلالؓ کی حدیث کو قبول کیا کیونکہ حضرت بلالؓ نے ایک چیز کا اثبات کیا جس کی حضرت اسامہؓ نفی کرتے تھے۔ اس طرح سلیمن تیمیؒ کی حدیث ہے۔ سلیمنؒ نے ایسی زیادۃ کا اثبات کیا جس کو دوسرے ذکر نہیں کرتے۔

علامہ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکیؒ فرماتے ہیں:

علامہ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکیؒ فرماتے ہیں وروی مسلم فی صحيحه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال انما جعل الامام ليؤتم به واذا ركع فاركعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قرأ فانصتوا وهذا نص لا مطعن فيه يعضده القرآن والسنة وقد غمزه الدار قطنی بما لا يقدح فيه تفسیر احكام القرآن القسم الثانی ص ۸۱۷)

کہ اور روایت کیا امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ اسکی اتباع کی جائے جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تم بھی کرو اور جب قراءۃ شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ یہ حدیث ایسی نص صریح ہے جس میں کوئی طعن نہیں۔ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تائید کرتے ہیں اور بے شک امام دارقطنیؒ نے اس حدیث پر ایسی جرح کی ہے کہ اس جرح کے سبب یہ حدیث مجروح نہیں ہو سکتی۔

مشہور مفسر علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

وذكر ابو محمد عبدالحق ان مسلما صحح حديث ابي هريرة و قال هو عندى صحيح قلت و مما يدل على صحتها عنده ادخالها فى كتابه من حديث ابي موسىٰ و ان كانت مما لم يجمعوا عليها و قد صححها الامام احمد بن حنبل و ابن المنذر (الجامع لا حكام القرآن لابى عبدالله محمد بن احمد الانصارى القرطبى ص ١٢١ ج ١)

کہ محدث ابو محمد عبدالحق نے ذکر کیا ہے کہ امام مسلمؒ نے حضرت ابوھریرہؓ کی حدیث (اذا قرأ فانصتوا) کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا کہ وہ میرے نزدیک صحیح ہے میں (قرطبیؒ) کہتا ہوں کہ حضرت ابوھریرہؓ کی صحت کی دلیل امام مسلم کے ہاں اس دلیل کی بنیاد پر ہے کہ ان الفاظ (اذا قرأ فانصتوا) کیساتھ امام مسلمؒ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث کو صحیح مسلم میں داخل کیا ہے اور یہ حدیث اگرچہ اس کی صحت پر محدثینؒ کا اجماع تو نہیں ہوا لیکن بے شک امام احمد بن حنبل اور محدث ابن المنذرؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ایک مقام پر مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "علامہ قرطبیؒ فقہ مالکی کے مسلمہ امام ہیں ان کے کلام کو بلا دلیل رد کرنا بھی بہت بڑی جسارت ہے (توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۱)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

وجاءت السنة بموافقة القرآن ففى صحيح مسلم عن ابي موسىٰ الاشعرى قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا و علمنا صلوتنا فقال اقيموا صفوفكم ثم ليؤ منكم احد كم فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا و هذا مع حديث ابي موسىٰ الطويل المشهور لكن بعض الرواة ذاد فيه على بعض فمنهم من لم يذكره قوله و اذا قرأ فانصتوا ومنهم من ذكرها وهى زيادة من الثقة لا تخالف المزيد بل توافق معناه فان الانصات التى قراءة القارى من تمام الائتمام به (الفتاوى الكبرى لا بن تيمية ص ١٧٠ ج ٢) و مجموع فتاوىٰ شيخ الاسلام ص ٢٧٢ ج ٢٣)

کہ حدیث بھی قرآن مجید کے موافق ہے پس صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا پس ہماری لئے سنت طریقہ بیان کیا اور نماز ہم کو سکھائی پس فرمایا کہ صفوں کو سیدھا رکھا کرو پھر تم میں سے ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تم بھی کہو اور جب قراءۃ کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے طویل ہے بعض راوی پر زائد الفاظ روایت کرتے ہیں پس ان میں سے بعض اذا قرأ فانصتوا ذکر نہیں کرتے اور بعض ذکر کرتے ہیں اور یہ ثقہ کی زیادۃ ہے اصل حدیث کے خلاف نہیں بلکہ اسکے موافق ہے کیونکہ انصات (خاموش ہونا) قاری کی قراءۃ کیطرف امام کی تمام اقتداء میں سے ہے۔

حافظ ابن حجر شافعیؒ لکھتے ہیں۔

واذا قرأ فانصتوا وھو حدیث صحیح اخرجه مسلم من حدیث ابی موسیٰ الاشعریؓ (فتح الباری ص ۲۴۲ ج ۲)

اور جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموشی اختیار کرو اور یہ صحیح حدیث ہے اس کا اخراج امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث سے کیا ہے۔

علامہ سیوطی شافعیؒ لکھتے ہیں:

اذا قرأ الامام فانصتوا (م) عن ابی موسیٰ (صح) (الجامع الصغیر ص ۳۱ ج ۱)

کہ جب امام قراءۃ کرے پس تم خاموش ہو جاؤ یہ حدیث امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں روایت کی ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو:

وقد یکون الصواب مع مسلم و ھذا اکثر مثل قوله فی حدیث ابی موسیٰ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا" فان ھذاہ الزیادۃ صححھا مسلم و قبله احمد بن حنبل وغیرہ و ضعفھا البخاری وھذا الزیادۃ مطابقة للقرآن فلولم یرد بھا حدیث صحیح لوجب العمل بالقرآن فان فی قوله(واذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون) اجمع الناس علی انھا نزلت فی الصلوۃ وان القراءۃ فی الصلوۃ مرادۃ من ھذا النص (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۲۰ ج ۱۸)

امام مسلمؒ جب صحیح مسلم میں کسی حدیث کا اخراج کریں اور امام بخاریؒ صحیح بخاری میں اخراج نہ کریں تو صواب امام مسلمؒ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور یہ اکثر ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت ابوموسیٰؓ کی حدیث کہ امام اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی کہو اور جب قراءۃ شروع کرے پس تم خاموش ہو جاؤ اس زیادۃ کو امام مسلمؒ نے صحیح کہا ہے اور ان سے قبل امام احمدؒ وغیرہ نے صحیح کہا ہے اور امام بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے اور یہ زیادۃ (اذا قرأ فانصتوا) قرآن مجید کے مطابق ہے پس اگر صحیح حدیث موجود نہ ہوتی تو قرآن مجید پر عمل کرنا واجب ہوتا کیونکہ آیت (واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون) تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت سے مراد نماز میں قراءۃ کرنا ہے۔

اور بھی بہت سے محدثین کرام اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں ان حضرات کی عبارات کا نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا خود مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "ان حضرات کے علاوہ متاخرین مثلاً علامہ ابن قدامہ، ابن تیمیہ، ابن عبدالبر، عینی، ماردینی، ابن کثیر، علامہ منذری، موفق الدین ابن قدامہ کی آراء فریق کی حیثیت رکھتی ہیں (توضیح الکلام ص ۳۱۰ ج ۲) مولانا اثری صاحب کے نزدیک یہ حضرات مذکورہ جو حضرت ابوموسی الاشعری کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ ان کی بات اور رائے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ سب حضرات حنبلی مالکی شافعی حنفی مولانا اثری کے مذھب کے مخالف ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب خود لکھتے ہیں کہ امام ابوحاتم نے حدیث ابن عجلان کے بارے میں تو العلل میں کلام کیا ہے۔ مگر سلیمن تیمی کی روایت میں ان کا کلام ہمیں نہیں ملا اس طرح امام بن معین کا کلام بھی حدیث سلیمن کے متعلق ہمیں نہں ملا البتہ تاریخ میں انہوں نے ابن عجلان کی روایت پر نقد کیا ہے جیسا کہ آئندہ ہم ذکر کریں گے (توضیح الکلام ص ۲۴۷ ج ۲ تا ص ۲۴۸ حاشیہ) مولانا اثری یہاں حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور یہ ہمارے شیخ مکرم حضرت صفدر دام مجدھم کی زندہ کرامت ہے کیونکہ انہوں نے امام ابوحاتم اور امام یحی بن معین کی جرح کا حضرت ابوموسیٰ الاشعری کی حدیث کے بارے میں احسن الکلام ص ۲۰۹ ج اطبع دوم میں انکار کیا تھا۔ لیکن مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا اس حقیقت کے اعتراف کرنے کے باوجود بار بار جھوٹ بولنا اور امام یحی بن معین وامام ابوحاتم کی جرح کو حضرت ابوموسیٰ الاشعری کی حدیث پر فٹ کرنا جو سلیمن تیمی کے طریق سے مروی ہے عجیب احمقانہ فعل ہے۔ ملاحظہ ہو (توضیح ص ۲۴۶ ج ۲، ص ۳۰۷ ج ۲، ص ۲۹۹ ج ۲، ص ۵۷۱ ج ا نیز دیکھئے مولانا اثری صاحب کی کتاب (آئینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے ص ۸۰۔ نوٹ: حضرت ابوموسیٰ الاشعری کی حدیث کے بارے میں اثری صاحب لکھتے ہیں "امام مسلم وابن جریر وغیرہ چند محدثین کی

تصحیح محل نظر ہے امام احمدؒ کی رائے اس بارہ میں مختلف ہے۔ امام الخلالؒ نے امام احمدؒ سے اگر اس کی تصحیح نقل کی ہے تو امام اثرمؒ نے ان سے اس کا مضطرب ہونا بھی نقل کیا ہے (توضیح الکلام ص ۳۱۰ ج ۲) الجواب امام اثرمؒ نے بھی امام احمدؒ سے اس حدیث کا صحیح ہونا نقل کیا ہے جیسا کہ تمہید اور الاستذکار لابن عبدالبر میں موجود ہے باقی رہا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ امام اثرمؒ نے ان سے اس کا مضطرب ہونا بھی نقل کیا ہے تو یہ جھوٹ ہے۔ امام اثرمؒ نے جو سلیمن تیمیؒ کی بعض حدیثوں پر اعتراض کیا ہے اس کو خود اثری صاحب نے غلط قرار دیا ہے مثلاً سلیمن تیمیؒ نے قتادہؒ کا ابورافع سے سماع ذکر کیا ہے تو اثرمؒ نے بالکل سماع کا انکار کیا ہے حالانکہ اس کا ثبوت بخاری ص ۱۱۲۷ ج ۲ میں یوں ہے حدثنا معتمر قال سمعت ابی یقول حدثنا قتادۃ ان ابارافع حدثہ الخ (۲) وصیت والی حدیث بھی دونوں سندوں سے مروی ہے۔ اثرم نے ایک کو غلط قرار دیا ہے امام احمدؒ نے اور ابن ماجہؒ نے دونوں سندوں سے روایت کی ہے جیسا کہ اثری صاحب نے توضیح ص ۲۵۱ ج ۲ میں ذکر کیا ہے۔ (۳) احد پہاڑ پر چڑھنے کی حدیث کی ایک سند کو اثرم نے غلط قرار دیا ہے دوسری سند کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ سلیمن تیمیؒ سے دونوں سندوں سے مذکور ہے (توضیح ص ۲۵۱ ج ۲) معلوم ہوا کہ سند میں اگر تبدیلی ہوئی ہے تو سلیمنؒ کی غلطی نہیں کسی نیچے طبقہ والے راوی کی غلطی ہوگی۔ اس طرح حدیث اذا قرأ فانصتوا میں جو امام اثرمؒ کو اشکال تھا تو امام احمدؒ نے انہیں سمجھا کر وہ اشکال دور کر دیا۔ جیسا کہ التمہید ص ۵۴ ج ۱۱ کے حوالہ سے اس کی وضاحت ہو چکی ہے اور حضرت امام احمدؒ نے حدیث حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو خود مسند احمد ص ۴۱۵ ج ۴ میں روایت کیا ہے۔ باقی رہا ابن رجبؒ سے اثری صاحب کا یہ نقل کرنا کہ العلل میں امام اثرم نے سلیمن تیمیؒ کی وہ حدیثیں جن پر اس نے جرح کی امام احمدؒ پر پیش کیا فقال احمد ھذا اضطراب وھکذا احفظت تو امام احمدؒ نے فرمایا یہ اضطراب ہے اور اس طرح مجھے یاد ہے (توضیح الکلام ص ۲۵۰ ج ۲) اب امام احمدؒ نے مجموعہ روایات کے بارے میں فرمایا کہ یہ اضطراب ہے۔ تو اضطراب کو مضطرب بنا دینا یہ اثری صاحب کا جھوٹ ہے۔ جس طرح یروی المناکیر اور منکر

الحدیث میں فرق ہے۔ اس طرح ھذا اضطراب اور مضطرب میں فرق ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اضطراب اور مضطرب میں فرق نہ کریں بلکہ اس کو مضطرب بھی تسلیم کرلیں تو مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کے ہاں مضطرب روایت بھی صحیح ہوتی ہے چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں "ڈیروی صاحب کی فاش غلطی "امام دارقطنیؒ نے بلاشبہ الالزامات (ص ۲۴۵،۲۷۶) میں اسے مضطرب کہا ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ صحیح نہیں (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ڈیروی کے جواب میں مؤلف ارشاد الحق اثری ص ۱۱۹)۔ مولانا موصوف کی عبارت سے ثابت ہوا کہ ہر مضطرب روایت ضعیف نہیں ہوتی۔

کھول کر آنکھیں میرے آئینہ گفتار میں آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

تضاد نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت مولانا صفدر موسیٰ بن شیبہ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں لین الحدیث کہ حدیث میں وہ ضعیف ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۵۲ ج ۲) حالانکہ اصطلاحاً لین الحدیث کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب کے مقدمہ میں الفاظ جرح وتعدیل کے مراتب بیان کرتے ہوئی لین الحدیث کو چھٹے اور ضعیف کو آٹھویں مرتبے میں ذکر کیا ہے حافظ ابن حجرؒ کی یہ تفریق خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک لین الحدیث راوی ضعیف کے مرتبے کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جن حضرات نے بھی الفاظ جرح وتعدیل کے مراتب بیان کیے ہیں انہوں نے ان دونوں الفاظ کو علیحدہ علیحدہ مرتبوں میں ذکر کیا ہے (مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینے میں ص ۳۷) الجواب: ضعیف کا معنیٰ کمزور ہے اور لین کا معنیٰ نرم ہے۔ ضعیف کا معنی کمزوری ہے اور لین کا معنی نرمی ہے لیکن مولانا ارشاد الحق صاحبؒ لکھتے ہیں حضرت الاستاد محدث گوندلویؒ مولانا صفدر کی دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں امام محمد بن حسن ہیں امام نسائیؒ نے حافظہ کی وجہ سے انہیں کمزور کہا ہے (خیر الکلام ص ۴۸۲) اس کے چند سطروں کے بعد اثری صاحب لکھتے ہیں امام محمدؒ پر صرف امام نسائی نے کلام ہی نہیں کیا علامہ ذہبی کے

الفاظ ہیں لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ (میزان ص ۵۱۳ ج ۳) یعنی امام نسائی وغیرہ نے انہیں حفظ کی بناء پر کمزور کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۶۴۴ ج ۲) اس میں لین کا ترجمہ استاد گوندلوی اور شاگرد ارشاد الحق اثری نے کمزور کیا ہے جو ضعیف کا معنی ہے تو لین کو استاد اور شاگرد (دونوں) نے ضعیف تسلیم کیا ہے۔ حوالہ نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ابراھیم بن مسلم الھجری لین الحدیث ہے (تقریب ص ۲۷) توضیح الکلام ص ۱۱۰ ج ۲ اسی مقام پر حاشیے میں مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں ابراہیم بن مسلم گو ضعیف ہے (توضیح الکلام ص ۱۱۰ ج ۲) یہاں خود اثری صاحب نے ابراہیم بن مسلم الھجری کو حافظ ابن حجر کی تقریب کے حوالے سے لین الحدیث نقل کیا ہے اور حاشیے میں خود فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن مسلم گو ضعیف ہے تو حضرت اثری نے لین کو ضعیف کہہ کر اپنا منہ خود سیاہ کیا ہے مشہور ہے کہ: دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

حوالہ نمبر 3: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں علامہ ذہبی بھی فرماتے ہیں کہ واذا لین رجلا اوقال فیہ لا یحتج بہ الخ اس کا ارشاد الحق اثری صاحب ترجمہ یوں کرتے ہیں جب وہ کسی کو کمزور کہیں یا یہ کہیں کہ لا یحتج بہ الخ (آئینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے ص ۱۴۹ تا ۱۵۰) یہاں مولانا اثری نے لین کا (معنی) کمزور کیا ہے جو ضعیف کا ترجمہ ہے۔ حوالہ نمبر 4: مولانا ارشا الحق صاحب لکھتے ہیں حافظ ابن حجر نے تقریب ص ۵۲۹ میں کہا ہے صدوقٌ فی حدیثہ عن منصور لین کہ وہ صدوق ہے اور منصورؒ سے اس کی روایات میں کمزوری ہے (آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے ص ۲۳۴) یہاں بھی مولانا اثری صاحب نے لین کا معنی کمزوری کیا ہے جو ضعف کے معنی میں ہے حوالہ نمبر 5: اثری صاحب لکھتے ہیں حافظ ابن حجرؒ ایک مقام پر اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وثقہ ابن معین و العجلی وغیر ھما ولینہ احمد و ابو حاتم وغیر ھما فحدثیہ حسن (فتح الباری ص ۳۳۷ ج ۱۰) امام ابن معین اور عجلی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے اور امام احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے اسے کمزور کہا ہے (احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی

داستانیں بنانے کی ناکام کوشش ص ۱۶۹ تا ۱۷۰) یہاں بھی مولانا ارشاد الحق صاحب نے **لینہ** کا ترجمہ کمزور کیا ہے۔ حوالہ نمبر 6: راوی حنظلہ سدوسی کو علامہ ذہبی لین کہتے ہیں (میزان الاعتدال س ۶۵۴ ج ۲) اور مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اس حدیث میں گو حنظلہ بن عبداللہ السدوسی ضعیف ہے (توضیح الکلام ص ۲۱۷ ج ۱) ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اثری صاحب اس جرم کا خود مرتکب ہے مگر دوسروں پر اعتراض کرنے کا بڑا شوق ہے۔ این گنا ھیست کہ در شہر شما نیز کنند۔ حوالہ نمبر 7: کثرت غلط کی بناء پر کمزور کہا ہے۔ ان (علامہ ذھبی) کے الفاظ ہیں ومنھم من لینہ لکثرۃ غلط فی الحدیث (توضیح ص ۶۲۷ ج ۲)۔ حوالہ نمبر 8: مؤمل بن عبدالرحمن الثقفی کے متعلق علامہ البانی غیر مقلد امام ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں لین الحدیث ضعیف الحدیث وسلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ص ۳۷۰ ج ۱)۔

تضاد نمبر 3: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب حضرت انس کی حدیث جس میں آتا ہے اذا قرأ الامام فانصتوا کہ جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔ (کتاب القراءۃ ص ۹۲) اثری صاحب فرماتے ہیں یہ روایت بھی صحیح نہیں بلکہ یہ حسن بن علی بن شبیب المعمری کی غلطی کا نتیجہ ہے وہ اگرچہ ثقہ اور صدوق اور حافظ تھے مگر متون حدیث میں غلطی یا سہو سے کچھ الفاظ بڑھا دیا کرتے تھے اور موقوف کو مرفوع بیان کر دیا کرتے تھے۔ (توضیح الکلام ص ۳۵۹ ج ۲) الجواب: اس حدیث میں اثری صاحب نے المعمری کو وہمی قرار دیا اور اس کی حدیث کو غیر صحیح قرار دیا مگر توضیح الکلام ص ۳۴۳ ج ۱ میں الحسن بن علی المعمری کی سند سے کتاب القراءۃ ص ۱۴۱ کے حوالے سے مکحول کی پہلی متابعت کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ یہاں المعمری پر جرح نہیں کرتے آخر اس کی کیا وجہ ہے آخر ہے تو یہ بھی وہی المعمری جس کی روایت کو وہ غیر صحیح قرار دے چکے ہیں یہ کونسی ایمانداری ہے کہ مخالف روایت میں اگر المعمری آ جائے تو وہ وہمی بن جائے اگر آپ کی روایت میں آ جائے تو پھر وہ روایت قابل اعتبار ہے جبکہ اسی سند میں محمد بن حمیر متکلم فیہ راوی

ہے اور علامہ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں ولہ غرائب وافراد اس کیلئے ایسی روایتیں ہیں جن میں وہ منفرد ہوتا ہے۔ نیز اس سند میں عبداللہ بن عمرو بن حارث مجہول ہیں اتنی خرابیوں کے باوجود اس روایت کو متابعت میں پیش کرنا اور معمری کی صحیح حدیث اذا قرأ فانصتوا کو غیر صحیح کہنا کون سا انصاف ہے جبکہ امام بیہقی خود تین سندوں والی متابعت کے بعد فرماتے ہیں قد روینا ھذا کما روی والاعتماد علی ما مضی من روایۃ ابن اسحاق ومن تابعہ یعنی ان کو ہم نے اسی طرح روایت کر دیا ہے جیسا کہ روایت کی گئی ہے اور اعتماد اس روایت پر ہے جو ابن اسحاق اور متابع نے روایت کی ہے بالآخر امام بیہقیؒ نے بھی ان متابعات کو قابل اعتماد نہیں سمجھا جبکہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں کہ شعیب عن عبداللہ بن حارث عن محمود کے طریق کو بنیادی طور پر پیش کیا ہے اور یہ ہر طریق صحیح ہے سب راوی ثقہ اور صدوق ہیں (توضیح ص ۳۴۹ ج ۱) سند میں اتنی خرابیوں کے باوجود یہ طریق صحیح بھی ہے سب راوی صدوق اور ثقہ بھی ہیں نہ تو معمری کو یہاں وہم آیا نہ محمد بن حمیر کا تفرد نظر آیا نہ عبداللہ بن عمرو بن حارث کا مجہول ہونا نظر آیا یہ ہے محدث ارشاد الحق صاحب اثری کی ایمانداری اور تضاد بیانی۔ نیز مولانا ارشاد الحق صاحب ایک اثر ذکر کرتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ یہ اثر محدث حسن بن شعیب المعمری المتوفی دو سو پچانوے ہجری نے عمل الیوم واللیلۃ میں ذکر کیا ہے اور علامہ سخاوی لکھتے ہیں ومن طریقہ ابن بشکوال بسند جید القول البدیع ص ۱۳۴) کہ انہیں کے طریق سے سند جید کے ساتھ ابن بشکوالؒ نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءۃ کے قائل تھے۔ اور حافظ سخاویؒ کا اس سند کو جید کہنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے (توضیح الکلام ص ۵۲۷ ج ۱)

<u>نوٹ:</u> یہ وہی الحسن ابن علی بن شعیب المعمری راوی ہے جس نے حضرت انسؓ کی حدیث میں واذا قرأ فانصتوا بیان کیا ہے اور اثری صاحب نے اس کی روایت کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ اس مقام پر اس راوی کا نام بدل کر تحریف اور اپنے روایتی دجل کا ارتکاب کرتے

ہوئے اس راوی کا نام حسن بن شعیب المعمری بنا دیا ہے جو اثری صاحب کے معصوم ہاتھوں کی کاروائی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ محرفین وخائنین وخادعین وغالین کے دجل سے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ فرمائے (آمین)۔

تضاد نمبر 4: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور مدلس سے تدلیس کا الزام اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب وہ سماع کی صراحت کرے اور اس کا کوئی متابع ہو تو بھی وہ روایت صحیح ہو گی علی سبیل التنزل اگر اس روایت کا شاہد ہو تو یہ بھی اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہو گی (توضیح ص ۵۸ ج ۲ مولانا موصوف لکھتے ہیں حالانکہ کسی مدلس کی تدلیس صراحت سماع سے ختم ہو جاتی ہے اور اگر صراحت سماعت نہ ہو لیکن مدلس کا متابع ثابت ہو تو یہ قرینہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور اگر مدلس کا متابع بھی نہ ہو صرف اس حدیث کا شاہد ہو تو یہ بھی صحت حدیث کی دلیل ہے (توضیح الکلام ص ۵۸۱ ج ۲) **دوسرا رخ:** مولانا موصوف لکھتے ہیں "مدلس **مختلط** یا سئی الحفظ جداً وغیرہ راوی کی روایت کا دفاع متابعت سے تو ہو جاتا ہے شاہد سے نہیں ہوتا (آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے ص ۶۹)

تضاد نمبر 5: مولانا محدث ارشاد الحق صاحب فرماتے ہیں "امام شعبہؒ اگر جابرؒ جعفی کو ثقہ اور امام ابو حنیفہؒ نے اکذب الناس کہا ہے تو اہل علم نے دونوں کی بات کو قبول نہیں کیا حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اعدل الاقوال یہ ہے وہ ضعیف ہے (تقریب ص ۷۶) توضیح الکلام ص ۲۶۹ ج ۱) مولانا موصوف نے یہاں امام ابو حنیفہؒ کی دشمنی میں یہ جھوٹ بول دیا ہے ورنہ وہ اپنے مطلب کے وقت وہی بات قبول کریں گے جو امام ابو حنیفہؒ نے فرمائی ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ مولانا موصوف لکھتے "رہی جابرؒ اور لیثؒ کی روایت تو جابرؒ کے متعلق امام ابو حنیفہؒ خود فرماتے ہیں کہ **مارأیت اکذب من جابر الجعفی** ۔ تھذیب صبر ۴۸ ج ۲ میزان ص ۳۸۰ ج ۱)۔ جابرؒ جعفی سے بڑا کذاب میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

امام سعیدؒ بن جبیر نے بھی اسے کذاب کہا ہے (تھذیب ص ۴۹ ج ۲) ان کے علاوہ امام ابن عیینہؒ، امام زائدہؒ، امام ایوبؒ، ابو احمدؒ، حاکم جوزجانیؒ بھی اسے کذاب کہا ہے۔ بلکہ لیثؒ بن ابی سلیم نے بھی اسے کذاب کہا ہے۔ (تھذیب ص ۴۸، ۴۹ ج ا) امام شعبیؒ نے فرمایا کہ جابرؒ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کروگے۔ اسماعیلؒ کہتے ہیں چند یوم گزرے کہ اسے کذاب کہہ دیا گیا (توضیح ص ۶۰۶ ج ۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں امام احمدؒ سے اس کے بارہ میں سوال ہوا کہ کیا وہ جھوٹا ہے تو فرمایا کہ ھاں خدا کی قسم اس کا کذب اس کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ (تھذیب ص ۴۹ ج ۲) امام عقیلیؒ امام ابن معینؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کذاب ہے امام ابن حبانؒ امام العجلیؒ وغیرہ نے بھی اسے ضفعاء میں ذکر کیا ہے اور اسے کذاب اور ضعیف کہا ہے (الی ان قال) الغرض جمہور محدثین نے اسے کذاب متروک اور ضعیف کہا ہے (توضیح ص ۶۰۷ ج ۲) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ متاخرین محدثین نے ان کی توثیق کا اعتبار نہیں کیا بلکہ تمام محدثین اس (جابر جعفی) کے کذب اور ضعف پر متفق ہیں اور امام احمدؒ نے تو تصریح کردی ہے کہ اس کا کذب اس کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے (توضیح الکلام ص ۶۰۸ ج ۲)۔

نیز مولانا موصوف لکھتے "لیکن وہ (لیث) متابع کس کا جابرؒ کا جو خود کذاب اور بالاتفاق ضعیف ہے اگر جابرؒ معمولی درجہ کا ضعیف ہوتا پھر تو لیثؒ کی متابعت کے کچھ معنی تھے مگر جابرؒ کا حال آپ معلوم کر چکے ہیں کہ وہ کذاب، متروک، شاتم صحابہ اور بالاتفاق ضعیف ہے (الی) بلکہ جابرؒ تو کذاب اور متروک ہے (توضیح ص ۶۱۰ ج ۲) قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کے محدث ارشاد الحق کی ایمانداری کہ پہلے امام ابو حنیفہؒ کی دشمنی میں جابر جعفی کو کذاب نہیں مانا صرف ضعیف مانا اور اسی کو اعدل الاقوال مانا اور یہ بھی کہا کہ اہل علم نے دونوں کی بات کو قبول نہیں کیا۔ لیکن جب حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ (مقتدی کو امام کی قراءۃ کافی

ہے) کی سند میں جابر جعفی آ گیا تو اب کذاب کہنے والوں کی فہرست لمبی چوڑی لکھ ماری کیا آپ کے نزدیک کذاب کہنے والے اہل علم کی فہرست سے خارج ہو گئے ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) محترم جابر آپکے نزدیک صرف ضعیف ہے کذاب نہیں تو لیث بن ابی سلیم کی متابعت اس کیلئے کافی ہوگی۔ اب یہاں کیوں قبول نہیں چونکہ یہاں آپ کے مذہب کا نقصان ہوتا ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ کا فرمان جابر جعفی کے بارے میں آپ کے ہاں قابل قبول ہو گیا ہے۔

تضاد نمبر 6: مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں۔ امام حمادؒ بن ابی سلیمان کا مسلک یہ امام ابوحنیفہؒ کے استاد محترم ہیں حنظلہؒ بن ابی مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے حمادؒ سے ظہر و عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءۃ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

کان سعید بن جبیر یقرأ فقلت ای ذالک احب الیک فقال ان تقرأ۔ (جزء القراءۃ ص٥)

سعیدؒ بن جبیر پڑھتے تھے میں نے کہا آپ کے نزدیک محبوب کیا ہے کہا تم پڑھا کرو۔

یہ اثر بھی سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے قطعاً کم نہیں امام بخاریؒ نے اسے بواسطہ خلادؒ حضرت حنظلہؒ سے نقل کیا ہے (توضیح الکلام ص ٥٣٦ ج ١ تا ص ٥٣٧) الجواب اولاً تو یہ روایت معلق ہے امام بخاریؒ نے وقال خلال کے الفاظ سے نقل کی ہے۔ سماع کا ذکر نہیں کیا وثانیاً خلال مجہول ہے پتہ نہیں یہ کونسا راوی ہے۔ وثالثاً اثری صاحب نے تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو خلاد بنا دیا ہے حالانکہ استاذ فیض الرحمٰن ثوری غیر مقلد لکھتے ہیں "**کذافی جمیع النسخ المطبوعۃ باللام ولم نقف علیہ اللھم الا ان یکون تصحیفاً من خلاد (حاشیہ جزء القراۃ ص١٠ المکتبۃ السلفیہ** شیش محل روڈ لاہور) کہ جزءالقراءۃ کے تمام نسخوں میں خلال ہے اور ہم اس راوی کو نہیں جانتے شاید یہ خلاد سے بدلا ہوا ہو۔ اب شک کی بناء پر متن کو تبدیل کر کے خلاد بنانا کونسی ایمانداری ہے اور یہ تحریفی کردار اثری صاحب نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ

مولانا موصوف روایتی تحریف کے مریض ہے۔ ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفاء نصیب فرمائے (وماذالک علی اللہ بعزیز)۔

ورابعاً خلال کا استاذ حنظلہ جو حماد" کا شاگرد ہے مجہول ہے چنانچہ اثری صاحب لکھتے ہیں اور حنظلہ کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا بلکہ ابن ابی حاتمؒ نے الجرح والتعدیل (ص ۲۴۷ ج ۱ ق ۲) میں اور امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر ص ۴۴ ج ۲ ق ۱) میں اسے ذکر کیا ہے اور ابن حبانؒ اسے ثقات میں لکھتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک تو خیر القرون کے مجہول کی روایت بھی مقبول ہے (کمامر) توضیح ص ۵۳۷ ج ۱)۔

حنظلہ راوی ثابت ہوا کہ مجہول ہے اور امام بخاریؒ التاریخ الکبیر میں اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کتاب الجرح والتعدیل میں جس راوی کی توثیق بیان نہ کریں وہ مجہول ہی رہتا ہے اور محدث ابن حبان کا مجہول کو ثقہ کہنا یہ ایک انکی اصطلاح ہے جو جمہور کے خلاف ہے اور یہ باتیں مولانا ارشادالحق اثری صاحب کو تسلیم ہیں جس کا بیان اپنے مقام آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تو اتنی خرابیوں کے باوجود حماد بن ابی سلمان کے قول کو یہ تسلیم کرنا کہ یہ اثر بھی سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے قطعاً کم نہیں۔ یہ بالکل جھوٹ اور دروغ گوئی ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشادالحق صاحب اثری تحریر فرماتے ہیں اور حماد ہی کے طریق سے مروی جس اثر کا اشارہ جناب ڈیروی صاحب نے کیا اسکی تو سند ہی صحیح نہیں کیونکہ حماد بن ابی سلیمان کو آخری عمر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا۔ (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ڈیروی کے جواب میں ص ۱۰۲) (۲) مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں حماد بن ابی سلیمان کی حیثیت لیکن یہ اثر صحیح نہیں جبکہ اس سند میں حماد بن ابی سلیمان ہے وہ اگرچہ صدوق ہیں مگر آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ علامہ ھیثمی لکھتے ہیں۔

لا یقبل من حدیث حماد الاما واہ عنہ القدماء شعبۃ و سفیان الثوری و الداستوائی و من عدا ہولاء رواہ عنہ بعد الاختلاط (مجمع الزوائد ص ۱۱۹ ج ۱)

یعنی حماد کی وہی حدیث مقبول ہوگی جو ان سے ان کے پہلے تلامذہ شعبہؒ ثوریؒ اور ھشام دستوائیؒ بیان کریں اور جو انکے علاوہ ہیں انہوں نے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۲ ۷ ج ۲)

نیز مولانا اثری صاحب بواسطہ امام ابوحنیفہ عن حماد عن سعید بن جبیر سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں ہمارے نزدیک تو یہ سند صحیح نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حمادؒ سے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے (توضیح ص ۵۳۶ ج ۱) اگر حمادؒ کا مجہول شاگرد حمادؒ سے اثری صاحب کے حق میں روایت کرے تو وہ مقبول ہے بہت افسوس۔

نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں چونکہ حمادؒ سے یہ روایت شعبہؒ یا سفیان ثوریؒ یا ھشام دستوائی نے بیان نہیں کی۔ اس لیے کمزور اور ضعیف ہے (توضیح الکلام ص ۵۳ ۷ ج ۲) نیز مولانا موصوف حماد بن ابی سلیمان کا ضعیف ہونا امام ابن سعد اور امام ابوحاتم سے بھی نقل کرتے ہیں (توضیح الکلام ص ۵۶ ۷ ج ۲)۔ نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں حمادؒ کے اختلاط کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدیث کو صحیح سمجھنا محض خود فریبی ہے۔ جبکہ محدثین میں سے امام احمدؒ علامہ ھیثمیؒ کی تصریحات آپ دیکھ آئے ہیں۔ احماد کی وہی احادیث مقارب و متبول ہیں جو ان سے سفیان ثوریؒ، شعبہؒ اور ھشام دستوائیؒ نے روایت کی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۵۴ ۷ ج ۲ تا ص ۵۵ ۷) قارئین کرام آپؐ اندازہ کریں کہ جب حماد بن ابی سلیمان کا قول نہ مانا ارشاد الحق اثری کے حق میں ہو تو وہ سند سفیان ثوری اور شعبہ اور ھشام سے مروی نہ بھی ہو تو وہ سند کے اعتبار سے حسن درجے سے قطعاً کم نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۵۳۷ ج ۱) اگر چہ حمادؒ سے روایت کرنے والا حنظلہ مجہول راوی کیوں نہ ہو۔ پھر حنظلہ سے مجہول راوی خلال ہو اور روایت بھی معلق ہو تو وہ یقیناً حسن درجے کی ہوتی ہے مگر جب وہ روایت حماد بن ابی سلیمان مولانا ارشاد

الحق اثری کے خلاف کوئی اثر نقل کریں اور وہ معروف راویوں سے ہو منقطع بھی نہ ہو تو وہ فوراً مولانا اثری کے ہاں ضعیف ہو جاتا ہے اور حماد بن ابی سلیمان کا اختلاط یاد آ جاتا ہے۔ یہ تضاد کا راستہ اختیار کرنا کونسی ایمانداری ہے کیا محدثین کرام کے اصول موم کا ناک ہیں کہ کبھی ان کو اپنے حق میں پھیر لیا۔ کبھی مخالفین کے خلاف استعمال کر دیا۔ قارئین کرام یقین کیجئے کہ مولانا ارشاد الحق کی کتاب توضیح الکلام تضادات اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ جس کا دیانت اور انصاف سے کوئی تعلق نہیں۔

تضاد نمبر 7: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ محدث مبارکپوریؒ لکھتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم نے کتاب المراسیل میں امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ **اصحابنا ینکرون ان یکون ابراهیم سمع من علقمة**۔ ہمارے حضرات ابراھیمؒ کا علقمہ سے سماع کا انکار کرتے ہیں۔

لہذا مرسل ہونے کی وجہ سے بھی یہ اثر صحیح نہیں (توضیح الکلام ص ۵۳ ج ۲) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "ابراہیمؒ نے گو علقمہؒ سے روایات لی ہیں مگر براہ راست ان سے سماع کا ثبوت درکار ہے۔ (توضیح ص ۵۷ ج ۲) نیز مولانا تحریر کرتے ہیں اور ابراہیمؒ کا علقمہؒ سے سماع بھی صحیح نہیں ہے۔ (کمامر) توضیح ص ۵۷ ج ۲ حاشیہ)۔ __الجواب:__ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا سماع حضرت علقمہؒ سے یقیناً ثابت ہے صحیح بخاری و مسلم کی یہ مرکزی سند ہے مولانا ارشاد الحق صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اپنی الصحیح میں اسی طریق سے متعدد روایات لائے ہیں۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ یہ سلسلہ سند ان کے نزدیک صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ص ۴۱۹ ج ۱)۔

بخاری شریف ص ۱۱۰۳ ج ۲ میں ہے الاعمش قال سمعت ابراھیم قال سمعت علقمۃ الخ ابراھیم کا سماع حضرت علقمہؒ سے صحیح بخاری کے اس مقام پر صراحۃً موجود ہے۔ نیز کتب حدیث ابراھیم کے سماع کا علقمہؒ سے بھری پڑی ہیں مثلاً دیکھئے عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۲ طحاوی ص ۹۸ ج ۱ تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۳ ج ۱۱ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۲ و ص ۴۵۴ ج ۲ و ص ۴۱۳ ج ۸ وطبقات ابن سعد ص ۹۲ ج ۶ دار قطنی ص ۴۷ ج ۳ و کتاب الآثار لابی یوسف ص ۳۶ ومحلی ابن حزم ص ۴۰۱ ج ۲ مسئلہ نمبر ۴۸۸) ابن ابی شیبہ ص ۳۷ ج ۴ قسم دوم، ص ۴۷ ج ۱۱ وغیرہ محدث ابن حبانؒ فرماتے ہیں مع الاتفاق علی سماع النخعی عنہ (نصب الرایہ ص ۳۹۵ ج ۱) ابراھیم نخعیؒ کا حضرت علقمہؒ سے سماع متفق علیہ ہے (بخاری شریف ص ۵۸ ج ۱ میں منصور عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ کی سند کو ابن حجرؒ لکھتے ہیں وھذہ الترجمۃ من اصح الاسانید (فتح الباری ص ۵۰۴ ج ۱ و ص ۲۳۶ ج ۴) کہ یہ سند تمام سندوں میں سے زیادہ صحیح سند ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری ایک اثر کو جو اثری صاحب کے حق میں ہے اور ابراھیم عن علقمہ کی سند سے ہے لکھتے ہیں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح الکلام ص ۴۸۸ ج ۱) نیز اسی اثر کے بارے میں لکھتے ہیں اور چونکہ یہ روایت بھی ابراھیمؒ سے ہے اس لئے اس میں تدلیس کا احتمال نہیں الغرض سند کے اعتبار سے یہ اثر بھی حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح ص ۴۸۹ ج ۱)۔ لیجئے جناب ابراھیم عن علقمہ کی سند چونکہ اثری صاحب کے حق میں ہے۔ اس لئے یہاں قابل قبول ہے۔ اب یہ سند متصل کیسے ہوگئی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) توضیح الکلام اکثر ان مغالطات وتضادات پر مشتمل ہے۔ جس میں کذب بیانی سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔

تضاد نمبر 8: مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں امام اعمش ؒ ابراہیم نخعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

اول ما احدثوا القراءۃ خلف الامام وکانوا لا یقرأون (احسن ص ۳۷۸)

یعنی پہلی بدعت قراءۃ خلف الامام ہے وہ (یعنی صحابہ وتابعین) امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

یہ اثر بھی صحیح نہیں۔ اس کی سند میں الاعمش مدلس ہیں گو وہ ثقہ اور بڑے محدث تھے مگر تدلیس کرتے تھے (توضیح الکلام ص ۷۶۵ ج ۲) لہذا ابراہیم نخعیؒ کا اثر جو سنداً بھی صحیح نہیں کیونکر قابل قبول ہوسکتا ہے (توضیح ص ۷۶۶ ج ۲)۔ قارئین کرام یہ صرف احناف کی روایت کو نہ ماننے کی وجہ سے الاعمش عن ابراہیم کی سند پر جرح ہو رہی ہے لیکن یہ سند جب اثری صاحب کے حق میں مذکور ہوگی تو فوراً وہ صحیح ہو جائے گی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری الاعمش عن ابراہیم عن علقمۃ کی سند سے ایک اثر پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ روایت سند کے اعتبار سے حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح ص ۴۸۸ ج ۱) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں البتہ اعمش مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے لیکن علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں جب وہ (اعمش) عن کہے تو اس میں تدلیس کا احتمال ہے مگر ان شیوخ میں جن سے وہ بکثرت روایت کرتے ہیں مثلاً ابراہیمؒ۔ ابن ابی وائلؒ۔ ابوصالحؒ السمان تو ان سے اس کی روایت اتصال پر محمول ہے (میزان ص ۲۲۴ ج ۲) اور چونکہ یہ روایت بھی ابراہیم سے ہے اس لئے تدلیس کا احتمال نہیں ہے الغرض سند کے اعتبار سے یہ اثر بھی حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح ص ۴۸۹ ج ۱)

تضاد نمبر 9: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں: قرآن پاک کی تفسیر و تفہیم میں بلاشبہ حضرت ابن مسعودؓ کا منفرد مقام ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ معوذتین یعنی

آخری دونوں سورتوں کو مصحف پاک میں لکھنے کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کان عبداللہ یحک المعوذتین من مصاحفہ ویقول انھما لیستا من کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ کہ ابن مسعودؓ اپنے مصاحف میں سے ان کو مٹاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں اللہ کی کتاب میں سے نہیں ہیں۔ یہ روایت مسند احمد ص ۱۲۹ ج ۵ الطبرانی کبیر رقم ۹۱۵۰ ابن ابی شیبہ ص ۵۳۸ ج ۱۰ وغیرہ میں موجود ہے اور عبدالرحمٰنؒ کے علاوہ حضرت ابن مسعودؓ سے یہی قول جناب علقمہؒ زر بن جیشؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ (ابن کثیر ص ۵۷۱ ج ۴ ابن ابی شیبہ المطالب العالیہ ص ۴۰۲ ج ۳ وغیرہ (توضیح الکلام ص ۴۲ تا ص ۴۳ ج ۲)۔ (۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں "یہ روایت صحیح بخاری کے علاوہ حدیث کی مزید آٹھ دس کتابوں میں بسند صحیح مروی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ **والطعن فی الروایات الصحیحۃ بغیر مستند لا یقبل** (فتح الباری ص ۷۴۳ ج ۸) یعنی ان روایات صحیحہ میں بغیر دلیل کے اعتراض قابل قبول نہیں۔

<u>الجواب:</u> مولانا اثری صاحب سے میرا یہ سوال ہے کیا ہمارا مکمل قرآن مجید صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے ثابت نہیں ہے۔ (۲) کیا قرآن مجید کی کسی سورۃ بلکہ آیت کا منکر کافر نہیں ہے (۳) کیا مذکورہ روایت سے قرآن مجید کی عظمت کا انکار اور صحابی جلیلؓ کے ایمان میں خلل آنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ مہربانی کریں کوئی ایسا اصول پیش کریں کہ یہ مذکورہ روایت غلط ثابت ہو جائے اور قرآن مجید کی عظمت بحال ہو جائے اور جلیل القدر بدری صحابیؓ کے ایمان میں بھی خلل نہ آئے۔ کیونکہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کر دکھانا یہ تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

حدیث کی سندیں ملاحظہ ہوں۔ (۱) وقد اخرجہ عبداللہ بن احمد فی زیادات المسند والطبرانی وابن مردویہ من طریق الاعمش عن ابی اسحٰق عن عبدالرحمٰن بن یزید النخعی قال کان عبداللہ بن مسعود یحک المعوذتین من مصاحفہ ویقول انھما لیستا من کتاب اللہ (فتح الباری ص ۷۴۲ ج ۸)

یہ وہی روایت ہے جو مولانا اثری صاحب نے ذکر کی ہے لیکن الاعمش عن ابی اسحٰق کا ذکر چھوڑ کر عبدالرحمن سے بسم اللہ کی ہے معلوم ہوا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ (۲) عن الاعمش عن ابی اسحٰق عن علقمۃ قال کان عبداللہ یحک المعوذتین من مصاحفہ ویقول انھما لیستا من کتاب اللہ ولم یکن عبداللہ یقرأبھما (تفسیر ابن کثیر ص ۵۷۱ ج ۴) اس سند میں بھی الاعمش عن ابی اسحٰق عن علقمۃ ہے۔ مولانا اثری صاحب نے اس کا حوالہ تفسیر ابن کثیر سے ذکر کیا ہے (توضیح ص ۴۳۷ ج ۲) مگر سند کو ظاہر نہیں کیا۔ (۳) ازرق بن علی حدثنا حسان ابراھیم **حدثنا الصلت** بن بھرام عن ابراھیم عن علقمۃ قال کان عبداللہ الخ تفسیر ابن کثیر ص ۵۷۱ ج ۴ حسان بن ابراھیم کی سند پر جرح نور الصباح میں ملاحظہ کریں نیز امام بیھقیؒ فرماتے ہیں ویقع فی احادیث حسان بن ابراھیم بعض ماینکر (کتاب القراءۃ ۹۰ طبع دہلی) اور حسان بن ابراھیم کی حدیثوں میں بعض اوپری چیزیں واقع ہوتی ہیں۔

(۴) قال احمد حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم عن زرقال سألت ابن مسعود عن المعوذتین فقال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قیل لی فقلت لکم فقولو اقال ابیؓ فقال قیل لی فقلت لکم فولو قال ابیؓ فقال لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنحن نقول (تفسر ابن کثیر ص ۵۷۱ ج ۴)

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام بتایا گیا ہے کہ تم معوذتین پڑھا کرو تو میں بھی تجھے کہتا ہوں کہ پڑھا کرو۔ حضرت ابیؓ بن کعب مشہور قاری قرآن فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہم بھی پڑھا کرتے ہیں۔

(۵) حضرت زر بن حبیش فرماتے ہیں **سألت ابی بن کعب عن المعوذتین فقال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قیل لی فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ**

وسلم بخاری ص ۷۴۴ ج ۲) (ترجمہ) حضرت زر بن حبیش فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے معوذتین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے اس کے قرآت کرنے کا حکم کیا گیا ہے پس میں قرآت کرتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا پس ہم بھی اسی طرح قراءۃ کرتے ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کی قرآت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں **وقد اخرجة احمد ایضاً و ابن حبان من رواية حماد بن سلمة عن عاصم بلفظ ان عبدالله بن مسعود كان لا يكتب المعوذ تين في مصحفه** (فتح الباری ص ۷۴۲ ج ۸) حضرت زرؒ بن حبیش کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود معوذتین کی قرآنیت کو تسلیم کرتے تھے اور خود پڑھا بھی کرتے تھے جب کہ مسند احمد کے حوالے سے حدیث نمبر 4 کے تحت گزرا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے خود حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے تو میں تمہیں پڑھنے کا حکم کرتا ہوں تو حضرت ابی بن کعب نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی موافقت کی ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف معوذتین کا لکھنے کے بارے میں تھا پڑھنے کے بارے میں نہیں تھا۔ اور جن روایات میں لیستا من کتاب اللہ آتا ہے یعنی یہ دونوں سورتوں قرآن مجید میں سے نہیں تو یہ روائتیں سند کے لحاظ سے صحیح نہیں مولانا ارشاد الحق صاحب نے حافظ ابن حجر کی اندھی تقلید میں یا حضرت عبداللہ بن مسعود کی دشمنی میں ان روایات کو صحیح کہا ہے تو اس کی حقیقت ہم ان کے اپنے اقوال سے پیش کرتے ہیں تا کہ ان کی سیاہی سے ان کو اپنا چہرہ ہی سیاہ ہو۔

تصویر کا دوسرا رخ: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اس فہرست میں سلیمان بن مہران الاعمش بھی ہیں جو مشہور مدلس نہیں بلکہ ضعفاء سے بھی تدلیس کرتے ہیں

(توضیح الکلام ص ۵۶۹ ج ۲) حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت جن میں معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار کیا گیا ہے اس کی تین سندوں میں الاعمش موجود ہے۔ (۲) نیز مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں اور مغیرہ فرماتے ہیں کہ اعمشؒ اور ابو اسحاقؒ نے تدلیس کی بناء پر اہل کوفہ کی روایات کو نقصان پہنچایا ہے (تہذیب ص ۶۷ ج ۸ میزان ص ۲۲۴ ج ۲) ابو اسحاق جوزجانی فرماتے ہیں کہ محدثین نے ارسال کی بناء پر ان کی روایات سے توقف کیا ہے کہ کہیں انکا مخرج ہی صحیح نہ ہو اور ابو اسحاقؒ مجہول راویوں سے روایت کرتے تھے (تہذیب ص ۶۷ ج ۸) (توضیح الکلام ص ۱۷۱ ج ۲)

نوٹ: یاد رہے کہ پہلی تین سندیں جن میں لیستا من کتاب اللہ ہے اس کی سند الاعمش عن ابی اسحاق سے مروی ہے جبکہ مولانا ارشادالحق صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف اور قرآن پاک کی قطعیت کے خلاف اعمش اور ابو اسحاق کی روایت کو صحیح کہتے ہیں اور جہاں ابو اسحاق کی روایت فاتحہ خلف الامام کے خلاف مروی ہے۔ تو وہاں پنجہ جھاڑ کر ابو اسحاق اور الاعمش کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی روایت بالکل غلط ہے۔ (۳) مولانا ارشادالحق اثری صاحب لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود خود فرماتے ہیں کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قراءۃ خلط ملط کر دی ہے۔ (الطحاوی۔ مسند احمد) علامہ ھیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی الصحیح کے راوی ہیں اور علامہ ماردینی لکھتے ہیں کہ یہ سند کھری ہے (احسن الکلام ص ۲۳۵) پہلا جواب: ابو اسحاق مدلس و مختلط ہیں ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ کسی حدیث کے راویوں کا صحیح بخاری کے راوی ہونا اس حدیث کی صحت کیلئے کافی نہیں یہ حدیث صحیح یا جید کیونکر ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس کی سند میں ابو اسحاقؒ مدلس ہیں اور یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی روایت معنعن روایت بالاتفاق صحیح نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۴۱۵ ج ۲) مولانا ارشادالحق صاحب عجیب

انسان ہیں اللہ تعالیٰ کے قرآن کی دوسورتوں کا انکار اور عبداللہ بن مسعود کی توہین کرنے کے لئے ابواسحٰق کی روایت کی سند بلکہ اسکے متن کو بالکل صحیح کہتا ہے اور یہاں فاتحہ خلف الامام میں ابو اسحاق کی روایت اللہ کے قرآن کے موافق ہے لیکن ابن اسحاق دجال کی روایت کے مخالف ہے اور مولانا ارشادالحق صاحب کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے ابواسحاق کی روایت بالکل ردی ہوگئی ہے۔

(۴) ہماری گزارشات سے واضح ہوجاتا ہے کہ ابواسحٰق کو تقریباً دودرجن محدثین اور اہل علم نے مدلس قرار دیا ہے اور اس کی تدلیس کو قبول نہیں کیا (الی) تدلیس کے علاوہ ابواسحٰق پر اختلاط کا الزام بھی ہے (توضیح الکلام ص ۴۱۹ ج ۲) (۵) مؤلف احسن الکلام کے شاگرد رشید مولانا حبیب اللہ ڈیروی اس کے معترف ہیں کہ ابواسحٰق مدلس اور مختلط ہے (نور الصباح ص ۱۳۷ تا ص ۱۳۸) حاشیہ توضیح الکلام ص ۴۱۹ ج ۲) مؤلف نور الصباح یعنی راقم الحروف نے یہ ضرور کہا ہے اور یہ حضرت ابن مسعودؓ پر بہتان کے دفاع میں اور قرآن مجید کی عظمت وقطعیت کا لحاظ کرتے ہوئے کاش بدبخت اثری صاحب تو بھی قرآن کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے اور جلیل القدر بدری صحابہؓ پر بہتان کے جواب میں وہاں ابواسحٰق پر یہ جرح کردیتا تو تجھے ثواب ملتا لیکن تو ایسا بدبخت ہے کہ ابواسحٰق کی روایت کو (وہاں) صحیح کہہ رہا ہے (۶) ابواسحٰق اس میں مدلس و **مختلط** ہے۔ اور یہ رایت معنعن ہے اس لئے اس سے استدلال کسی بھی صورت صحیح نہیں (توضیح ص ۴۹۴ ج ۲) (۷) ابواسحٰق مدلس ہے اور اس کا سماع بھی علقمہ سے ثابت نہیں (توضیح ص ۱۸۷ ج ۲) کاش ظالم انسان تجھے ماں نے نہ جنا ہوتا۔ مولانا ارشاالحق صاحب لکھتے ہیں "ہمارے مہربان مولانا صفدر صاحب نے بھی حضرت ابن مسعودؓ کی تعریف وتوصیف میں دو صفحات (۹۴،۹۳ ج ۱) رقم فرمائے ہیں کون ظالم ہے جنہیں ان کے اس درجہ ومرتبہ کا انکار ہے (توضیح ص ۳۹ ج ۲ حاشیہ) الجواب مولانا اثری صاحب وہ ظالم انسان تو ہی ہے جو جھوٹی

روایت کی بناء پر حضرت ابن مسعودؓ کو معوذتین کا منکر قرار دے رہا ہے اور قرآن مجید کو ایک غیر تفق علیہ کتاب کہہ رہا ہے۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے　　　　اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

تضاد نمبر 10: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں: صحیح مسلم کے علاوہ وہ روایات بھی ہیں جنھیں امام المحدثین امام البخاری نے بطور استدلال پیش کیا ہے اور اصول نقد روایات کے اعتبار سے وہ بھی صحیح ہیں لیکن افسوس کہ وہ تو ہمارے مہربان (مولانا صفدر) کے نزدیک ضعیف اور منکر ٹھہرے (توضیح الکلام ص ۲۰۹ ج ۱) اور عبید اللہ بن عمرو عن ابی عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انسؓ (احتج بہ البخاری کتاب القراءۃ ص ۴۸) امام بخاری کا احتجاج کرنا صحت کی دلیل ہے (توضیح ص ۴۳۳ ج ۱) الجواب: جزء القراءۃ میں امام بخاریؒ کا کسی روایت سے استدلال کرنا اس کے صحیح اور حجۃ ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ اس میں امام بخاریؒ نے اس کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا اگر مولانا اثری صاحب اس ضابطے پر متفق ہیں کہ جزء القراءۃ میں امام بخاریؒ نے جو روایت بطور استدلال پیش کی ہے وہ صحیح ہے تو ہم حضرت ابو ھریرہؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر فنادی ان لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد (جزء القراءۃ ص ۳ روایت نمبر ۸) ترجمہ: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا پس ندا کرنے والے نے یہ منادی کی کہ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرآن بغیر نماز نہیں ہوتی)۔ اب یہ حدیث جزء القراءۃ میں بہت سے مقام پر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ص ۲۵ روایت نمبر ۵۲ اس میں یہ الفاظ ہیں حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی لاصلوۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اعلان کروں کہ سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد قرآن کے بغیر نماز میں نہیں ہوتی اور جزء القراۃ ص ۲۹ روایت نمبر ۶۴ میں بھی حدیث موجود ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں اخرج فنادی فی المدینہ ان لاصلوۃ الا بقرآن ولو بفاتحہ الکتاب فما زاد یعنی ابو ھریرہ نکل پس مدینہ منورہ میں اعلان کردو کہ قرآن مجید کی قراءۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اگر چہ وہ سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد قراءۃ سے ہو اور یہی حدیث جزء القراءۃ کی آخری

حدیث عن ابی ھریرۃ قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی لاصلوۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد کے الفاظ سے مروی ہے۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو جزء القراۃ میں چار مقام پر بطور استدلال پیش کیا ہے۔

مگر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری اس روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جواب: لیکن یہ زیادۃ (وما ذاد) بھی صحیح نہیں جبکہ اس میں جعفر بن میمون ہے اور اس میں کلام ہے امام ابن حبان اور امام حاکم نے اگرچہ اس کی توثیق کی ہے لیکن امام نسائیؒ فرماتے ہیں لیس بالقوی امام بخاریؒ فرماتے ہیں لیس بشی امام احمدؒ فرماتے ہیں لیس بقوی امام ابن معین سے تین مختلف قول منقول ہیں صالح الحدیث لیس بذاک، لیس بثقہ (توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ۱) تو ثابت ہوا کہ جزء القراۃ کی روایات صرف امام بخاریؒ کے استدلال کرنے سے صحیح نہیں ہو جاتیں ورنہ ارشاد الحق صاحب اثری حضرت ابوھریرہ کی حدیث جس کی سند میں جعفر بن میمون ہے اس پر جرح کرتے ہوئے تضاد کا شکار نہ ہوتے یا مولانا ارشاد الحق صاحب کا اثری کے ہاں یہ ضابطہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جزء القراءۃ کی جو روایات ان کے حق میں ہوں وہ صحیح اور حجۃ ہوں اور جو روایات ان کے مسلک کے خلاف ہوں وہ گرچہ جزء القراءۃ میں ہوں امام بخاریؒ نے اس سے بار بار استدلال کیا ہو وہ ضعیف قرار پائیں۔ اس بنیاد پر کہ یہ ان کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے جھوٹے ضابطے کے مطابق بالکل صحیح ہیں معلوم ہوا مولانا اثری صاحب کا دوہرا معیار ہے۔ وہ ہر جگہ تضاد کی ٹھوکروں میں دھکے کھا رہے ہیں۔ نوٹ: اثری صاحب نے جعفر بن میمون کے بارے میں کہا امام ابن حبان اور امام حاکم نے اگرچہ اس کی توثیق کی ہے اس کا مطلب یہ نکلا کہ ان دو حضرات کے علاوہ اور کسی محدث نے بھی جعفر بن میمون کی توثیق نہیں کی۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہے اور دھوکہ ہے۔ ہم انشاء اللہ اس دھوکہ اور اس جھوٹ سے باب المخادعات میں اس سے پردہ اٹھائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تضاد نمبر 11: مولانا ارشاد الحق صاحب حضرت امام بخاریؒ کے حوالے سے ایک اثر نقل کرتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

قال لی عبید الله حدثنا اسحاق بن سلیمان عن ابی سنان عن عبدالله بن ابی الھزیل قال قلت لا بی بن کعب اقرأ خلف الامام قال نعم (جزء القراء ة ص۸)

یعنی عبداللہ بن ابی ھزیل فرماتے ہیں میں نے حضرت ابیؓ بن کعب سے کہا کیا میں امام کے پیچھے پڑھوں توانہوں نے پڑھنے کی اجازۃ دی۔

اس اثر کے تمام راوی ثقہ ہیں اسحاق بن سلیمان ابو جعفر رازی کا متابع ہے جو بالاتفاق ثقہ ہے (تہذیب ص۲۳۴ تا ۲۳۵ ج ۱) اور عبید اللہ امام بخاریؒ کے استاد ہیں وہ بھی ثقہ ہیں (توضیح الکلام ص۴۸۱ ج ۱) نیز اثری صاحب لکھتے ہیں الغرض حضرت ابی بن کعب کا یہ اثر سنداً حسن صحیح ہیں اس اثر میں عموم ہے جس میں فاتحہ بہر حال شامل ہے (توضیح الکلام ص۴۸۲ ج ۱)

الجواب: مولانا ارشاد الحق اثری جھوٹ بولنے اور تضادات کے شکار ہونے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ امام بخاریؒ سے جو اثر جزء القراۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ قطعاً صحیح نہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے اپنے استاد عبید اللہ سے یہ سند اس طرح بیان کی ہے وقال لی عبید اللہ اور جب امام بخاریؒ اس طرح بیان کریں تو اس روایت میں کوئی عیب اور خرابی ضرور ہوتی ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ صیغہ یعنی (قال لی) امام بخاری موقوف اور مرفوع حدیثوں میں بھی استعمال کرتے ہیں جب ان کی سند میں ایسا راوی ہو جو ان کے نزدیک قابل احتجاج نہیں ہوتا۔ لہذا امام بخاریؒ نے اپنے ہی اصول کی بناء پر اس روایت کو قال لی سے روایت کیا ہے امام بخاریؒ نے خود ہی جب اس کے معلول ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے تو ان پر اعتراض بالکل فضول ہیں یہ اعتراض دراصل صحیح بخاری میں امام صاحب کے اصول وضوابط سے بے خبری پر مبنی ہے اور اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ امام بخاری نے جو بھی اس) صحیح بخاری) میں بیان کر دیا وہ

بہر حال صحیح ہے حالانکہ بعض وہ روایات جن کے ضعف کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے وہ صیغہ تمریض سے ہو قال لی سے ہوں یا اسی نوعیت کے کسی اور لفظ سے۔ وہ بہر حال ان کی شرط پر نہیں ان کی حیثیت شواہد و متابعات کی ہوتی ہے یا بسا اوقات بیان ضعف کی خاطر ذکر کی جاتی ہیں امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ڈیروی کے جواب میں ص ۱۰۹)
نیز لکھتے ہیں انتہائی افسوس کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے محمد بن ابی قاسم کو کما حقہ نہ پہنچاننے کی بناء پر ہی تو اس روایت کو قال لی کے الفاظ سے بیان کر کے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ اس روایت کو قال لی کے الفاظ سے بیان کر کے اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ اس کی سند میں کچھ خرابی ہے (امام بخاری ص ۱۰۹) مولانا ارشاد الحق اثری کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ یہاں جزء القراءۃ میں بھی وقال لی عبید اللہ سے امام بخاری نے حضرۃ ابی بن کعب کا اثر نقل کر کے اس کی خرابی کی طرف اشارہ کر دیا چنانچہ جزء القراءۃ کی سند وقال لی عبید اللہ حدثنا اسحاق بن سلیمان عن ابی سنان عبد اللہ بن الھزیل قال قلت لابی بن کعب الخ (جز القراءۃ ص ۱۵) تمام مطبوعہ جزء القراءۃ کے نسخے میں یہ سند اسی طرح ہے مگر ارشاد الحق اثری نے تحریف اور خیانت کرتے ہوئے (اس) کی سند کو بدل دیا ہے اور سند یوں بنادی ہے۔
اسحاق بن سلیمان عن ابی سنان عن عبد اللہ بن ابی الھذیل حالانکہ یہ کھلی تحریف ہے اگر سند غلط تھی تو اس کو حاشیے میں بیان کرتے متن میں تبدیل کرنے کا ان کو حق نہیں تھا۔ چنانچہ شیخ محترم مولانا صفدر صاحب دامت مجدھم پر عبد اللہ بن شداد ابو الولید لکھ دینے پر اعتراض کیا ہے کہ انکو یہ اس طرح تبدیل کرنے کا حق نہیں۔ بلکہ سرخی لگائی ہے "مولف احسن للکلام کی کھلی بد دیانتی" حالانکہ امام حاکمؒ نے جو بات کہی تھی حضرت شیخ محترم نے اسی پر عمل کیا ہے اور جزء القراءۃ کی سند میں اور بھی خرابی ہے جیسا کہ دار قطنی جلد اص ۳۱۷ تا ۳۱۸ میں اسحاق بن سلیمان اور ابو سنان کے درمیان ابو جعفر الرازی کا واسطہ ہے اور ابو جعفر الرازی متکلم فیہ اور ضعیف راوی ہے

تو یہ اثر کسی سند سے صحیح نہیں فلھذا اثری صاحب کا اس اثر کو صحیح کہنا جھوٹ اور تضاد کی بدترین مثال ہے۔ نیز اثری صاحب لکھتے ہیں " حالانکہ امام عبدالرزاق اور عبیداللہ بن موسیٰ کے بارے میں فرق بین ہے۔ عبیداللہ کے بارے میں امام احمدؒ نے اس بناء پر نقد کیا کہ وہ غالی شیعہ تھے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں عاب علیہ احمد غلوہ فی التشیع (ھدی الساری ص ۴۲۳) حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ عبیداللہ شیعیت کی بناء پر ضعفاء بلکہ کذابین سے بھی ایسی روایتیں بیان کرتے ہیں جو ان کی شیعیت کے مطابق ہوتی ہیں اسی بناءؔ پر امام احمدؒ نے عبیداللہ کی احادیث نہیں لکھیں (آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے ص ۱۰۵) جناب اثری صاحب کو اپنے قول کا پاس کرنا چاہیے تھا (بہت افسوس)

تضاد نمبر 12 : مولانا ارشاد الحق اثری صاحب محمد بن عثمان بن ابی شیبہ راوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ محمد بن عثمان متکلم فیہ ہے اسے گو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے لیکن امام عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور ابن خراش نے کہا ہے کان یضع الحدیث کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا (توضیح الکلام ص ۴۵۵ ج ۱) اور مولانا ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر سے نقل کرتے ہیں مگر محمد بن عثمان ضعیف ہے (توضیح ص ۶۲۲ ج ۲)۔

الجواب: یہی محمد بن عثمان بن ابی شیبہ جو اثری صاحب کے ہاں ضعیف بھی ہے کذاب بھی ہے اور حدیثیں بھی وضع کرتا ہے چونکہ یہ راوی اثری صاحب کے خلاف مقصد روایت کرتا ہے اس لیے وہ ردی کی ٹوکری میں پھینکے کے قابل ہے مگر جہاں اثری صاحب کے مطلب کے موافق یہی راوی روایت کرے گا تو وہ فوراً ثقہ ہو جائے گا نہ کذاب رہے گا اور نہ وضاع رہے گا۔ چنانچہ اثری صاحب امام ابوحنیفہؒ پر ایک جرح یحیٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کان یضعف فی الحدیث کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ضعیف قرار دیے گئے ہیں اس جرح کی سند میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ آتا ہے۔ یہاں اثری صاحب لکھتے ہیں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ابن عدی فرماتے ہیں میں نے اس کی کوئی حدیث منکر نہیں پائی۔ امام عبدان نے لاباس بہ اور صالح بن محمد سلمہ بن قاسم نے بھی ان کو توثیق کی ہے۔ (بغدادی ص ۴۳ ج ۲، لسان ص ۲۸۰ ج ۵) اور اس پر امام احمدؒ وغیرہ سے جو جرح ہے وہ بواسطہ ابن عقدہ سے پہلے ہے مگر ان سے جرح و تعدیل کی منقولہ روایات پر محدثین نے اعتماد نہیں کیا (تذکرہ س ۴۰ ج ۳، بغدادی ص ۲۲۷ ج ۲) نیز ان کی جرح محتمل المعنی ہے کما لا یخفی علی الماہر، البتہ ابن خراش یضع الحدیث کہا ہے مگر اس کے ناقل بھی ابن عقدہ ہیں ثانیاً خود ابن خراش کی جرح توثیق کے مقابلے میں قبول نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۶۳۱ تا ۶۳۲ ج ۲) قارئین کرام یہی محمد بن ابی شیبہ جب اثری صاحب کے موافق روایت نقل کرتا ہے تو وہ ثقہ بن جاتا ہے اور چونکہ یہاں امام ابوحنیفہؒ کے

خلاف جرح نقل کر رہا ہے تو امام اعظمؒ کی دشمنی میں اثری صاحب اندھا ہو گیا ہے اور اس راوی کو ثقہ بنا دیا ہے۔ یہ ہے اثری کا سند کی جرح اور تعدیل کا معیار جو روایت ان کے حق میں ہو تو سب راوی ثقہ ہو جاتے ہیں اور جو روایت ان کے خلاف ہو تو پھر کوئی نہ کوئی راوی ضعیف ضرور بنا دیا جاتا ہے۔

تضاد نمبر 13: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں ابن سعد تو ثقہ اور امام ہیں لیکن ان کی جرح جبکہ وہ منفرد ہوں علماء فن کے ہاں مقبول نہیں (الی) ربما اخطأ کے الفاظ حرف ابن سعد ہی نے کہے ہیں لہذا یہ الفاظ قابل اعتبار نہیں (توضیح ص ۲۰۶، ۴۳۰، ۴۳۱ ج ۱)

الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب نے یہاں جو ضابطہ بیان کیا ہے وہ اس لیے بیان کیا ہے کہ ابن سعد کی جرح اثری صاحب کو نقصان دے رہی تھی۔ جب اس ابن سعد کی جرح اثری صاحب کے موافق ہو گی تو پھر ابن سعد کی جرح کو وہ ضرور نقل کریں گے اور یہ ضابطہ بھول جائیں گے۔ چنانچہ اسحٰق الازرق راوی نے ایک حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ نقل کی ہے جو مسند احمد بن منیع میں ہے تو اب اثری صاحب لکھتے ہیں اسحاق الازرق کی روایت شاذ ہے اسحاق گو ثقہ ہیں مگر ابن سعد نے کہا ہے ربما غلط کہ وہ بسا اوقات غلطی کر جاتا ہے (تہذیب ص ۲۵۷ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۵۰۴ ج ۲) قارئین کرام نے ملاحظہ کر لیا کہ اب ابن سعد اکیلا ہے اور اسحاق ثقہ ہے مگر یہاں اثری صاحب ابن سعد کی بات سے حجت پکڑ رہے ہیں کیا یہی شاندار اصول ہے کہ ایک راوی حنفیوں کے دلائل میں ہو تو وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بات قابل قبول نہیں ہوتی بعینہ وہی راوی جب اثری صاحب کے موافق روایت نقل کر رہا ہو تو وہ پھر قابل قبول بن جاتا ہے یہ کیسی ایمانداری ہے۔ جس کو اثری صاحب نے اپنا رکھا ہے۔

تضاد نمبر 14: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور خصوصاً مولانا صفدر صاحب کی تسلی کیلئے عرض ہے کہ امام نسائیؒ نے اس (نافع بن محمود کی) روایت کو سنن نسائی میں ذکر کیا ہے اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حسن یا صحیح ہے جبکہ ابن عجلان کی حدیث اذا قرأ فانصتوا

کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ امام نسائی نے بھی اسے صحیح کہا ہے حالانکہ امام نسائی سے اس کی صحۃ کے متعلق کوئی صریح قول منقول نہیں چونکہ سنن نسائی کو مظان حسن میں شمار کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کی احادیث پر حسن یا صحیح کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے ہم یہاں کیوں نہ امام نسائی کو اس حدیث کے مصححین کی فہرست میں شامل کریں (توضیح الکلام ص ۳۶۴ ج ۱)

الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری مولانا سرفراز خاں صفدر کے جواب میں لکھتے ہیں امام نسائی کا نام صرف اسی لیے لیا گیا ہے کہ انہوں نے السنن الصغری میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور ابو خالد کی متابعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ مؤلف احسن الکلام سے قبل ایک اور گوجرانوالوی بزرگ بھی اسی شبہ کا شکار ہیں (حاشیہ نصب الرایہ ص ۱۵ تا ۱۶ ج ۲) حالانکہ سنن نسائی میں کسی حدیث کا منقول ہونا اور اس کے متعلق امام نسائی کا خاموشی اختیار کرنا قطعاً اس حدیث کی صحت پر دلالت نہیں کرتا (توضیح ص ۳۵۱ ج ۲) نیز مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں بعض محدثین نے بلاشبہ سنن نسائی پر صحۃ کا اطلاق کیا ہے لیکن یہ حکم اکثری ہے یہ نہیں کہ اس کی تمام احادیث صحیح ہیں خود امام نسائی نے کئی روایات پر کلام بھی کیا ہے (توضیح الکلام ص ۳۰۵ ج ۲) قارئین کرام جب نسائی میں کسی حدیث کا آ جانا اثری صاحب کے نزدیک صحۃ کی دلیل نہیں تو پھر نافع بن محمود کی روایت کے بارے میں امام نسائی کو مصححین کی فہرست میں شامل کرنے کا کیا مقصد ہے حالانکہ ابن عجلان کی حدیث جو حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے۔ اس پر امام نسائی نے باب قائم کیا ہے اور اسی حدیث کو قرآن کی آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون کی تفسیر قرار دیا ہے اور ابو خالد الاحمر کا متابع محمد بن سعد الانصاری ذکر کیا ہے اور اس راوی کے بارے میں ذکر فرمایا ہے ہو ثقۃ کہ یہ معتبر ہے۔ چنانچہ نسائی ج ا ص ۱۴۶ میں ہے تاویل قوله عز وجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔ اس باب قائم کرنے کے بعد فوراً حضرت ابوھریرہ کی حدیث واذا قرأ فانصتوا ذکر کی ہے یعنی جب امام قراءۃ کرے پس تم خاموش ہو جاؤ اثری صاحب سے یہ سوال ہے کہ امام نسائی نے اس حدیث کو قرآن کی آیت کی تفسیر بنایا ہے تو

کیا یہ حدیث ان کے نزدیک ضعیف ہوسکتی ہے۔ پھر ابو خالد کا متابع ثقہ راوی ذکر کیا ہے تو امام نسائی اس حدیث کی سند کو پختہ کر رہے ہیں یا اعتراض کر رہے ہیں امام نسائی کے نظریہ سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک بالکل صحیح ہے اور قرآن پاک کی تفسیر ہے فلھذا اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہ رہا جبکہ نافع بن محمود کی روایت قطعاً صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ نافع بن محمود مجہول ہے اور نسائی کی سند میں زید بن واقد قدری ہے یعنی تقدیر کا منکر ہے اور ھشام بن عمار متکلم فیہ راوی ہے اور یہ روایت قرآن اور صحیح حدیثوں کے خلاف ہے فلھذا امام نسائی کے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لیے فوراً اس روایت کے بعد قرآن پاک کی آیت پھر اس کی تشریح اور تفسیر واذا اقرأ فانصتوا سے نقل کر کے نافع بن محمود کی روایت کو گویا قرآن اور حدیث کے خلاف قرار دیا ہے۔

تضاد نمبر 15: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں عبداللہ بن عمرو بن حارث کو امام ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتم نے اس پر کوئی جرح نہیں کی اور مولانا ظفر احمدؒ عثانی لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتمؒ کا سکوت کرنا اور جرح نہ کرنا راوی کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے (انہاء السکن ص ۵۷، ۵۸) توضیح الکلام ص ۳۴۸ ج ۱) یہ عبداللہ بن عمرو بن حارث چونکہ مولانا ارشاد الحق صاحب کی موافق روایت میں تھا اس لئے امام بخاریؒ وابن ابی حاتمؒ کا سکوت ثقہ ہونے کی دلیل بنایا جارہا ہے۔ جب کوئی راوی مولانا موصوف کے خلاف روایت میں آجائے گا تو امام بخاریؒ وابن ابی حاتمؒ کا سکوت قابل حجت نہ ہوگا دیکھئے تصویر کا دوسرا رخ۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "ہم بھی یہی گزارش کرتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتمؒ کا ربیعہ کو ذکر کرنا اور جرح نہ کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ انکے نزدیک مجہول ہے بلکہ امام بخاریؒ نے تو اس کے تفرد اور ضعف کی صراحت کردی ہے لہذا امام ابن حبانؒ کی یہ توثیق معتبر نہیں (توضیح ص ۱۸۲ ج ۱) (۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں" عبداللہ بن نافع کو امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اس پر جرح نہیں کی اور ابن

حبانؒ نے کتاب الثقات میں حسب عادۃ ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے (جنہوں نے تھذیب میں ابن حبانؒ کا یہ حوالہ دیا ہے) تقریب میں مجہول کہا ہے پھر یہ ثقہ کیسے (توضیح ص ۱۸۲ ج ۱) (۳) مولانا موصوف موسیٰ بن سعد اور محمد بن بجاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ان کا ترجمہ امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر (ص ۴۴ ج ۱ ق ۱) میں امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (ص ۲۱۳ ج ۳ ق ۱) میں ذکر کیا ہے مگر کوئی جملہ توثیق وتوصیف کا نقل نہیں کیا (توضیح ص ۴۱۷ ج ۲) (۴) مولانا موصوف لکھتے ہیں "اور محمد بن بجاد اور موسیٰ بن سعد دونوں مجہول و مستور ہیں لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا درست نہیں (توضیح ص ۴۳۷ ج ۲) (۵) مولانا موصوف توضیح ص ۴۱۷ ج ۲ میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ کسی روای کے بارے میں ابن ابی حاتم کے سکوت کا حکم۔ پھر آگے مولانا موصوف لکھتے ہیں بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ امام ابن ابی حاتمؒ جس راوی پر سکوت کریں وہ ثقہ ہوتا ہے۔ تو یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں خود امام ابن ابی حاتمؒ نے (ص ۳۸ جلد اق ۱ میں) صراحت کردی ہے کہ جس راوی کے متعلق کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی گئی تو ان کا ذکر محض تکمیلاً ہے اگر ہمیں کوئی کلمہ مل گیا تو بالآخر ہم اسے نقل کردیں گے۔ ائمہ فن نے بھی ایسے راویوں کو مستور یا مجہول ہی قرار دیا ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر (ص ۱۳۸ ج ۱) لسان (ص ۷۷ ج ۳) تھذیب ص ۳۹۱ ج ۱) میزان ص ۲۵ ج ۴ بلکہ اس کا اعتراف مؤلف احسن الکلام نے بھی کیا ہے (احسن الکلام ص ۹۳ ج ۲) (حاشیہ توضیح ص ۴۱۷ ج ۲ تا ص ۴۲۷ ج ۲) قارئین کرام یہ ہے مولانا ارشادالحق صاحب کی دیانتداری وایمانداری (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔ مولانا ارشادالحق صاحب لکھتے ہیں الجرح والتعدیل میں امام ابن ابی حاتم کا سکوت راوی کے مجہول یا مستور ہونے کی دلیل ہے ملاحظہ ہو۔ ہماری کتاب توضیح الکلام جلد ۲ ص ۴۴۱ تا ۴۴۲ (اسباب اختلاف الفقہاء حاشیہ ص ۱۲۵ از اثری صاحب)۔

تضاد نمبر 16: مولانا ارشادالحق صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کبھی کبھی بالجزم ایسی معلق روایت بھی لاتے ہیں جو انقطاع کی بناء پر ضعیف ہوتی ہے اسی کے تحت انہوں

نے صحیح روایت بھی لاتے ہیں جو انقطاع کی بناء پر ضعیف ہوتی ہیں اسی نوع کے تحت انہوں نے صحیح بخاری کتاب الزکوۃ جلد ۱ ص ۱۹۱ کی یہ معلق روایت ذکر کی ہے۔ قال طاؤس قال معاذ لاھل الیمن۔ حالانکہ امام ابن مدینیؒ اور امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ طاؤسؒ کا حضرت معاذؓ بن جبل سے سماع نہیں (المراسیل ص ۶۵ تھذیب ص ۹ جلد ۵ جامع التحصیل ص ۲۴۴) وغیرہ امام بخاریؒ کا ایسی منقطع روایت سے مقصد محض اس طریق پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے۔ روایت اور تحدیث نہیں ہوتا جیسا (کہ) حافظ اسماعیلیؒ نے کہا ہے (تدریب الراوی ص ۶۱) اور تدلیس بھی انقطاع ہے اس لئے اگر کوئی منقطع اور مدلس راوی کی معلق روایت امام بخاریؒ لے آئے ہیں تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ وہ روایت متصل اور سماع پر محمول ہے (توضیح ص ۵۷۶ ج ۲) لیکن یہ تقریر مولانا ارشاد صاحب کی اسوقت ہے جبکہ کوئی ایسی روایت ان کے خلاف ہو لیکن اگر کوئی روایت مدلس کی معلق بالجزم اور مولانا موصوف کے حق میں ہو تو وہ صحیح بن جائے گی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب عمرو بن شعیب کی حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "امام بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں ایک روایت معلق بصیغہ جزم عمروؒ بن شعیب کے واسطہ سے ذکر کی ہے چنانچہ کتاب اللباس کی ابتدائی روایات میں ایک روایت کے الفاظ ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا الخ حافظ ابن حجرؒ اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں وصلہ الطیالسی والحارث بن ابی اسامۃ فی مسندیھما من طریق ھمام بن یحیٰ عن قتادۃؓ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بہ.......... وھذا مصیر من البخاری الی تقویۃ شیخہ عمرو بن شعیب الم ارفی الصحیح اشارۃ الیھا الا فی ھذا الموضع (فتح الباری ص ۲۵۳ ج ۱۰) توضیح ص ۴۳۵ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب نے حافظ ابن حجرؒ کی تقلید میں عمرو بن شعیبؒ کو قوی ثابت کرنے کے لئے امام بخاریؒ کی ایک معلق بالجزم روایت کا سہارا لیا مگر اپنا اصول اور نظریہ بھول گئے کیونکہ اس روایت

کی سند میں عمرو بن شعیب سے روایت کرنے والا قتادہؒ ہے جو عن سے روایت کرتا ہے جس کو مدلس ثابت کرنے کے لئے مولانا ارشاد الحق صاحب نے تقریباً بیس اوراق سیاہ کیے ہیں دیکھئے توضیح الکلام ص ۲۸۳ ج ۲ تا ص ۳۲۷) اور مدلس کی روایت تو مولانا موصوف کے ہاں منقطع ہے فھذا عمرو بن شعیب کی روایت کی تقویت کیسے ثابت ہو سکتی ہے پھر تو قتادہؒ کی تدلیس بھی امام بخاریؒ کے ہاں غیر مضر ثابت ہوگی (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کی دو اور عبارتیں ملاحظہ ہوں (۱) حماد بن ابی سلیمان سے بلا شبہ امام بخاریؒ نے احتجاج نہیں کیا اور وہ ان کی شرط پر نہیں لیکن کیا جن سے انہوں نے تعلیقاً روایت لی ہے وہ سب نا قابل اعتبار ہیں ۔ تعلیقاً روایت کرنے میں ان کا اسلوب کیا ہے حدیث کا طالب علم اس سے بخوبی واقف ہے خلاصہ یہ کہ امام صاحب نے اسے بالجزم بیان کیا ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ صحیح ہے ۔ مگر جو صاحب امام صاحب کے اسلوب روایت سے واقف نہیں یا محض تجاہل عارفانہ سے کام لے تو ایسی تعلیقات پر مزے کی پھبتی کس سکتا ہے ۔ حدیث کے کسی سچے معمولی طالب علم سے بھی اس کی توقع قطعاً نہیں کی جا سکتی (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ مولانا حبیب اللہ ڈیروی کے جواب میں ۱۰۱ تا ۱۰۲) (۲) مولانا موصوف لکھتے ہیں " ثانیاً ائمہ فن نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ امام بخاریؒ جن روایات و آثار کو جزماً بیان کرتے ہیں وہ روایت ظاہر سند تک ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۱۱۵) قارئین کرام ان دو عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بالجزم معلق روایت امام بخاریؒ کے ہاں صحیح ہوتی ہے ۔ اور اس معلق روایت پر نا قابل اعتبار کی پھبتی کسنا سچے طالب سے توقع نہیں کی جا سکتی اور تضاد نمبر ۱۶ کی پہلی عبارت میں مولانا اثری ضعیف اور نا قابل اعتبار پھبتی کس چکے ہیں اب وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ حدیث کے سچے طالب علم ہیں یا جھوٹے ۔ امید یہ ہے کہ وہ اپنے کو

آپ کو جھوٹا شمار کریں گے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

تضاد نمبر 17: مولانا ارشاد الحق صاحب راقم الحروف کے جواب میں لکھتے ہیں "اس طرح حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص ۵۳۸ ج ۸ میں بھی حضرت نواسؓ کی اسی روایت کا ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی نقد و جرح نہیں کی، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں حافظ ابن حجر فتح الباری میں جن زائد احادیث کو ذکر کرتے ہیں اور ان پر خاموشی اختیار کرتے ہیں وہ انکے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہیں اور یہی بات ڈیروی صاحب کے استاد محترم مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ص ۱۷۷ ج ۱ میں کہی ہے (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۶۹) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں "غور کیجئے ام المومنینؓ یہ نہیں فرماتیں کہ کیا فاتحہ سے زائد سورۃ پڑھی ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ فتح ص ۲۴۳ جلد ۲ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت پر سکوت کیا ہے (توضیح ص ۲۱۷ ج ۱) ان دونوں حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن حجرؒ کا سکوت فتح الباری میں حجت ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "حدیث یعق عنہ من الابل والبقر والغنم کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص ۵۹۳ ج ۹ میں ذکر کیا ہے حالانکہ اس کی سند میں مسعدۃ بن الیسع کذاب ہے عبد الملک بن معروف کا ترجمہ نہیں ملتا۔ ابراھیم بن احمد متکلم فیہ تفصیل کیلئے دیکھئے الارواء ص ۳۹۴ ج ۴) مگر مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے بطور استدلال ذکر کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے ممکن ہے اس کے راوی اور ہوں ان کے الفاظ ہیں الا ان الحافظ ذکرہ فی موضع الاستدلال وسکت عنہ فلعل فیہ راویاً آخر (اوجز المسالک ص ۲۱۸ ج ۹) غور فرمائیں حافظ کے سکوت کا ان کے ہاں کیا مرتبہ ہے (حاشیہ توضیح ص ۳۳۸ ج ۱)۔

پس معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کا سکوت فی فتح الباری مولانا اثری کے ہاں قابل قبول نہیں لیکن جہاں ان کے حق میں روایت آجائے تو پھر ابن حجرؒ کا سکوت معتبر ہے یہ ہے مولانا ارشاد الحق صاحب کی ایمانداری اور دیانتداری۔ میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو۔

تضاد نمبر 18: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کیا خیر القرون میں حالت انفراد میں بھی کچھ حضرات قراءۃ میں متردد تھے قطعاً نہیں (توضیح ص ۵۲۶ ج ا)۔

تصویر کا دوسرا رخ: مولانا ارشاد الحق عنوان قائم کرتے ہیں "حضرت ابن عباسؓ پہلے سری نمازوں میں مطلقاً قراءۃ کے قائل نہ تھے (توضیح ص ۲۴۷ ج ۲) دروغ گو را حافظہ نباشد۔

تضاد نمبر 19: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "اس طرح ابن حبان نے بھی حضرت علیؓ کے ایک وضعی اثر من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

فی اجماعھم علی اجازۃ القراءۃ خلف الامام دلیل علی بطلان روایۃ ابن ابی لیلیٰ ھذہ (کتاب المجروحین ص ۱۳ ج ۲)

قراءۃ خلف الامام پر ان کا (واہل علم) اجماع ابن ابی لیلیٰ کی اس روایت کے باطل ہونے پر دال ہے۔

امام ابن حبانؒ اور علامہ ابن عبد البرؒ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک اس مسئلہ پر اجماع رہا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے۔ مکروہ یا حرام نہیں جیسا کہ آج علمائے احناف باور کرانا چاہتے ہیں (توضیح ص ۵۴ ج ا تا ص ۵۶) الجواب۔ حضرت علیؓ کا یہ اثر وضعی نہیں بلکہ اس کی کئی سندیں ہیں بعض ضعیف ہیں بعض صحیح بھی ہیں جیسا کہ اس کی بحث اپنے مقام آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ الحمد پڑھنا امام کے پیچھے جائز ہے اور اس پر چوتھی صدی ہجری تک اجماع رہا تو یہ فضول بات ہے۔ جو چیز قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہو اس پر اجماع کیسے ہو سکتا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) امام اعمشؒ ابراھیم نخعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

اول ما احدثوا القراءۃ خلف الامام و کانو لا یقرأون (احسن ص ۳۲۸)

یعنی پہلی بدعت قراءۃ خلف الامام ہے وہ (یعنی صحابہ و تابعین) امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

(بحوالہ توضیح الکلام ص ۷۶۵ ج ۲) اور اعمشؒ کی روایت ابراھیمؒ سے صحیح ہے (توضیح الکلام ص ۴۸۹ ج ۱ ملاحظہ ہو)۔

عبدالرزاق قال اخبرنا داود بن قیس عن زید بن اسلم عن ابن عمرؓ کان ینھیٰ عن القراءۃ خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲)

حضرت زید بن اسلمؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے (یہ سند صحیح ہے)

(۳) حدثنا الفضل عن زھیر عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلۃ اقرأ خلف الامام فی الظھر و العصر فقال لا (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۱ ج ۱، ۳۷۹۶)

ولید بن قیس (السکونیؒ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہؒ سے پوچھا کہ امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں قراءۃ کروں تو انہوں نے فرمایا قراءۃ نہ کرو

یہ اثر بھی سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔

(۴) حدثنا الفضل عن ابی کیران قال کان الضحاک ینھیٰ عن القراءۃ خلف الامام (ابن ابی شیبہ ص ۳۳۱ ج ۱ نمبر ۳۷۹۷)

فضل بن دکینؒ، ابو کیرانؒ (الحسن بن عقبہ المرادی) سے روایت کرتے ہیں کہ ضحاک تابعیؒ قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے (یہ اثر بھی سند کے لحاظ سے صحیح ہے)

(۵) عبدالرزاق عن الثوری عن الاعمش عن ابراهیم عن الاسود قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام مُلئی فاه ترابا (عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں اس شخص کے بارے میں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اسکا منہ مٹی سے بھر دیا جائے

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حضرت اسودؒ بن عامر سے ایک اور اثر مصنف ابن ابی شیبہ (ص ۳۷۶ جلد ۱) میں موجود ہے جس میں خلف الامام پڑھنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم ہے لیکن اس میں بھی اسماعیلؒ بن خالد ہے جو طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے جیسا کہ ابراہیم نخعی وسفیان ثوریؒ ہیں اور ایک اثر مصنف عبدالرزاق (ص ۱۳۸ جلد ۲) اور ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۱ میں اسی مفہوم کا منقول ہے مگر سند میں الاعمش مدلس ہے اور ابراہیمؒ بھی اسے معنعن روایت کرتے ہیں ان دونوں طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسودؒ کا یہ اثر صحیح ہے (توضیح الکلام ص ۷۵۹ ج ۲)

(۶) عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید الله بن مقسم قال سألت جابر بن عبدالله اتقرا خلف الامام فی الظهر و العصر شیئاً فقال لا (عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۲)

عبیداللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ امام کے پیچھے ظہر اور عصر میں کچھ قراءۃ کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں قراءۃ نہیں کرتا۔

اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(۷) حدثنا وکیع عن الضحاک بن عثمن عن عبید الله بن مقسم عن جابرؓ قال لا یقرأ خلف الامام (ابن ابی شیبہ ص ۳۳۰ ج ۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔

(اس اثر کے راوی بھی ثقہ ہیں دیکھئے احسن الکلام طبع دوم ص ۱۳۴ ج ۲)

(۸) عن عبیدالله بن مقسم انه سأل عبدالله بن عمرؓ و زیدؓ بن ثابت و جابرؓ بن عبدالله فقالوا لا تقرأ وا فی شئ من الصلوات (طحاوی ص ۱۵۰ ج ۱ تا ص ۱۵۱)

حضرت عبیداللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ و زیدؓ بن ثابت و حضرت جابرؓ سے پوچھا تو ان سب حضرات نے کہا کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کچھ بھی قراءۃ نہ کرو۔

اس اثر کی سند بھی صحیح ہے جھوٹ نمبر 5 کے تحت اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۹) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عطاءؒ بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زیدؓ (بن ثابت) سے سوال کیا کیا امام کے ساتھ قراءۃ کی جا سکتی ہے تو انہوں نے فرمایا

لا قراءۃ مع الامام فی شئ (صحیح مسلم ص ۲۱۵ ج ۱، طحاوی ص ۱۲۴ ج ۱ وغیرہ)

کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں قراءۃ نہیں

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ اثر سنداً صحیح ہے (توضیح ج ۲ ص ۱۰۷) "حضرت ابو وائلؒ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا کہ میں امام کے پیچھے قراءۃ کر سکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ

ان فی الصلوۃ شغلاً سیکفیک قراءۃ الامام ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱ طحاوی ص ۱۲۹ ج ۱ مؤطا ص ۹۸ بیہقی ص ۱۶۰ ج ۲ عبدالرزاق رقم ۲۸۰۳ المعجم الکبیر ص ۳۰۳ ج ۹)

نماز میں شغل ہے تمہیں امام کی قراءۃ کافی ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے (توضیح الکلام ص ۱۴۷ ج ۲ تا ص ۱۵۷) (۲) حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے انصت للقرآن ان فی الصلوۃ شغلا سیکفیک ذاک الامام۔ قرآن کی قراءۃ کے (وقت) خاموش رہو۔ کیونکہ نماز میں شغل ہے یعنی امام قراءۃ میں مشغول ہے اور تجھے امام (کی قراءۃ) ہی کافی ہے۔ یہ روایت بھی سنداً حسن صحیح ہے۔ توضیح ج ۲ ص ۱۸۷۔

(۱۱) واما ما روی عن علقمۃ الاسود انہما قالا و ددنا ان الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوہ ترابا فھو صحیح عنہما (تمہید ابن عبالبر ص ۵۱ ج ۱۱)

اور وہ جو علقمہ واسودؒ سے مروی ہے کہ ہم پسند کرتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے پس یہ ان دونوں کا قول صحیح سند سے ان سے مروی ہے۔

(۱۲) حدثنا الثقفی عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الامام من السنة (ابن ابی شیبہ ص ۳۳۱ ج ۱ نمبر ۳۷۹۴)

امام محمدؒ بن سیرین فرماتے ہیں کہ امام پیچھے قراءۃ کرنے کو میں سنت کے خلاف سمجھتا ہوں۔

قارئین کرام یہ چند حوالے صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ کے آپ کی خدمت میں پیش ہیں تاکہ مولانا ارشاد الحق صاحب غیر مقلد کے اس جھوٹ کا پردہ چاک ہو جائے کہ چوتھی صدی ہجری تک تمام علماء کا اس پر اجماع تھا کہ وہ الحمد امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت دیتے تھے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جس نے امام کے ساتھ قراءۃ کی وہ فطرت پر نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۶ ج ۱ میں یہی روایت محمد بن سلیمن الاصبھانی عن عبدالرحمٰن (بن) الاصبھانی عن ابن ابی لیلیٰ عن علیؓ الخ کی اسناد سے ہے اور دارقطنی (ص ۳۳۲ جلد ۱) میں قیسؒ بھی اسے ابن الاصبھانی سے روایت کرتا ہے جس میں یہ صراحت بھی ہے کہ ابن ابی لیلیٰ۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے۔ اسی بناء پر عہد حاضر کے نامور محدث علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ یہ سند جید ہے (ارواء الغلیل ص ۲۸۲ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۳۱۷ ج ۲) مولانا اثری صاحب نے پہلے اس کو وضعی اثر کہا تھا اب نامور محدث علامہ البانی غیر مقلد سے نقل کر رہے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ (حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا)

تضاد نمبر 20: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ جمہور امام کے پیچھے وجوب فاتحہ کے قائل نہیں (توضیح الکلام ص ۱۰۰ ج ۱) مخبوط الحواس کبھی ایک بات پر قائم نہیں رہ سکتا تصویر کا دوسرا رخ مولانا موصوف لکھتے ہیں "ثناء نہ امام پر واجب ہے نہ منفرد و مقتدی پر برعکس سورۃ فاتحہ کے کہ جمہور کے نزدیک وہ ہر نمازی پر واجب ہے (کمامر) (توضیح الکلام ص ۱۵۲ ج ۲)

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا دام صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

تضاد نمبر 21: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب ایک روایت جوان کیخلاف ہے کے متعلق لکھتے ہیں امام بخاریؒ نے تصریح کی ہے کہ اس کی سند میں قتادہ ہے جس نے ابونضرۃ سے سماع کی صراحت نہیں کی ان کے الفاظ ہیں لم یذکر قتادہ سماعا من ابی نضرۃ فی حذا (جزء القراءۃ ص ۱۴) اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قتادہ مدلس ہے جیسا کہ آئندہ اسکی تفصیل آرہی ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مدلس کا عنعنہ موجب ضعف ہے لہذا اس کی سند کو صحیح کہنا محل نظر ہے (توضیح ص ۱۳۰ ج ۱) (۲) مولانا موصوف حضرت سعیدؒ بن المسیب کے اثر کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں اور اولاً یہ روایت صحیح نہیں اس میں قتادہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہے۔ قتادہؒ کی تدلیس پر سیر حاصل بحث آئندہ انشاء اللہ باب ثانی میں آئے گی۔ (توضیح ص ۲۸ ج ۲) قارئین کرام آپ یقین کریں کہ جب قتادہ مولانا ارشاد الحق اثری کے موافق روایت میں آئے گا تو اس کی حدیث پر فوراً صحیح ہو جائے گی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

حضرت سعید بن المسیب کا ایک اثر پیش کر کے لکھتے ہیں البتہ قتادہ مدلس ہے اور روایت معنعن ہے مگر مولانا صفدر کے ہاں تو اس کی تدلیس مضر ہی نہیں) (احسن الکلام ص ۳۲۷ ج ۱) لہذا انہیں اس کے انکار سے اجتناب کرنا چاہئے (توضیح ص ۵۵۵ ج ۱) مولانا صفدر صاحب دام مجدھم کی بات آپ اس روایت میں تو نہیں مانتے جو آپ کے خلاف ہو جب موافق ہو تو صفدر صاحب کی بات مانتے ہو تمہیں شرم وحیاء کرنا چاہئے اور پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔ بے حیا باش وہر آنچہ خواہی کن تضاد نمبر ۱۶ اور جھوٹ نمبر ۱۶ کو دوبارہ دیکھ لیں ان کا اس تضاد کے ساتھ تعلق ہے۔

تضاد نمبر 22: محمد بن عثمٰن بن ابی شیبہ کی توثیق نقل کرنے کے بعد مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "اور اس پر امام احمدؒ وغیرہ سے جو جرح منقول ہے وہ بواسطہ ابن عقدہ سے ہے

مگر ان سے جرح وتعدیل کی منقولہ روایات پر محدثین نے اعتماد نہیں کیا (تذکرہ ص ۴۰ ج ۳ بغدادی ص ۲۲۷ ج ۲) (توضیح ص ۶۳۲ ج ۲) الجواب: مولانا اثری صاحب کے ہاں یہ ضابطہ صرف اس حد تک ہے جبکہ ابن عقدہ (شیعہ) کے واسطہ سے جرح وتعدیل مولانا موصوف کے حق میں نہ ہو لیکن وہ جرح وتعدیل اگر مولانا موصوف کے حق میں ہو تو فوراً ابن عدہ (شیعہ) کے واسطہ وہ جرح وتعدیل قابل اعتماد ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

تصویر کا دوسرا رخ:

امام ابوحنیفہؒ پر جرح کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں امام ابن عدیؒ نے یہی قول احمد بن محمد بن سعید ثنا محمد بن عبداللہ بن سلیمان ثنا سلمۃ بن شبیب ثنا المقری کے واسطہ سے بھی بیان کیا ہے اور یہ سند بھی حسن ہے۔ سلمہ بن شبیب النیسابوری ثقہ ہے۔ تھذیب ص ۱۴۶ ج ۴ وغیرہ کامل میں سلمہ کی بجائے مسلمۃ غلط ہے اور تصحیف ہے محمد بن عبداللہ بن سلیمن کوفہ کے مشہور ثقہ محدث ہیں (السیر ص ۴۱ ج ۱۴ وغیرہ) احمد بن محمد بن سعید ابن عقدہ ہیں جو مشہور حافظ الحدیث ہیں مگر بعض نے ان پر کلام کیا ہے اور بعض نے ثقہ (السیر ص ۳۴۰ ج ۱۵ تاریخ بغداد ص ۱۴ ج ۵ لسان ص ۲۶۳ ج ۱ وغیرہ (اسباب اختلاف الفقہاء از اثری ص ۶۱) مولانا اثری نے کئی خیانات کا ارتکاب کیا ہے یہ نہیں بتایا کہ ابن عقدہ شیعہ ہیں بلکہ بعض نے رافضی بھی کہا ہے اور صحابہ کرامؓ کے مثالب (عیوب) لکھا کرتا تھا (۲) کامل ابن عدی میں راوی مسلمۃ بن شبیب ایک مجہول راوی تھا۔ اس کو اثری صاحب نے تحریف کرتے ہوئے کامل ابن عدی کا متن بدل ڈالا ہے اور ابوحنیفہ دشمنی میں اس تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور اس کو سلمۃ بن شبیب بنا دیا ہے۔

نوٹ: محمد بن عثمن پر جرح امام احمدؒ سے منقول نہیں بلکہ عبداللہ بن احمد سے ہے اثری نے عبداللہ کے بجائے امام احمدؒ بنا دیا ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

ابن عقدہ کا تعارف

مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں "ابن عقدہ کا شمار بلاشبہ کوفہ کے حفاظ میں ہوتا ہے مگر اس کو بعض نے ثقہ اور بعض نے ضعیف کہا ہے چنانچہ امام ابن عدی نے اس کی توثیق کی ہے امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متہم بالوضع نہیں اکثر مناکیر بیان کرتا ہے۔ ابو بکر بن ابی غالبؒ کہتے ہیں کہ وہ کوفہ کے شیوخ کو کذب پر آمادہ کرتا تھا ان کیلئے کتابیں تیار کرتا تھا اور انہیں کہتا کہ اسے روایت کرو پھر وہ ان کتابوں کو ان کے واسطہ سے بیان کرتا تھا ابو ذر الھروی فرماتے ہیں، کہ ابن عقدہ بہت برا انسان تھا۔ ابو جعفر الحضرمیؒ ابن عقدہ کے کذاب ہونے پر ایک مستقل کتاب لکھنا چاہتے تھے مگر جلد وفات پا گئے اور یہ رسالہ نہ لکھ سکے۔ ائمہ ناقدین اس پر متفق ہیں کہ وہ رافضی تھا۔ ابو عمر بن حیوۃ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے مثالب بیان کرتا جس کی وجہ سے میں نے اس کی احادیث ترک کر دی ہیں۔ ابو بکر باغندیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ابن عقدہ کا خط آیا کہ کوفہ میں ایک شیخ ہے جس کے پاس کوفی شیوخ کی روایات پر مشتمل کتابیں ہیں چنانچہ ہم اس شیخ کے پاس گئے اور ان سے ان کی کتابیں طلب کیں تو اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں ابن عقدہ یہ نسخہ لے کر آیا تھا اور مجھے کہا تھا کہ اس کو روایت کرو جس سے تمہاری شہرت ہوگی اور اہل بغداد تم سے علم حاصل کرنے آئیں گے۔ ابن مکرم فرماتے ہیں ہم ابن عثمٰن بن سعید کے پاس تھے اور ہمارے سامنے بہت سی کتابیں تھیں ابن عقدہ نے اپنی شلوار کا ازار بند کھولا اور اس میں شیخ ابن عثمٰن اور ہماری بے خبری میں پوشیدہ طور پر کتابیں ڈال لیں۔ جب ہم شیخ کے مکان سے باہر نکلے تو میں نے ابن عقدہ سے کہا تم یہ بوجھ کیسا اٹھائے ہوئے ہو تو اس نے کہا تم مجھے اپنی نیکی سے دور ہی رہنے دو (لسان المیزان ص ۲۶۳ ج ۱، ۲۶۶) کامل ابن عدی ص ۲۰۸ ج ۱ تاریخ بغداد ص ۱۴ ج ۵ میزان ص ۱۳۶ ج ۱، ۱۳۷) لیجئے یہ ہیں ابن عقدہ، اب اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کر سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی روایات

کس درجہ و مرتبہ کی ہوں گی۔ (احادیث ھدایہ ص ۸۵ تا ص ۸۶ از اثری صاحب)۔ محترم اثری صاحب ہم آپ کے بارے میں بھی فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ آیا ان کے نزدیک آپ زیادہ کذاب ہیں یا ابن عقدہ زیادہ کذاب ہے۔

وہ آگے آگے وصل کا اقرار ساتھ ساتھ   میں پیچھے پیچھے سر پہ ہوں بستر لئے ہوئے۔

تضاد نمبر 23: مولانا ارشاد الحق صاحب عمن سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی روایت کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "امام ترمذیؒ کا انداز بھی اسی پر شاہد ہے جبکہ کتاب الجہاد باب ماجاء فی الشعار میں ایک حدیث بواسطہ سفیان عن ابی اسحٰق عن المھلب عمن سمع ابی صلی اللہ علہ وسلم نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے متصل بعد فرماتے ہیں وروی عنہ عن لمھلب بن ابی صفرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا (ترمذی مع التحفہ ص ۲۵ ج ۳) ظاہر ہے کہ دوسری سند کو مرسل کہنا اور پہلی پر سکوت کرنا اس کے متصل ہونے کی دلیل ہے (توضیح الکلام ص ۴۲۰ ج ۱) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کو جب اپنا مطلب نکالنا مقصود ہوتو وہ اپنے تمام اصولوں کو طاق نسیان میں رکھ دیتے ہیں اور دروغ راحافظہ نباشد کا مصداق بن جاتے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

تصویر کا دوسرا رخ:

ترمذی کی سند میں ابو اسحٰق سبیعی ہیں اور مولانا ارشاد الحق صاحب انکو مدلس ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے ہیں دیکھئے توضیح ج (۲/ ۴۵۳ تا ۴۷۶)

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں لہذا اگر حافظ ابن حجر وغیرہ نے اس (ابو اسحٰق) کی سند کو حسن کہا ہے تو اس سے ابو اسحٰق کی تدلیس مرتفع نہیں ہوسکتی تو امام ترمذیؒ کے صرف سکوت سے ابو اسحٰق کی روایت کیسے متصل ہوئی آپ نے توضیح الکلام میں اسی قسم کے حربے استعمال کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن لکل فرعون موسیٰ بھی تو موجود ہوتے ہیں۔

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

تضاد نمبر 24: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ الغرض مؤمل ؒ کو امام بخاریؒ نے قطعاً منکر الحدیث نہیں کہا اگر وہ اسی درجہ اور مرتبہ کا روای ہے جیسے فریق ثانی باور کرانا چاہتا ہے تو امام حاکمؒ علامہ ذھبیؒ اس کی حدیث کو صحیح نہ فرماتے۔ امام ابن حبانؒ ابن خزیمہؒ اور ابو عوانہؒ اپنی الصحیح میں اس سے روایت نہ لیتے (توضیح الکلام ص ۱۰۹ ج ۲)

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا موصوف لکھتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ ابوعوانہؒ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں محض خوش فہمی پر مبنی ہے۔۔۔۔ یا جیسے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان ان کی بھی تمام تر روایات صحیح نہیں باوجود کہ ان کا تتبع وتحری امام ابوعوانہؒ سے بدر جہا فائق ہے۔ (توضیح ص ۲۶۴ ج ۲) (۲) ابوعوانہ میں تو متروک اور کذاب راوی بھی موجود ہیں (توضیح ص ۲۶۵ ج ۲) (۳) ابن حبانؒ اور ابن خزیمہ نے گو اس (یحیٰ بن حمید) سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے مگر مجہول کو ثقہ شمار کرنے میں ان کا تساہل معروف ہے (توضیح ص ۴۴۹ ج ۲) (۴) حافظ ذھبیؒ سے بھی امام حاکمؒ کی موافقت میں تساہل ہوا ہے حافظ ذھبیؒ بھی تو انسان ہی تھے تلخیص المستدرک میں امام حاکمؒ کی موافقت میں ان سے متعدد فروگذاشتیں ہوئی ہیں (توضیح الکلام ص ۶۲ ج ۲) (۵) حدیث کی صحت کا مدار رواۃ پر ہوتا ہے اگر کوئی راوی ضعیف ہے تو کوئی اسے صحیح کہتا ہے کہتا رہے اس سے روایت صحیح نہیں ہو جاتی۔ بے خطا ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور بس (توضیح ص ۶۳ ج ۲)

راہ سیدھی چل کہ اک عالم تجھے سیدھا کہے
کجروی بہتر نہیں اے شوخ یہ رفتار چھوڑ

تضاد نمبر 25: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "ڈیروی صاحب کی اصول حدیث سے بے خبری جناب ڈیروی صاحب مصنف ابن ابی شیبہ کی زیر بحث روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اس میں عن رجل یعنی مجہول شخص کا واسطہ ہے اور مجہول کی حدیث ضعیف ہوتی ہے (ہدایہ علماء کی عدالت میں ص ۱۵۹) حالانکہ جب سند میں کسی کا نام نہ لیا گیا ہو۔ عن رجل کہہ کر روایت بیان کی گئی ہو تو اس راوی کو مبہم کہا جاتا ہے۔ مجہول نہیں ---- لہذا ایسے راویوں کو مجہول نہیں مبہم کہنا چاہیے کیونکہ ہر مبہم راوی مجہول نہیں ہوتا (امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۱۱۸) (۲) لم یسم کے معنی۔ مولانا صفدر صاحب ایک حدیث پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علامہ ھیثمی" لکھتے ہیں فیہ رجل لم یسم کہ اس میں مجہول راوی ہیں (احسن ص ۱۰۰ ج ۲) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔ علامہ ھیثمی لکھتے ہیں فیہ رجل لم یسم اس میں مجہول راوی ہیں (احسن ص ۶۱ ج ۲) حالانکہ جب سند میں کسی کا نام نہ لیا گیا ہو عن رجل کہہ کر روایت بیان کی گئی ہو تو اس راوی کو مبہم کہا جاتا ہے۔

اس طرح عن ابن فلان یا عن عم فلان" کے الفاظ سے راوی بیان کرے تو اس کو مبہم راوی کہتے ہیں۔ مجہول نہیں ---- ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ایسا راوی اگر معلوم نہ ہو تو وہ مجہول ہوتا ہے مگر یہ انواع واقسام علوم حدیث کی ایک مستقل نوع اور قسم ہے اسی لئے لم یسم کا ترجمہ مجہول کرنا نہ لغۃً صحیح ہے نہ ہی اصول حدیث کے مطابق ہے (مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۴۴ تا ص ۴۵ از اثری صاحب) الجواب یہ اعتراض اثری صاحب نے اپنی جہالت اور کم عقلی کی بناء پر کیا ہے اس لئے کہ مبہم مجہول کی قسم ہے۔ تو اس پر مجہول کا اطلاق درست رہے گا ہاں مبہم اگر مجہول کا قسیم ہے تو اس پر اطلاق مجہول کا درست نہ ہوتا۔ ہم قارئین کی خدمت میں چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھ کر خود فیصلہ کر سکیں (۱) ابو داؤد شریف میں ہے الاعمش قال ثنا اصحاب لنا عن عروۃ المزنی (باب الوضوء من القبلۃ) اس کی شرح کرتے ہوئے مولانا شمس الحق" صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں (اصحاب لنا) وھولاء رجال مجہولون (الی) وھو ضعیف عن الاعمش عن رجال مجھولین (عون المعبود ص ۷۰ ج ۱) (۲) ابو داؤد شریف میں ہے عن رجل من بنی زریق عن ابی قتادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (باب ما جاء فی

الصلوۃ عند دخول المسجد) اس کی شرح میں مولانا عظیم آبادیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں "عن رجل من بنی زریق) قال المنذری رجل من بنی زریق مجہول (عون المعبود ص ۱۷۶ ج ۱) (۳) عن الزہری ثنا رجل من مزینۃ (ابوداؤد باب ماجاء فی المشرک یدخل المسجد) قال المنذری والحدیث اخرجہ المؤلف فی الحدود والقضایا اتم من ھذا ورجل من مزینۃ مجہول (عون المعبود ص ۱۸۲ ج ۱) (۴) محمد بن ثابت حدثنی رجل من اھل الشام (ابوداؤد باب مایقول اذا سمع الاقامۃ) قال المنذری فی اسنادہ رجل مجہول (عون المعبود ص ۲۰۸ ج ۱) (۵) اعید علی الرجل الاعرابی (ابوداؤد باب مقدار الرکوع والسجود) والحدیث ضعیف لان فیہ مجہولاً (الی) قال فی فتح الودود ھذا الاعرابی لا یعرف ففی الاسناد جہالۃ (الی) قالہ الرجل الاعرابی المجہول (عون المعبود ص ۳۳۱ ج ۱) (۶) عطاء الخراسانی عن مولی امرأتہ ام عثمٰن (ابوداؤد باب فضل الجمعۃ) قال المنذری فیہ رجل مجہول (عون المعبود ص ۴۰۷ ج اوتوضیح الکلام ج ۲ ص ۱۹۸) (۷) واخرج الترمذی عن رجل من اھل قباء عن ابیہ (الی) وفیہ رجل مجہول (عون المعبود ص ۴۰۸ ج ا باب من تجب علیہ الجمعۃ) (۸) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں عن ابی نضرۃ عن رجل عن ابن مسعود (الی) دیکھو اس روایت کو ابن مسعودؓ سے جو شخص راوایت کرتا ہے وہ مجہول ہے (تحقیق الکلام ص ۷۳ ج ۲) (۹) بیہقی کتاب القراءۃ ص ۹۹ میں لکھتے ہیں والایشرک الثابت عن ابی ھریرۃ فی الامر القراءۃ فاتحۃ الکتاب وراء الامام بروایۃ رجل مجہول الخ (تحقیق الکلام ص ۱۲۵ ج ۲) (۱۰) ابن ماجہ شریف ص ۱۷۳ باب القضاء بالشاہد والیمین میں ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں عن رجل من اھل مصر عن سُرَّقؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاز شہادۃ الرجل ویمین الطالب۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں وحدیثہ اخرجہ ابن ماجۃ وفی اسنادہ رجل مجہول وھو الراوی عنہ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۸۰ ج ۲) (۱۱) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد حدیث نمبر ۸۷۴ کے تحت ایک روایت نقل کرتے ہیں عن رجل عن قتادۃ عن انس پھر اس کے بعد لکھتے ہیں فالراوی عن قتادۃ ھوالمجہول (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۲۶۶ ج ۲) ھم یہاں محترم مولانا عبدالقدوس صاحب قارن دام مجدھم کا جواب بھی نقل کرتے ہیں جس کا اثری صاحب اپنی کتاب آئینہ انکو دکھایا تو برا مان گئے "میں جواب دینے کی جرات نہ کر سکے اور اپنی

غلطی تسلیم کر کے قارن صاحب کا شکریہ بھی ادا نہ کر سکے۔ قارن صاحب کا جواب ملاحظہ ہو۔

اثری صاحب جیسے محقق پر غیر مقلدین کو خوب ناز کرنا چاہیئے جوان کے مشن کو چار چاند لگا رہے ہیں اثری صاحب کی خانہ ساز لغت اور اصول حدیث کی رو سے رجل لم یسم کا معنی مجہول راوی غلط ہو سکتا ہے۔ مگر صاحب بصیرت حضرات کی مدونہ لغت اور اصول حدیث کی کتب کے یہ ترجمہ عین موافق ہے۔ قارئین کرام حضرات محدثین کرامؒ کے ہاں صحابی کے علاوہ کسی اور راوی کے بارہ میں حالات معلوم نہ ہوں تو ایسے مجہول راوی کی تین اقسام ہیں۔ مجہول العین۔ مجہول الحال اور مبہم یہ تینوں اقسام جہالت غیر الصحابی کی ہیں دیکھئے انجاء السکن ص ۱۵ تیسر مصطلح الحدیث ص ۱۲۰ اور شرح نخبۃ الفکر ص ۸۶ اور یہ بات ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ مقسم کی اقسام میں سے ہر ایک قسم پر مقسم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کلمہ کو اسم، فعل اور حرف میں تقسیم کرتے ہیں تو ان اقسام میں سے ہر ایک کو کلمہ بھی کہہ سکتے ہیں جب مبہم جہالت راوی کی اقسام میں سے ہے تو اسپر مجہول کا اطلاق کرنے میں کیا قباحت ہے۔ مگر اثری صاحب بے چارے اتنی موٹی سی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں علامہ ھیثمیؒ نے فیہ رجل لم یسم فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس راوی کی تعیین نہیں ہو سکی ورنہ وہ اس کا نام لیلتے اور اثری صاحب خود ص ۴۵ پر لکھتے ہیں۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ایسا راوی اگر معلوم نہ ہو تو وہ مجہول ہوتا ہے (بلفظہ) اعتراض کرنے سے قبل اثری صاحب کا یہ فریضہ تھا کہ وہ اس راوی کا معلوم ہونا ثابت کرتے اور اگر وہ راوی معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو ایسے راوی کو اثری صاحب بھی مجہول کہتے ہیں تو اعتراض کس بات پر۔ اثری صاحب نے لکھا کہ اہل علم نے مبہمات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور چند ایک کتابوں کے نام بھی گنوائے مگر اثری صاحب یہ جرات نہ کر سکے کہ ان کتابوں سے اس راوی کا تعیین کر سکیں تا کہ مولانا صفدر صاحب پر اعتراض کیا جا سکے ورنہ جس بات کے وہ خود قائل ہیں اس پر اعتراض چہ معنی دارد، اثری صاحب لکھتے ہیں کہ جس روایت کی سند میں عن رجل کہا گیا ہو راوی کا نام نہ لیا گیا ہو تو اس کو مبہم راوی کہتے ہیں مجہول نہیں (محصلہ) اور پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ تھذیب وتقریب میں باب المبھمات بترتیب من روی عنھم کا عنوان دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم اثری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ صرف عنوان دیکھنے پر

اکتفا نہ کیا کریں عنوان کے تحت بھی دیکھ لیا کریں کہ صاحب مضمون کیا لکھتا ہے ہم اسی تقریب کے حوالہ سے عرض کرتے ہیں کہ صاحب تقریب علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی عن رجل کو مجہول سے تعبیر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں قیس بن وهب عن رجل من بنی سوأة عن عائشة مجهول (تقریب ص ۴۶۲ باب المبہمات اور اس طرح لکھتے ہیں موسیٰ بن عبیدة عن مولی بن سباع عن ابن عمر مجهول (تقریب ص ۴۶۳) مولی بن سباع کا نام متعین نہ ہونے کی وجہ سے مجہول ہے اب دیکھتے ہیں کہ اثری صاحب علامہ ابن حجرؒ پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ نیز اثری صاحب سے عرض ہے کہ اگر رجل لم یسم کا معنی مجہول کرنا غلط ہے اور اصول سے بے خبری ہے تو اس کے مرتکب آپ کے استاد محترم محدث گوندلویؒ بھی ہیں وہ بھی اس کا یہی معنی کرتے ہیں ان کی عبارت ملاحظہ ہو، رواه الطبرانی فی الکبیر وفیہ رجل لم یسم یہ حدیث طبرانی کی ہے اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا یعنی مجہول ہے جس میں مجہول راوی ہو وہ ضعیف ہوتی ہے (خیر الکلام ص ۵۶۱) اثری صاحب دیانت کا مظاہرہ کریں اور محدث گوندلویؒ کو بھی اصول سے بے خبری کی رسی سے باندھیں اور مولانا صفدر صاحب کے ساتھ ان کو بھی جہاں تک گھسیٹ سکتے ہیں گھسیٹتے جائیں اور غیر مقلدانہ حق شاگردی ادا کریں (مجذوبانہ واویلا ص ۷۹ تا ص ۸۱)۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب کی تحریرات سے ثابت کیا جاتا ہے کہ رجل کو مجہول کہا گیا ہے

(۱) حافظ ابن حزمؒ اور علامہ خطابیؒ نے بلاشبہ رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام کیا ہے اور کہا ہے وہ رجل بھی مجہول (توضیح ص ۱۴۱ ج ۱)۔ رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے ہاں قابل قبول ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ رجل مجہول ہے لیکن صحابہؓ سب عدول ہیں۔ اس لیے نام کی جہالت سے کوئی حرج نہیں کہ یہ سب حضرات رجل کو مجہول مانتے ہوئے حدیث کو قابل حجت مانتے ہیں (دیکھئے توضیح ص ۴۱۲ تا ص ۴۲۲ ج ۱) بعض حضرات اس سند کو حجت نہیں مانتے وہ فرماتے ہیں کہ رجل مجہول ہے ہو سکتا ہے کہ وہ صحابی نہ ہو۔ لیکن اثری صاحب ان محدثین حضرات کو اصول حدیث سے بے خبری کا طعنہ نہیں دیا۔

(۲) مولانا اثری صاحب ایک حدیث پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس حدیث کے

تمام راوی ثقہ ہیں البتہ سلیمن تیمی فرماتے ہیں حَدَّثَتْ عن عبداللہ بن ابی قتادہ "جس کی بناء پر علامہ ھیثمیؒ نے مجمع الزوائد ص ۱۱۱ ج ۲ میں کہا ہے کہ فیہ رجل لم یسم کہ اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا (احسن الکلام ص ۱۰۰ ج ۲) اور چونکہ سلیمانؒ نے اس کا نام نہیں لیا اس لئے یہ مجہول ہے اور محدثین کے ہاں ایسے راوی کی روایت مقبول نہیں ہوتی لیکن ہم یہاں مجہول کی روایت کو بطور شواہد پیش کر رہے ہیں (الی) خیر القرون کے مجہول اور مبہم راوی اور حنفی اصول: جبکہ ان کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ قرون ثلثہ کا مجہول راوی مقبول ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور مبہم مجہول جیسا کہ یہاں ہے اس کے متعلق بھی مولانا ظفر احمدؒ تھانوی لکھتے ہیں (یعنی غیر صحابی کا مجہول ہونا دو قسم پر ہے (۱) یا تو وہ مبہم ہوگا (عن رجل یا حدثت وغیرہ) یا غیر مبہم (راوی کا نام تو ہو مگر وہ مجہول ہے) پس مبہم مجہول کی حدیث کی مقبولیت کے متعلق اختلاف ہے الخ انھاء السکن ص ۵۱ (توضیح الکلام ص ۴۵۸ ج ۱) الحمد للہ کہ ہم نے مولانا اثری صاحب کی تحریر سے ثابت کر دیا کہ (۱) کہ رجل لم یسم کا معنی مجہول کرنا صحیح ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں "چونکہ سلیمنؒ نے اس کا نام نہیں لیا اس لئے یہ مجہول ہے (۲) مبہم مجہول کی قسم ہے اس لئے مبہم کو مجہول کہنا درست ہے۔ امام شافعی عن خالد عن ابی قلابہ عن رجل بنی عذرۃ الخ بیہقی ص ۴۷۸ ج ۱۰ طبع بیروت لبنان کے بارے میں فرماتے ہیں عن رجل لم یسم لا یعرف یعنی رجل جس کا نام نہیں لیا گیا وہ مجہول ہے۔

(۳) مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں تیسرا شاہد عبداللہ بن سوادۃ قشیری بواسطہ عن رجل من اھل البادیہ عن ابیہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں (الی ان قال) اس حدیث کی پہلی سند صحیح ہے صرف عبداللہ بن سوادۃ مبہم راوی سے روایت کرتے ہیں لیکن ہم اسے بطور شواہد پیش کر رہے ہیں اور احناف کے اصول کے مطابق تو یہ روایت بھی قابل قبول ہے جبکہ عبداللہ بن سوادۃ تابعی ہے اور ثقہ ہے اور یہ مجہول راوی خیر القرون یعنی قرون ثلثہ ہی سے ہے (توضیح الکلام ص ۴۶۱ ج ۱) الحمد للہ یہاں بھی اثری صاحب نے مبہم راوی کو مجہول کہا ہے۔

(۴) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "بظاہر عن رجل سے تابعی ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ مجہول ہے۔

(الی) اور رجل کے علاوہ عبدالعزیز المکی بھی مجہول ہے ہمیں اس کا ترجمہ یا توثیق نہیں ملی (الی) زائدہ کی اس روایت میں اس کی تعیین ہو جاتی ہے اور رجل مجہول کی بھی تعیین ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد حضرات عبداللہ بن مغفل صحابی رسول ہیں (توضیح الکلام ص ۴۵۰ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب تحریر کرتے ہیں البتہ طحاوی ص ۱۴۹ ج ۱ میں یہ روایت عبداللہ بن شداد عن رجل من اھل البصرة" کی سند سے مروی ہے اور اس میں رجل کے صحابی نہ ہونے کی بھی صراحت ظاہر ہے اور وہ مجہول ہے (حاشیہ توضیح ص ۶۴۴ ج ۲) قارئین کرام ہمارا ایسے شخص سے واسطہ پڑ گیا ہے جو دن کو رات اور رات کو دن کہتا ہے اور دن کو دن کہنے والوں کو اصول حدیث سے بے خبری کا عورتوں کی طرح طعنہ بھی دیتا ہے اس لا علاج مریض کی اس سے زیادہ اور تسلی ہم کیا کرا سکتے ہیں۔ ہم اس جاہل کے اس جملہ پر بھی حیران ہیں۔ کیونکہ ہر مبہم مجہول نہیں ہوتا (امام بخاری ص ۱۱۸) حالانکہ مبہم جبتک مبہم رہے گا وہ ضرور مجہول ہوگا۔ جب مبہم کی تعیین ہو جائے تو وہ مبہم ہی نہیں رہے گا۔ جب مبہم نہیں رہے گا تو وہ مجہول بھی نہیں ہوگا۔ اس طرح اگر مجہول کی بھی تعیین ہو جائے تو وہ مجہول نہیں رہے گا۔

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے   دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

تضاد نمبر 26: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مؤثقون کے معنی حضرت مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں علامہ ھیثمی لکھتے ہیں کہ جالہ مؤثقون اس کے تمام راوی ثقہ ہیں" اس طرح اس کے ایک ہی سطر بعد مسند احمد اور طبرانی کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علامہ ھیثمی لکھتے ہیں کہ ورجالہ مؤثقون طبرانی کے سب راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ص ۲ ج ۱۲ احسن الکلام ص ۳۳۸ ج ۱ حاشیہ) اس طرح مجمع الزوائد ص ۳۰۳ ج ۱ کے حوالہ سے بقیہ رجالہ مؤثقون نقل کر کے اس کا ترجمہ کرتے ہیں باقی راوی ثقہ ہیں (اتمام البرھان ص ۳۸۷) (الی) مقصد صرف یہ ہے کہ رجالہ مؤثقون کا یہ ترجمہ کرنا کہ سب راوی ثقہ ہیں نہ لغۃ

درست ہے نہ ہی علامہ ھیثمیؒ کے اسلوب کے مطابق ہے۔اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے یہ نہیں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس حقیقت کا انکار کوئی بھی عربی ادب کا طالب علم نہیں کرسکتا۔علامہ ھیثمیؒ کے ان الفاظ سے مقصود عموماً فی الجملہ اس روایت کے راویوں کی توثیق کا اظہار ہوتا ہے، سب راویوں کو ثقہ کہنا مقصود نہیں ہوتا۔ہم اس کی وضاحت چند مثالوں سے ضروری سمجھتے ہیں (مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۴۵ تا ص ۴۶)۔

<u>الجواب:</u> مولانا ارشاد الحق صاحب کا ہمارے شیخ مکرم پر یہ اعتراض اس صورۃ میں ہے۔جبکہ وہ روایت مولانا اثری کے موافق نہ ہو اگر وہ روایت مولانا اثری صاحب کے موافق ہو تو وہاں مولانا صفدر صاحب دام مجدھم سے رجالہ موثقون اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔اپنے حق میں نقل کر کے خاموشی اختیار کریں گے اور جرح بالکل نہ کریں گے۔یہی وجہ ہے کہ جن غیر مقلدین حضرات نے علامہ ھیثمیؒ سے رجالہ موثقون نقل کر کے اس کا معنی تمام راوی ثقہ ہیں کیا ہے۔اثری صاحب نے ان کے خلاف کوئی جرح نہیں کی کیونکہ وہ ان کے اپنے تھے اور روایت اثری صاحب کے حق میں تھی اثری صاحب کو مولانا صفدر سے دشمنی ہے انہوں نے اپنوں کے خلاف کلمہ حق نہ کہا ہے اور نہ اس کی ان کو ضرورت ہے۔

(۱) مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد حضرت عبادہؓ سے طبرانی کبیر کے حوالہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اور وقال الھیثمیؒ فی مجمع الزوائد رجالہ موثقون کا ترجمہ مبارکپوری صاحب کرتے ہیں اور کہا ھیثمیؒ نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں (تحقیق الکلام ص ۹۹ ج ۱ تا ص ۱۰۰)۔

علامہ ھیثمیؒ نے اس حدیث کو مجمع الزوائد میں ذکر کر کے لکھا ہے رجالہ موثقون یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں (تحقیق الکلام ص ۱۹۰ ج ۲) مولانا محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد

مسلم نے عجیب کرتب کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت عبادۃ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے پس چاہیے کہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرے اس حدیث کے متعلق مجمع الزوائد میں رجالہ ثقات یعنی اس کے سب راوی ثقہ ہیں (صلوۃ الرسول ص ۲۰۴) رجالہ مؤثقون کے بجائے رجالہ ثقات نقل کر دیا ہے۔

(۲) ھشامؓ بن عامر کا اثر نقل کرتے ہوئے وقال الھیثمی رجالہ مؤثقون کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہا ھیثمی نیکہ سب راوی اس کے ثقہ ہیں (تحقیق الکلام ص ۱۰۷ ج ۱)۔

(۳) اور کہا ھیثمیؒ نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں (فتاوی ستاریہ ص ۱۶۷ ج ۱۳ از مولانا عبدالقادر حصاروی) یہ حدیث عبادۃؓ کے تحت منقول ہے (۴) وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد رجالہ مؤثقون اور کہا ھیثمی نے کل راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں (سورۃ فاتحہ ص ۸ ناشر مولانا سلیمن بن مولانا محمد جوناگڑھی مکتبہ محمدیہ۔ ۱۱۔ ای ۶۳۰،۳ اورنگی ٹاؤن کراچی نمبر ۴۱) یہ بھی حدیث عبادۃ کے تحت لکھا ہے۔(۵) مولانا محمد اشرف سلیم اسی حدیث کے تحت تحریر کرتے ہیں (علامہ ھیثمی فرماتے ہیں کہ کل راوی اس حدیث کے ثقہ اور پکے ہیں (فرضیت فاتحہ ص ۱۲) اب اثری صاحب کا حق تھا کہ وہ ان غیر مقلدین کے خلاف آواز اٹھاتے کہ حضرت عبادۃؓ کی روایت جو طبرانی کبیر میں ہے جس کے بارےمیں علامہ ھیثمیؒ رجالہ مؤثقون کہتے ہیں اس کے رجال ثقہ نہیں ہیں اور یہ روایت ضعیف ہے اس طرح حضرت ھشامؓ بن عامر کا اثر بھی جس کے بارے میں علامہ ھیثمیؒ رجالہ مؤثقون فرماتے ہیں یہ اثر بھی ضعیف ہے اور اسکے راوی ثقہ نہیں مگر یہ کلمہ حق اثری صاحب کی زبان سے ادا نہ ہوسکا۔ کیونکہ یہ ان کے مذہب پر زد پڑتی تھی۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ہشامؓ بن عامر نے قراءۃ کی ان سے پوچھا گیا

کہ آپ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں ہم یوں ہی کرتے ہیں (کتاب القراءۃ ص ۱۶۷ معجم الطبرانی الکبیر ص ۱۷۱ ج ۲۲ السنن الکبری ص ۱۷۰ ج ۲) کتاب القراءۃ اور السنن میں گو ابو بکر البر بھاری ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طبرانی کی روایت کے متعلق علامہ ھیثمیؒ نے مجمع الزوائد ص ۱۱۱ ج ۲ میں طبرانی کے حوالہ سے یہی اثر معمولی اختلاف الفاظ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ رجالہ موثقون بلکہ تعجب تو مؤلف احسن الکلام پر ہے کہ انہوں نے خود احسن (ص ۳۴۶ ج ۲) کے حاشیہ میں مجمع الزوائد کے حوالہ سے یہ اثر نقل کیا ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں (طبرانی کی سند یوں ہے حدثنا عمر بن حفص السدوسی ثنا عاصم بن علی ثنا سلیمن بن المغیرۃ عن حمید (ان ھشام بن عامر قرأ) ۔۔۔ اب طبرانی کی سند کے متعلق علامہ ہیثمیؒ کا فیصلہ تو صفدر صاحب کو بھی تسلیم ہے اس سند کی روشنی میں ابو بکرؒ پر اعتراض بالکل فضول ہے۔ توضیح الکلام ص ۵۱۸ ج ۱ تا ۵۱۹) مولانا ارشاد الحق صاحب نے اس اثر کو توضیح الکلام ص ۱۲۳ ج ۱ کے حاشیہ میں صحیح لکھا ہے۔ (۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں دسویں حدیث، حضرت عبادہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب (طبرانی کبیر) علامہ ھیثمیؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں رجالہ موثقون، اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۱۱ ج ۲)۔۔۔ سند حسب ذیل ہے حدثنا حویت بن احمد بن حکیم الدمشقی ثنا سلیمن بن عبدالرحمن ثنا ابو خلید عتبۃ بن حماد ثنا سعید بن عبدالعزیز عن مکحول عن عبادۃ بن نسی عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس حدیث کے سب راوی صدوق اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ ھیثمیؒ اور علامہ سیوطیؒ کے قول سے عیاں ہوتا ہے (توضیح الکلام ص ۳۹۲ ج ۱ تا ص ۳۹۳) مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں۔ ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا (ہے) کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث صحیح ہے۔ (توضیح ص ۳۹۴ ج ۱)۔ قارئین کرام سے ہماری عرض یہ ہے کہ ان دو مقامات پر علامہ ھیثمیؒ رجالہ موثقون فرماتے

ہیں اور اب ان دونوں مقامات پر مولانا اثری کے ہاں ھشامؒ بن عامر کا اثر بھی صحیح ہے اور حضرت عبادہؓ کی حدیث بھی صحیح ہے۔ مولانا سرفراز خان دام مجدھم کا یہ قصور تھا کہ انہوں نے رجالہ مؤثقون کا ترجمہ تمام راوی ثقہ ہیں کر دیا تھا۔ جس پر اثری صاحب نے نقد کرتے ہوئے تقریباً پانچ صفحات سیاہ کر دیئے ہیں لیکن رجال کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ مولانا ارشادالحق صاحب نے یہ ضابطہ کئی مقامات پر لکھا ہے ملاحظہ ہو توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ا،ص ۱۷۱ ج ۲، ص ۳۰۳ ج ۲، ص ۲۹۲ ج ۲، ص ۳۴۹ ج ۲، ص ۳۵۳ ج ۲، ص ۴۰۷ ج ۲، ص ۴۰۸ ج ۲، ص ۴۸۵ ج ۲، ص ۶۷۴ ج ۲، ص ۶۸۳ ج ۲ وغیرہ لیکن اثری صاحب تو زیر دست مجرم ہے کہ رجالہ مؤثقون والے اثر اور روایت کو صحیح کہ دیا ہے۔ جو کہ خالص جھوٹ اور تناقض کی بدترین مثال ہے۔

حضرت ہشامؒ کے اثر پر جرح

اس اثر کی سند میں عاصم بن علی ہے جو متکلم فیہ راوی ہے گر چہ بعض محدثین نے اس کو ثقہ کہا ہے لیکن بعض اس کو ضعیف اور خطاء کار ٹھہراتے ہیں امام یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کان ضعیفاً وقال فی روایۃ لیس بثقۃ، وفی روایۃ بثقۃ وفی روایۃ واھیۃ کذاب ابن کذاب (تھذیب ص ۵۰ ج ۵) کہ یہ راوی ضعیف تھا اور ایک روایت میں ہے کہ لیس بشئ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ثقہ نہیں ہے اور ایک ضعیف روایت میں ہے۔ کہ یہ راوی کذاب ابن کذاب ہے اور محدث حسین بن فھم فرماتے ہیں کہ تین گھر امام یحیٰؒ بن معین کے ہاں شریر قوم میں سے ہیں اور سخت ضعیف ہیں ان میں سے عاصم بن علی اور اس کی اولاد ہے (تھذیب ایضاً) امام نسائیؒ بھی اس کو ضعیف کہتے ہیں (تھذیب ص ۵۱ ج ۵) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں صدوق ربما وھم (تقریب التھذیب) مولانا مبارکپوریؒ کا بھی فیصلہ یہی ہے (تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۹ ج ۳) کہ یہ روای سچا ہے لیکن بسا اوقات اس کو وھم ہو جاتا ہے۔ (۲) ھشامؒ بن عامر سے روایت

کرنے والا حمید بن ہلال ہے۔ جس کا حضرت ھشامؓ سے سماع ثابت نہیں اس لئے یہ اثر منقطع ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وذکر ابو حاتم ان روایہ حمید بن ھلال عنہ ایضاً مرسلۃ (تھذیب ص ۳۴۲ ج ۱۱) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن ہلال کی روایت ھشامؓ بن عامر سے مرسل ہے یعنی منقطع ہے اس طرح ابن حجرؒ لکھتے ہیں وقال ابو حاتم لم یلق ھشام بن عامر (تھذیب ص ۵۲ ج ۳) اور امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن ہلال کی ھشامؓ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ چار شخص ایسے ہیں جو ہر کسی سے سُنی سنائی ہوئی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ بات کرنے والوں نے کس سے سُنا ہے ان چار میں سے حسن بصریؒ ابو العالیہؒ اور حمید بن ہلال ہیں (تھذیب ص ۵۲ ج ۳) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام ابو حاتمؒ نے گو یہ کہا ہے کہ حمید بن ہلال نے حضرت ھشامؓ سے نہیں سُنا مگر انہوں نے صراحت کی ہے کہ حمید کی حضرت ھشامؓ سے ملاقات نہیں۔ بلکہ ان کی روایات بواسطہ ابو قتادہؓ عدوی اور بعض نے کہا ہے بواسطہ ابو الدھماءؒ ہیں (کتاب المرسیل لا بن ابی حاتم ص ۳۷) لہذا جب حقیقت واقعہ یہ ہے تو ارسال کا اعتراض فضول ہے جبکہ ابو قتادہؓ بالا تفاق ثقہ ہیں اور بعض نے تو انہیں صحابی بھی کہا ہے) تھذیب ص ۲۰۵ ج ۱۲) اور ابو الدھماء بھی ثقہ ہیں تھذیب ص ۳۶۸ ج ۸) لیکن اگر اسے مرسل بھی مانا جائے تو یہ فریق ثانی کے اصول کے مطابق درست ہے (توضیح الکلام ص ۵۱۹ ج ۱) محترم اثری صاحب جب حمید بن ہلال نے ھشامؓ کے درمیان کسی واسطہ کا ذکر نہیں کیا تو اسکے منقطع ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے باقی آپ نے جو اس اثر کو صحیح کہا ہے وہ کس بنیاد پر سوا علامہ ھیثمیؒ کے رجالہ موثقون کہنے کے اور تو کوئی بنیاد نظر نہیں آتی۔ سرفراز دشمنی میں تو نے اپنے مذہب کا بھی ستیاناس کر دیا۔

میں شیخ کی سنتا تھا مریدوں سے بزرگی　　　جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

حضرت عبادہؓ کی روایت کی حقیقت

(۱) اس کی سند میں حویت بن احمد الدمشقی شیخ الطبرانی مجہول ہے اس کا ترجمہ معلوم نہیں مولانا ارشاد الحق صاحب ارشاد فرماتے ہیں حویت بن احمد کا ترجمہ تاریخ دمشق میں موجود ہے علامہ ھیثمیؒ نے لکھا ہے کہ امام طبرانیؒ کے شیوخ جن کا ذکر میزان میں نہیں وہ تمام عادل اور ثقہ ہیں (مقدمہ مجمع الزوائد ص ۸ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۳۹۴ ج ۱) لیکن مولانا اثری صاحب کا یہ نقل کرنا قابل قبول نہیں اس لئے کہ تاریخ سے وہ ترجمہ نقل نہیں کر سکے جب تک ترجمہ سامنے نہ آئے۔ حقیقت منکشف نہیں ہو سکتی۔ باقی علامہ ھیثمیؒ پر خود مولانا ارشاد الحق صاحب اعتماد نہیں کرتے اور ان کے کئے اقوال کو انہوں نے غلط ثابت کیا ہے دیکھئے توضیح ص ۴۰۹ ج ۲ تا ص ۴۱۰) (۲) دوسرا راوی اس میں سلیمن بن عبد الرحمٰن ہے جو متکلم فیہ راوی ہے۔ جس پر جرح باب الخیانات میں ذکر کی جائے گی۔ (۳) سعید بن عبد العزیز بھی اس سند میں ایک راوی ہے اس کو آخری عمر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا اور شاگرد قدیم السماع جب تک روایت نہ کرے تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی اصل ضابطہ یہی ہے باقی مولانا اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ البتہ آخری عمر میں اختلاط کا عارضہ ہو گیا تھا امام ابن معینؒ کا بیان ہے کہ اس حالت میں ان پر احادیث قراءۃ کی جاتی تو فرماتے لا اجیزھا لا اجیزھا میں ان کی اجازت نہیں دیتا (تھذیب ص ۶۰ ص ۶۱ ج ۴) جس سے واضح ہو جاتا ہے اختلاط کی حالت میں انہوں نے کسی روایت کی اجازت نہیں دی (توضیح ص ۳۹۳ ج ۱) یہ بات صحیح نہیں اس لئے کہ راوی بعض اپنے شیخ سے روایت کر گزرتے ہیں اگر چہ اجازت نہ ہو مثلاً مولانا اثری صاحب خود مکحول کی ایک من گھڑت روایت نقل کرتے ہیں جو کہ نافع بن محمود سے مروی ہے دیکھئے توضیح ص ۳۵۹ ج ۱) مگر نیچے والی سند بد دیانتی کرتے ہوئے ذکر نہیں کی وہ سند اس طرح ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن حسان ثنا سعید بن عبد العزیز التنوخی قال سمعت مکحولا الخ اب یہاں سعید بن عبد العزیز سے عبد اللہ بن عمرو راوی روایت ذکر کر رہا ہے۔ اس طرح حویت مجہول راوی بھی اس طرح کی سند بیان کر دے تو اس پر

پابندی کس عائد کی ہے۔ مولانا مبارکپوری غیر مقلد نے بھی سعید کی ایک روایت کو یوں رد کیا ہے اور اس سند میں سعید بن عبدالعزیز واقع ہیں جن کی نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اختلط فی آخر عمرہ (حاشیہ تحقیق الکلام ص ۴۳ ج ۱) پس ثابت ہوا کہ اثری صاحب کے بزرگ بھی سعید کی روایت کو قبول نہیں کرتے اس طرح مولانا مبارکپوری نے ایک روایت کو یوں رد کیا ہے وسعید حذا کان قد اختلط فی آخر عمرہ کما صرح بہ الحافظ فی التقریب (ابکار المنن ص ۱۳۴ بحث فاتحہ خلف الامام) (۴) مکحول مدلس ہے اور روایت عن سے مروی ہے اور مدلس کا عنعنہ قابل قبول نہیں ہوتا (۵) اس کی سند میں عبادۃ بن نسی عن عبادۃ بن الصیامت ہے اور عبادۃ بن نسی کی ملاقات حضرت عبادۃؓ بن الصامت سے ثابت نہیں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں قال عمرو بن علی وغیر واحد مات سنۃ ثمانی عشرۃ ومائۃ قلت وقال ابن حبان فی الثقات مات وھو شاب (تھذیب التھذیب ص ۱۱۴ ج ۵) کہ عمروؒ بن علی اور دوسرے محدثین نے کہا کہ عبادۃ بن نسی کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ میں ابن حجرؒ کہتا ہوں کہ ابن حبانؒ نے ثقات میں کہا ہے کہ عبادہؒ جوانی کی حالت میں وفات پاگئے ہیں۔ اور حضرت عبادہؒ کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ کل عمر ۷۲ سال ہے (تھذیب ص ۱۱۲ ج ۵) اس لحاظ سے حضرت عبادۃؓ بن الصامت کی وفات اور عبادۃ بن نسی کی وفات کے درمیان ۸۴ سال کا طویل فاصلہ ہے۔ فلھذا یہ روایت ضعیف ومنقطع ہے فلھذا اثری صاحب کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا خالص جھوٹ ہے (نوٹ) مولانا عبدالقدوس صاحب قارن لکھتے ہیں اثری صاحب دسویں حدیث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں رجالہ موثقون اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے (توضیح الکلام ص ۳۹۲ ج ۱) اور آگے اسی بحث سے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کے سب راوی ثقہ اور صدوق ہیں جیسا کہ علامہ ھیثمیؒ اور علامہ سیوطیؒ کے قول سے عیاں ہوتا ہے (توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱) اس طرح اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۵۱۹ ج ۱ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدھم کے بیان کردہ ترجمہ سب راوی ثقہ ہیں کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے اثری صاحب یہاں آپ کو علامہ ھیثمیؒ کے الفاظ رجالہ موثقون سے سب راوی

صدوق اور ثقہ کیسے عیاں ہو گئے (مجذوبانہ واویلا ص ۸۳) اس کا جواب دیتے ہوئے محترم اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اگر رجالہ موثقون کے معنی یہ ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں تو خود مولانا صفدر صاحب ہماری بیان کردہ مثالوں میں راویوں کو ضعیف قرار کیوں دیتے ہیں اور وہ ان راویوں کو ثقہ کیوں تسلیم نہیں کرتے ، البتہ فرزند عزیز نے تیس مار خان بننے کے لئے یہ واویلا مچایا کہ توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱ میں رجالہ موثقون کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی صدوق اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ ھیثمی اور علامہ سیوطی کے قول سے عیاں ہوتا ہے ۔ مگر عجلت میں انہوں نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ ہم نے علامہ ھیثمی کے رجالہ موثقون ، کہنے پر ہی یہ حکم نہیں لگایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کو، حسن قرار دیا ہے کیا حسن حدیث کے راوی ثقہ اور صدوق نہیں ہوتے (آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے ص ۱۵۵ از اثری صاحب) الجواب: محترم اثری صاحب آپ نے جواب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ علامہ ھیثمی کے رجالہ موثقون کے ساتھ ساتھ علامہ سیوطیؒ کے حدیث کو حسن کہنے کی وجہ سے اس حدیث کے راویوں کو ثقہ اور صدوق کہا ہے ۔ حالانکہ علامہ ھیثمیؒ کے رجالہ موثقون کہنے سے راویوں کو ثقہ کہنا درست نہیں تو صرف بنیاد سیوطیؒ کے قول کو بنایا جاتا جو آپ سے نہ ہو سکا اور آپ اپنی عادۃ معروفہ کے مطابق تضاد کا شکار ہو گئے ۔ کیونکہ علامہ ھیثمیؒ اور علامہ سیوطیؒ کے اقوال آپس میں متضاد ہیں ۔ علامہ ھیثمیؒ کے قول رجالہ موثقون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ نہیں جبکہ بقول آپ کے حسن حدیث کے راوی ثقہ اور صدوق ہوتے ہیں تو علامہ سیوطیؒ کا اس حدیث کو حسن کہنا علامہ ھیثمیؒ کی تردید ہے اور علامہ ھیثمیؒ کا اس حدیث کے رجالہ موثقون کہنا سیوطیؒ کے حسن کہنے کی تردید ہے تو دو متضاد قول سے کیسے عیاں ہو گیا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ اور صدوق ہیں جبکہ اثری صاحب توضیح الکلام ص ۳۹۴ ج ۱ میں یہ فیصلہ بھی بڑی بے حیائی سے صادر کرتے ہیں کہ ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث صحیح ہے ۔ آہ ۔ حسن تو سیوطیؒ کے قول سے بیان کیا تھا یہ صحیح کہاں سے عیاں ہو گیا (لاحول ولا قوۃ

الا باللہ العلی العظیم) مولانا ارشاد الحق صاحب مولانا عبدالقدوس صاحب قارن پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں " مگر شاید وکیل صاحب کو اپنے موکل کے اس قول کا علم ہی نہیں کہ بلا شبہ امام سیوطی متساہل ہیں (تسکین الصدور ص ۲۴۲)۔۔۔ علامہ سیوطیؒ کی تردید تو علامہ المناوی نے فیض القدیر ص ۳۷۲ ج ۵ میں کر دی ہے۔ اس سے صرف نظر کیوں (آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے ص ۱۷۸ از اثری صاحب) الجواب: مولانا اثری صاحب کیا آپ کو اپنا قول علامہ سیوطیؒ کے بارے میں یاد نہیں اگر یاد نہیں تو ملاحظہ کریں۔ ایک حدیث کے بارے میں آپ لکھتے ہیں المصنوع ص ۹۲ میں بھی علامہ علی قاریؒ نے اس کو ذکر کیا ہے۔ مگر علامہ سیوطیؒ کے سکوت کا ذکر نہیں کیا اور اسکے ذکر کا فائدہ بھی کیا جبکہ وہ حاطب اللیل ہیں۔ (احادیث ھدایہ ص ۳۴) مولانا اثری صاحب ایک راوی کے بارے میں جرح ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں فیہ لین وکان حاطب اللیل وہ کمزور اور حاطب اللیل (توضیح ص ۴۶۷ ج ۱) اس کم عقل نے فیہ لین کا معنی کمزور کیا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ محترم اثری صاحب جب آپ کے نزدیک علامہ سیوطیؒ حاطب اللیل ہیں تو ان کا کسی حدیث کو حسن کہنا کیسے قابل اعتماد ہوگا جبکہ دوسری محدثین کرامؒ بھی اس حدیث کو حسن نہیں مانتے بلکہ ضعیف قرار دیتے ہیں۔ علامہ ھیثمیؒ رجالہ موثقون کہ کر اس کے راویوں کو ثقہ شمار نہیں کرتے اور علامہ المناویؒ فیض القدیر ص ۱۷۱ ج ۶ میں علامہ سیوطیؒ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں (رمز لحسنہ وفیہ سعید بن عبدالعزیز قال الذھبی نکرۃ۔ علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کیلئے حسن کا اشارہ لگایا ہے۔ حالانکہ اس کی سند میں سعید بن عبدالعزیز واقع ہے جس کے بارے میں علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث منکر (یعنی ضعیف) ہے۔ مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب دام مجدھم تحریر کرتے ہیں "علامہ البانی مرحوم "الجامع الصغیر کی ضعیف احادیث کے مجموعہ میں فرماتے ہیں۔ ضعیف جدا ص ۱۷۱ ج ۲ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے کیونکہ ذھبیؒ کے بقول جب یہ منکر ہے تو اس کے انتہائی ضعیف ہونے میں کونسا شبہ باقی رہ جاتا ہے (خاتمہ الکلام ص ۵۰۵ تا ص ۵۰۶ آخر میں اثری صاحب کی خدمت میں ایک شعر پیش کرکے

ہم اس تضاد کی بحث یہاں ختم کرتے ہیں۔

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنائے گا ناپائیدار ہو گا

تضاد نمبر 27:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں صفدر صاحب کے نزدیک علامہ ھیثمیؒ کا مقام

مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ اپنے وقت میں اگر علامہ ھیثمی کو صحت وسقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی (احسن ص ۲۳۳ ج ۱) توضیح الکلام ص ۳۹۲ ج ۱)

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "شخصیت پرستی تقلید کی جان ہے" مولانا صفدر صاحب کے یہ الفاظ بھی بڑے تعجب انگیز بلکہ مضحکہ خیز ہیں کہ اپنے وقت میں اگر علامہ ھیثمیؒ کو صحت وسقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی (توضیح ص ۴۰۹ ج ۲)

تسلی دے رہے ہیں دل کے بہلانے کی باتیں ہیں
نگاہیں صاف کہتی ہیں مکر جانے کی باتیں ہیں

تضاد نمبر 28: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں:

اور امام ازھریؒ کی مرسلات بالاتفاق قابل قبول نہیں (توضیح الکلام ص ۳۷۵ ج ۲، ص ۷۱ ج ۲ تا ص ۷۲۔

تصویر کا دوسرا رخ: امام ترمذی لکھتے ہیں:

سمعت محمد بن اسماعیل البخاری یقول هذا حدیث غیر محفوظ والصحیح ماروی شعیب (ترمذی مع التحفه ص ۱۹۰ ج ۱)

میں نے امام محمد بن اسماعیلؒ بخاری سے سنا فرماتے تھے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں اور صحیح وہ ہے جسے شعیب نے بیان کیا ہے۔

یعنی معمرؒ کی روایت صحیح نہیں مگر شعیبؒ کی روایت جو مرسل ہے اور بواسطہ زہری قال حدثت عن محمد بن سوید الثقفی ۔ صحیح ہے ۔ امام مسلمؒ امام ابو حاتمؒ امام ابو زرعہؒ امام دار قطنیؒ نے بھی اس روایت کو مرسل ہی قرار دیتے ہوئے امام بخاریؒ کی تائید کی ہے ۔ (توضیح الکلام ص ۱۲۵ ج ۱) لیجئے جناب زھریؒ کی مرسل اور منقطع روایت صحیح ہے ۔ امام بخاریؒ نے باب حل یعفی عن الذمی اذا سحر ۔ کے تحت زھریؒ کی ایک بلاغ یعنی مرسل روایت کو قبول کیا ہے دیکھئے صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۰ ۔ خلاصہ یہ ہے کہ زھری کی مرسل روایت کے بارے میں اثری صاحب تضاد کا شکار ہے ۔ دروغ گو را حافظہ نباشد ۔

تضاد نمبر 29:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "ابن عجلان مدلس ہے " اور یہ روایت معنعن ہے لہذا یہ کیونکر صحیح ہوسکتی ہے ۔ اور اس سے احتجاج کیونکر صحیح ہے (توضیح ص ۳۳۱ ج ۲) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں ابن عجلان منفرد اور سیئ الحفظ ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہے اور روایت معنعن ہے) توضیح ص ۳۴۰ ج ۱) قارئین کرام اس مقام پر محمد بن عجلان کے طریق سے حضرت ابو ھریرہؓ کی حدیث میں ہے واذا قرأ فانصتوا (نسائی ص ۱۱۲ بحوالہ توضیح ص ۳۲۸ ج ۲) کہ جب امام قراءۃ کرے تو تم مقتدی خاموش ہو جاؤ ۔ اس روایت کو بھی بہت سے محدثین کرامؒ نے صحیح قرار دیا ہے مگر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلد محمد بن عجلان کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں ۔ لیکن آپ حیران ہو جائیں گے جب یہی ابن عجلان ان کے موافق حدیث کی سند میں آئے گا تو اس حدیث کی سند فوراً صحیح بن جائے گی اور وہ روایت قابل احتجاج ہوگی ۔

تصویر کا دوسرا رخ:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کی تائید حضرت معاذؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے

جس میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے عشاء کی نماز لمبی قرامت سے پڑھائی اوران کے مقتدیوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو آپ نے انہیں ڈانٹا اور شکایت کرنے والے سے فرمایا۔

کیف تصنع یا ابن اخی اذا صلیت قال اقرأ بفاتحة الکتاب و اسال اللہ الجنة و اعوذ بہ من النار الخ (السنن الکبری ص ۱۱۷ ج ۳ اسنادہ صحیح ابو داؤد ص ۲۹۲ ج ۱ بعون)۔

اے میرے بھائی کے بیٹے جب تو نماز پڑھتا ہے تو تو کیا کرتا ہے تو اس نے کہا میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور آگ سے پناہ مانگتا ہوں

یہ بات صحابی رسول نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہی آپ نے نہیں فرمایا کہ فاتحہ سے زائد بھی پڑھنا کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔ یہ تقریری حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا جائے تو بھی جائز ہے۔ حدیث ابن عباسؓ کی تائید میں دیگر احادیث بھی ہیں لیکن چونکہ وہ ضعیف اور نا قابل استشہاد ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر ہم مفید نہیں سمجھتے (توضیح الکلام ص ۲۱۷ ج ۱ تا ص ۲۱۸)۔ قارئین کرام حضرت ابن عباسؓ کی تائید میں حضرت معاذؓ کی حدیث مولانا اثری صاحب نے اس لئے پیش کی ہے کیونکہ یہ حدیث اثری صاحب کے ہاں صحیح ہے۔ چنانچہ اثری صاحب نے السنن الکبری ص ۱۱۷ ج ۳ کا حوالہ دیتے ہوئے اسنادہ صحیح کہا ہے حالانکہ السنن الکبری میں اسنادہ صحیح کے الفاظ موجود نہیں لیکن یہ اثری صاحب کا اپنا نظریہ ہے۔ اب آپ حضرات السنن الکبری اور ابوداؤد کی سند ملاحظہ کریں اس میں محمد بن عجلان عن عبید اللہ بن مقسم مذکور ہے اب ابن عجلان کی روایت جو معنعن ہے وہ اثری صاحب کے ہاں صحیح اور قابل قبول ہوگئی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) دوسرا حوالہ: مولانا اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۷۷ اج ۲ میں حضرت ابوسعید الخدریؓ کا جمعہ کے دن خطبہ کے دوران دوگانہ پڑھنے کی روایت جزء القراءۃ ص ۲۰ ترمذی ص ۶۳ ۳ نسائی وغیرہ سے پیش کر کے

لکھتے ہیں لیجئے یہ ہے وہ اصل روایت جس میں دوسرے جمعہ کو پھر دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ الخ۔ اب آپ حضرات ان کتابوں کو اٹھا کر کھولیں تو ان کی سند میں بھی ابن عجلان واقع ہے (ترمذی مع التحفہ ص ۳۶۳ ج ۱ و نسائی ص ۲۰۸ ج ۱) میں محمد بن عجلان عن عیاض ہے روایت معنعن ہے جزء القراءۃ ص ۴۳، ص ۱۰۵) میں ابن عجلان سمع عیاض بن عبداللہ ہے مگر یہ سند منقطع ہے ملاحظہ ہو۔ حدثنا محمود قال حدثنا عبداللہ بن محمد قال ثنا سفین قال حدثنا ابن عجلان ہے۔ عبداللہ بن محمد المسندی سے محمود بن اسحٰق الخزاعی راوی رسالہ جزء القراءۃ کا سماع نہیں ہے کیونکہ المسندیؒ کی وفات ۲۲۹ھ میں ہوئی (تھذیب ص ۹ ج ۶)۔

جبکہ محمود کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی ہے (کتاب الارشاد للخلیلیؒ ص ۹۶۸ ج ۳) درمیان میں ایک سو تین سال کا طویل فاصلہ ہے۔ علاوہ ازیں محمود بن اسحٰق کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی۔ فلھذا مشہور متداول صحاح ستہ کی دو کتابوں میں ابن عجلان کی راوایت معنعن ہے اور اثری صاحب کے نزدیک اصل قابل اعتبار یہی روایت ہے یہ ہے غیر مقلدین کی دیانتداری اور ایمانداری۔

تیسرا حوالہ

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "امام ترمذیؒ حدیث امر بوضع الیدین ونصب القدمین" کو بواسطہ وھیبؒ بن خالد مرفوع نقل کرنے کے بعد حمادؒ بن مسعدہ سے اسے مرسل بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

روی یحی بن سعید القطان وغیر واحد عن محمد بن عجلان عن محمد بن ابراهیم عن عامر بن سعید ان النبی صلی الله علیه وسلم امر بوضع الیدین و نصب القدمین مرسل وهذا اصح من حدیث وهیب وهو الذی اجمع علیه اهل العلم و اختاروه۔ (ترمذی ص ۲۳۲ ج ۱)

کہ یحیٰؒ بن سعید قطان وغیرہ نے اسے محمد بن عجلان عن محمد بن ابراھیم عن عامر کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل ہے اور وھیبؒ کی حدیث سے صحیح ہے اسی پر اہل علم کا اتفاق ہے اور اسی کو وہ پسند کرتے ہیں۔

غور فرمایئے وھیب بن خالد ثقہ اور ثبت ہیں (تقریب ص ۵۴۴) وہ روایت متصل بیان کرتے ہیں۔ مگر امام ترمذیؒ مرسل کو ترجیح دیتے ہیں گویا باتفاق محدثین یہ روایت مرسل ہے (توضیح الکلام ص ۳۵۸ ج ۲) لیجئے جناب اثری صاحب کے ہاں مضبوط قسم کے ثقہ راویوں کی متصل روایت قابل اعتماد نہیں لیکن ابن عجلان کی مرسل جو معنعن بھی ہے وہ صحیح ہے اور محدثین کا اس پر اتفاق بھی ہے۔

اک بچہ حجام پھرتے تھے سبھوں کو مونڈتے آج اس کوچہ میں ان کی بھی حجامت ہو گئی

تضاد نمبر 30: حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ کہ جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے۔ اس حدیث کا مولانا اثری صاحب یوں جواب دیتے ہیں "یہ روایت صحیح نہیں جبکہ اس میں ابوالزبیر محمد بن مسلم تدرس ہے جو گو ثقہ ہے مگر مدلس ہے اور اسکی یہ روایت معنعن ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت صحیح نہیں ہوتی (توضیح ص ۵۵۸ ج ۲) (۲) نیز لکھتے ہیں "ہماری ان گزارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابوالزبیرؒ مدلس ہے اور اس کی یہ روایت معنعن ہے لہذا اسے صحیح یا حسن قرار دے کر استدلال میں پیش کرنا صحیح نہیں (توضیح ص ۵۶۶ ج ۲) (۳) خلاصہ یہ کہ ابوالزبیرؒ مدلس ہے۔ ہم اس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہے (توضیح ص ۵۸۸ ج ۲)۔ تصویر کا دوسرا رخ۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام دارقطنی سنن ۴۲۳ ج ۱ میں ایک روایت بایں سند لائے ہیں۔

ثنا معقل بن عبيد الله عن ابي الزبير عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بني عبد مناف الا لا تمنعو احدا صلى عندهذا البيت اية ساعة.

کہ اے بنو عبد مناف کسی کو بیت اللہ کے پاس کسی بھی گھڑی نماز پڑھنے سے نہ روکو۔

لیکن یہ روایت بھی معلول ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

هو حديث معلول لان المحفوظ عن ابي الزبير عن عبدالله بن باباه عن جبير لا عن جابر (التلخيص ص ١٧ ط هند.

کہ یہ حدیث معلول ہے کہ کیونکہ یہ روایت ابوالزبیر عن عبداللہ بن باباہ عن جبیر کے واسطے سے محفوظ ہے جابرؓ کے واسطے سے نہیں۔

قارئین کرام: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری ابوالزبیر عن عبداللہ بن باباہ کے طریق سے مروی شدہ روایت کو محفوظ مان رہے ہیں حالانکہ یہاں بھی ابوالزبیرؒ نے عن سے روایت کیا ہے (۲) مولانا صاحب موصوف علامہ ذھبیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں "اسنادہ صالح (تذکرۃ الحفاظ ص ۸۷۲ ج ۳) توضیح ص ۳۵۶ ج ۱)۔ یہ سند بھی عن ابی الزبیر عن جابرؓ کے طریق سے مروی ہے یہ ایک اور حدیث کے بارے میں مولانا اثری صاحب نے نقل کیا ہے مگر ابوالزبیر کا ذکر کرنا پوشیدہ رکھا ہے۔

تضاد نمبر 31: علاء بن عبدالرحمن کی ایک روایت کا دفاع کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق صاحب

لکھتے ہیں رہا امام ابوداؤد کا یہ قول کہ محدثین نے صیام شعبان کی روایت ان کی منکر روایتوں میں شمار کی ہے۔ تو یہاں منکر سے مراد تفرد ثقہ ہے۔ اصطلاحا شاذ کے مقابلہ میں جو منکر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وہ قطعا مراد نہیں (توضیح ص ۱۲۹ ج ۱)۔ قارئین کرام یہاں اثری صاحب علاء بن عبدالرحمٰن کی منکر (ضعیف) حدیث کے معنی میں تسلیم نہیں کرتے بلکہ منکر سے مراد تفرد راوی کی روایت لے رہے ہیں۔ تصویر کا دوسرا رخ:
ہمارے شیخ مکرم حضرت صفدر صاحب دام مجدھم امام دارقطنیؒ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں "عبدالرحمٰن بن ابراھیم القاصؒ کو پہلے ثقہ لکھتے ہیں پھر اسی صفحہ پر چند سطروں کے بعد ضعیف الحدیث لکھتے ہیں (دارقطنی ص ۲۴۳ ج ۱) احسن الکلام ص ۹۳ ج ۲ اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں "اور عبدالرحمٰنؒ بن ابراھیم کو ثقہ کہنے کے باوجود جو ضعیف کہا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی یہ روایت علاءؒ بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے ہے اور عبدالرحمٰنؒ کی علاءؒ سے یہ روایت منکر ہے جیسا کہ امام احمدؒ اور امام ابوحاتم نے تصریح کی ہے (میزان ص ۹۷ ج ۲ لسان المیزان ص ۴۰۲ ج ۳ (توضیح الکلام ص ۳۷۳ ج ۱) لیجئے جناب کہ عبدالرحمٰن ثقہ ہونے کے بعد امام دارقطنیؒ کے ہاں ضعیف اس لئے ہوگیا ہے کہ اس کی یہ روایت علاءؒ بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے منکر ہے۔ اب یہاں اثری صاحب نے اعلاءؒ کی روایت منکر بمعنی ضعیف خود تسلیم کر لیا ہے۔ سچ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

تضاد نمبر 32:

جناب صفدر صاحب کی بد دیانتی اور واضح تناقض مولانا صفدر صاحب نے یہی اثر احسن الکلام (ص ۳۰۱) میں کتاب القراءۃ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس کا آخری حصہ 'اور بڑے بڑے امام، امام کے پیچھے قراءۃ کیا کرتے تھے "شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں پھر لطف کی بات یہ ہے کہ امام بیہقیؒ نے کتاب القراءۃ میں بعض کی اسی دسیسہ کاری کا تذکرہ بھی فرمایا کہ "اس نے اسی اثر کو نقل کیا مگر وکان رجال ائمۃ یقرأون وراء الامام کو چھوڑ دیا اور یہ انصاف نہیں کہ سلف کے اقوال کو جو موافق ہوں نقل کیا جائے اور جو مخالف ہوں اسے چھوڑ دیا جائے (کتاب القراءۃ ص ۱۳۶) مگر افسوس کہ اس فعل شنیع کا ارتکاب آج شیخ الحدیث مولانا صفدر صاحب بھی کر رہے ہیں (اناللہ وانا الیہ راجعون) توضیح الکلام ص ۷۰۶ ج ۲) الجواب مولانا صفدر نے احسن الکلام ص ۳۰۱ ج ۱ میں قاسمؒ بن محمد فرماتے ہیں کہ کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام جھر اولم یجھر (کتاب القراءۃ ص ۱۳۶) کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کیا کرتے تھے۔ امام جہر سے پڑھتا یا آہستہ (وہ خاموش رہتے تھے)۔ مولانا صفدر صاحب دام مجدھم نے یہ اثر موطا مالک کے اثر کے ضمن میں بطور تائید کے نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی نقل نہیں کی اور اس کا آخری حصہ احسن الکلام ص ۱۴۹ ج ۲ میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند کے راوی اسامہؒ پر جرح نقل کی ہے۔ اس میں کونسی بد دیانتی اور واضح تناقض ہوگیا ہے۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے حضرت قاسم بن محمد کے اثر کا آخری حصہ خود نقل کیا ہے حضرت قاسم بن محمد کا اثر فرماتے ہیں کان رجال ائمۃ یقرأون وراء الامام کہ بڑے بڑے

ائمہ کرام امام کے پیچھے پڑھتے تھے (کتاب القراءۃ ص ۷۰ جزء القراءۃ ص ۵ السنن الکبری ص ۱۶۱ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۵۴۶ ج ۱) اب حضرت اثری صاحب نے اس اثر کا پہلا حصہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے۔ جبکہ السنن الکبری بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲ میں حدیث کا پہلا حصہ بھی یوں مروی ہے عن القاسم بن محمد قال کان ابن عمر لایقرأ خلف الامام جہر اولم یجہر وکان رجال ائمۃ یقرأون وراء الامام۔ قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرتے چاہے امام جہر سے پڑھے یا آہستہ اور بڑے آئمہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ اور اثری صاحب کے نزدیک اس اثر کی سند بھی حسن درجہ سے کم نہیں (توضیح ص ۵۴۶ ج ۱) امام بیہقیؒ نے بھی حدیث کا پہلا حصہ چھوڑ دیا ہے اور آخری حصہ روایت کیا ہے۔ دیکھئے کتاب القراءۃ ص ۸۵ حدیث نمبر ۲۰۸) یہ دسیسہ کاری امام بیہقیؒ نے خود قبول کی ہے اور جزء القراءۃ ص ۱۰ میں بغیر سند کے قاسم بن محمدؒ کا آخری قول نقل کیا ہے اور حدیث کا پہلا حصہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

تضاد نمبر 33: علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ پر محدث مبارک پوری کا تعاقب

علامہ انور شاہ صاحبؒ نے ابن اسحٰق کو رواۃ حسان میں شمار کیا تھا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں حالانکہ محدث مبارکپوریؒ کا تعاقب اس بات پر موقوف ہے کہ جب ابن اسحٰق پر جرح مدفوع ہے تو اسے رواۃ الحسان نہیں بلکہ صحیح کے رواۃ میں شمار کرنا چاہیے تھا۔ (توضیح الکلام ص ۲۸۷ ج ۱)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کے شرطوں کے مطابق نہیں ان میں ایک ابن اسحٰق بھی ہے (بحوالہ مقدمہ شرح مسلم) جواب بلاشبہ ابن اسحٰق الصحیح کی شروط کے مطابق نہیں بلکہ اس کی روایت حسن اور بعض محدثین نے اس کی روایات کو صحیح بھی کہا ہے (توضیح الکلام ص ۲۴۸ ج ۱)۔

تضاد نمبر 34: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "لہذا قرآن مجید میں جو انصات کا حکم ہے وہاں دیگر دلائل کی روشنی میں حقیقی یعنی بالکل خاموشی مراد نہیں بلکہ بلند آواز سے پڑھنے یعنی قراءۃ مشوشہ کی نہی مراد ہے (توضیح الکلام ص ۲۱۵ ج ۲)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں امام بیہقیؒ کی شہادۃ بھی سن لیجئے "اسی لئے بعض صحابہ وتابعین نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ ترک کی ہے نہ کہ سری نمازوں میں بھی حالانکہ وہ اہل زبان تھے (کتاب القراءۃ ص ۷۶) توضیح الکلام ص ۱۹۲ ج ۲)۔

تضاد نمبر 35: پھر شیخ الاسلام (ابن تیمیہؒ) نے معلول کہا ہے تو نافعؒ کی بناء پر نہیں جیسا کہ آئندہ ہم عرض کریں گے لہذا نافعؒ کے سلسلہ میں یہ قول ذکر کرنا فضول ہے (توضیح الکلام ص ۳۶۳ ج ۱)۔

تصویر کا دوسرا رخ

شیخ الاسلامؒ کی عبارت فغلط بعض الشامین "میں بعض شامی راویوں کی ہی نشاندہی کی گئی ہے اور وہ روایت ترمذی، ابوداؤد کی ہے جو بواسطہ مکحول عن محمودؒ و نافعؒ عن عبادہ "مروی ہے (توضیح اکلام ص ۳۸۰ ج ۱)۔

تضاد نمبر 36: مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں یہ کیوں باور کیا جا سکتا ہے کہ امام ابو زرعہؒ نے صحیح مسلم کی ایک ایک حدیث کو دیکھا اور اس کے بارے میں امام مسلم سے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا لہذا اس قول سے امام ابوزرعہ کو اس حدیث (اذا اقرأ فانصتوا) کے مصححین میں شمار کرنا بھی محض ووٹوں کی دنیا میں دھاندلی کا نتیجہ ہے (توضیح اکلام ص ۳۱۰ ج ۲)۔

تصویر کا دوسرا رخ

مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں (حدیث اقرأ بھا فی نفسک) امام ترمذیؒ نے اسے حسن

اور ابوزرعہؒ نے صحیح کہا ہے (توضیح ص ۱۶۴ ج ۱) یہ مسلم کی روایت کی بناء پر ابوزرعہؒ سے تصحیح نقل کر رہا ہے ورنہ اوپر والی روایت بھی صحیح مسلم کی ہے اس کا انکار کیا ہے۔ نیز مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "لیجئے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابوزرعہؒ کے ہاں بھی صحیح مسلم کی روایات درست اور غیر معلول ہیں (بخاری و مسلم کو ڈھسی داستانیں ص ۱۹۱ از ارشاد الحق صاحب اثری)۔

<u>تضاد نمبر 37:</u> مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں عبداللہ بن عمرو کی طرف

گو ابن سعدؒ نے وھم کی نسبت کی ہے ان کے الفاظ ہیں۔ کان ثقۃ کثیر الحدیث و ربما اخطأ ان کے علاوہ تمام محدثین مثل ابن معینؒ نسائیؒ ابو حاتمؒ، ابن نمیرؒ العجلی ابن حبانؒ نے اس کی توثیق کی ہے اور کسی نے بھی اس کی طرف وھم کی نسبت نہیں کی (توضیح الکلام ص ۴۳۰ ج ۱)

<u>تصویر کا دوسرا رخ</u>

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں رہا امام ابو حاتمؒ کا یہ فرمان کہ وھم عبیداللہ کہ عبید اللہ کو اس میں وہم ہے۔ تو ھم عرض کر چکے ہیں کہ عبیداللہ ثقہ ہونے کے باوجود منفرد نہیں تو وھم کی نسبت اس کی طرف کیونکر صحیح ہوئی لہذا امام ابو حاتمؒ کا کلام بے محل ہے (توضیح ص ۴۳۴ ج ۱) امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں لا یصح انسؓ (التاریخ الکبیر ص ۲۰۷ ج ۱ ق ۱) کہ اس میں انسؓ کا ذکر صحیح نہیں ہے۔ امام دارقطنیؒ نے بھی اس کو مرسل قرار دیا ہے۔ دیکھئے کتاب المخادعات دھوکہ نمبر 1 کے تحت۔

باب التحریفات

تحریف نمبر 1:

مکمل آیت یوں ہے الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیمو الصلوۃ وآتو الزکوۃ فلما کتب علیھم القتال اذا فریق منھم یخشون کخشیۃ اللہ (النساء ۷۷) (توضیح ص ۵۲۲ ج ۲ کا حاشیہ)۔ حالانکہ یخشون الناس کخشیۃ اللہ۔ لکھنا بھول گئے مطلب یہ نکلا کہ قرآن مجید میں الناس غلط لکھا ہوا ہے کیونکہ صحیح آیت اور مکمل آیت اثری صاحب نے پیش کی۔

تحریف نمبر 2:

اس آیت سے علمائے احناف نماز میں مطلق قراءۃ کی فرضیت پر بالکل اس طرح استلال کرتے ہیں جیسے وارکعوا واسجدو" الآیۃ سے رکوع وسجدہ (توضیح ص ۱۰۴ ج ۱) وارکعوا سے کوئی آیت موجود نہیں ہے تو اس سے استدلال کیسا۔ وارکعو میں واؤ زائد کردی ہے۔

تحریف نمبر 3:

ہم یہاں واذا قرئ کی مناسبت سے صرف دو مثالیں ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

مالھم لا یومنون اذا قری علیھم القرآن لا یسجدون (الانشقاق ۔۲۱) توضیح ص ۱۲۰ ج ۲ تا ۱۲۱)

انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے جب قرآن پڑھا جاتا ہے وہ سجدہ نہیں کرتے

اس میں اولاً تو فا، کھا گیا ہے۔ اصل میں فمالھم تھا وثانیا لا یئومنون سے ہمزہ کھا گیا ہے۔ وثالثا واذا قرئ سے واؤ کھا گیا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

تحریف نمبر 4:

ان الذین او توا العلم من قبلہ اذا یتلیٰ علیھم یخرون للاذکان سجداً ویقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا د(بنی اسرائیل) توضیح الکلام ص ۲۱۶ ج ۲)۔

اور جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور بول اٹھتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ یقیناً ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو چکا ہے

یخرون للاذقان: کے بجائے یخرون للاذقان ہے اوران کا ترجمہ بے شک کرنا چاہئیے۔

تحریف نمبر 5:

الذین اتیناھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون واذا یتلیٰ علیھم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا مسلمین (قصص) (توضیح الکلام ص ۲۱۷ ج ۲)

ہم نے اس سے پہلے جنہیں کتاب دی ہے وہ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر اور جب ان پر پڑھی جاتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یقیناً یہ کتاب ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے مسلمان تھے۔ انا کنا من قبلہ مسلمین تھا من قبلہ کو کاٹ دیا ہے۔ اور الذین اتیناھم میں ھمزہ پر کھڑی زبر چھوڑ دی ہے

تحریف نمبر 6:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھوالا ذکری للذاکرین نیز فرمایا انا انزلناہ۔ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون (توضیح الکلام ص ۲۰۱ ج ۲) ان ھوالا ذکری للذاکرین۔ یہ قرآن مجید میں اس طرح نہیں ہے۔ دوسری آیت بھی انا انزلناہ سے وارد ہے۔ یعنی ان کے بعد الف ہے۔

حضرت مولانا ارشادالحق صاحب اثری صاحب فرماتے ہیں جواب حضرت شیخ الھند نے ایضاح الادلہ میں اگر ابن اسحٰق کو اکثر محدثین کی آراء کے خلاف متروک اور ضعیف قرار دیا ہے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ان سے ہمیں اس کی توقع تھی کیونکہ یہ بزرگ جب اپنی کتاب میں مذھبی حمیت کی بناء پر ایک خودساختہ آیت لکھ سکتے ہیں تو ابن اسحٰق کو مجروح قرار دینے میں کون سے اچنبے کی بات ہے چنانچہ موصوف تقلید شخصی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ھوافان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول والی اولوالامر منکم اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیھم السلام کے اور کوئی ہیں سو دیکھیئے۔ اس آیت میں صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء وحملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں الخ۔ ایضاح الادلہ ص ۹۳ مطبوعہ دیوبند کتب خانہ رحیمیہ (توضیح ص ۲۵۳ تا ۲۵۴)۔

ہم حنفی حفاظ قرآن اور قارئین قرآن پاک سے پوچھتے ہیں کہ خود بین نگاہوں سے مصحف پاک سے آیت کو ڈھونڈیں تا کہ حضرت شیخ الھندؒ پر اضافہ آیت کا یہ الزام دور ہو سکے (توضیح ص ۲۵۴ ج ۱) ہم غیر مقلد حفاظ قرآن کریم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آیت ان ھو الا ذکری للذاکرین قرآن مجید میں ڈھونڈیں تا کہ ارشاد الحق صاحب اثری پر یہ الزام دور کیا جا سکے کہ انہوں نے ایک آیت قرآن مجید خود بنائی ہے۔

جواب نمبر 2:

حضرت شیخ الھندؒ نے آیت پیش کرنے سے پہلے چار مرتبہ اطاعت کا لفظ لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شیخ الھندؒ یہ آیت پیش کرنا چاہتے تھے یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اے ایمان والو اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے اولی الامر ہوں) مگر کاتب نے آیت کا پہلا حصہ چھوڑ کر نیچے والی آیت جس میں فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ۔ موجود تھا ان الفاظ کو نیچے والی آیت سے اٹھا کر اوپر والی آیت میں لگا دیا جس کی وجہ سے آیت لکھنے میں غلطی واقع ہوگئی ہے۔

جواب نمبر 3:

حضرت شیخ الھندؒ نے اپنی اسی کتاب میں یہ آیت درست لکھی ہے ملاحظہ ہو "قاضی کا بحکم آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم نائب خداوندی ہونا ظاہر اور حقیقت شناسان معانی کے نزدیک ارشاد واجب الانقیاد (ایضاح الادلہ ص ۲۵۶)۔ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد صاحب لکھتے ہیں "کاتب معصوم نہیں ہوتے غلطیاں کرتے ہیں (خیر الکلام ص ۲۷۷) غیر مقلدین بزرگوں کی کتابوں میں بہت سی آیات قرآنیہ غلط لکھی ہیں مگر غیر مقلدین نے ان کو کبھی بھی محرف قرآن اور یہودی نہیں کہا۔ شاید کہ غیر مقلدین کے مذہب میں ان کے بزرگوں کیلئے قرآنی آیات میں تحریف کرنا جائز اور دوسروں کیلئے ناجائز ہو مثال کے طور پر نواب

صدیق حسن خان غیر مقلد کی کتابوں میں سے بغیۃ الرائد فی شرح العقائد کو لے لو۔ اس میں تقریباً دس یا گیارہ آیات غلط لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو بغیۃ الرائد ص ۱۳، ص ۱۹، ص ۴۲، ص ۵۴، ص ۵۹، ص ۶۵، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶، ص ۱۲۶ ناشر ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالا۔ نواب صاحب کی دوسری کتاب نزل الابرار اس میں بھی تقریباً چھ آیات قرآنیہ غلط لکھی ہوتی ہیں۔ مثلاً نزل الابرار ص ۳۳، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰، ص ۱۵۳، ص ۲۲۵، ص ۲۵۱ طبع قسطنطنیہ ترکی۔ نواب صاحب کی تیسری کتاب الروضۃ الندیہ کو لے لیں اس میں بھی کئی آیات غلط لکھی ہوئی موجود ہیں مثلاً دیکھئے ص ۱۳۵، ص ۱۴۵، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶، ص ۲۴۲، ص ۳۰۸ مطبع علوی ھند۔ مگر غیر مقلدین نے اپنے بزرگوں کو کبھی بھی یہودی اور محرف قرآن نہیں کہا۔ باقی رہی جرح محمد بن اسحٰق پر تو وہ علماء کرام کے ہاں حجت نہیں ہیں۔

تحریف نمبر 7:

مگر علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کا ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ فاتحہ ہر ایک کیلئے ضروری ہے ان کے الفاظ ہیں:

الصحیح من هذه الاقوال قول الشافعي و احمد و مالک في القول الآخر ان الفاتحة متعینة فی کل رکعة لکل احد علی العموم"تفسیر قرطبی ص ۱۱۹ ج ۱ توضیح ص ۶۵ ج ۱)

یعنی ان اقوال میں سے صحیح امام شافعیؒ امام احمدؒ اور ایک قول میں امام مالکؒ کا قول ہے کہ فاتحہ ہر رکعت میں ہر ایک کیلئے ضروری ہے۔

الجواب: اصل عبارت ملاحظہ ہو:

التاسعة الصحیح من هذه الاقوال قول الشافعی و احمد و مالک فی القول الآخر و ان الفاتحة متعینة فی کل رکعة لکل احد علی العموم" قرطبی ص ۱۱۹ ج ۱)

نادان مسئلہ صحیح اقوال سے قول شافعیؒ واحمدؒ و مالکؒ آخری قول میں اور سورۃ فاتحہ متعین ہر ایک رکعت میں ہر ایک کیلئے علی العموم۔ واؤ کو وان الفاتحة متعینة سے کاٹ دیا ہے۔

امام قرطبیؒ نے امام شافعیؒ وامام احمدؒ وامام مالک کا یہ قول آخری پیش کیا ہے جو ان کے صریح قول کے معارض ہے۔

الخامسة اختلف العلماء فی وجوب قراء ة الفاتحة فی الصلوة فقال مالک واصحابه هی متعینة الامام والمنفرد فی کل رکعة (تفسیر قرطبی ص ۱۱۷ ج ۱)

پانچواں مسئلہ علماء نے اختلاف کیا ہے وجوب قراءۃ فاتحہ نماز میں پس امام مالکؒ اور اسکے اصحاب کہتے ہیں کہ یہ متعین ہے امام اور منفرد کیلئے ہر رکعت میں۔

پھر لکھتے ہیں:

السابعة ولا ینبغی لاحد ان یدع القراء ة خلف امامه فی صلوة السر فان فعل فقداساء ولا شئ علیه عند مالک واصحابه واما اذا جهر الامام وهی المسئلة الثامنة فلا قراء ة بفاتحة الکتاب ولا غیر ها فی المشهور من مذهب مالک لقول الله تعالیٰ واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا وقول رسول الله صلی الله علیه وسلم مالی انازع القرآن وقوله فی الامام اذا قراء فانصتو وقوله من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة تفسیر قرطبی ص ۱۱۸ ج ۱)

ساتواں مسئلہ: اور مناسب نہیں کسی ایک کیلئے کہ سری نماز میں کہ قراءۃ کو چھوڑ دے امام کے پیچھے اگر ایسا کیا تو یقیناً گناہ گار ہوا اور اس پر کوئی چیز نہیں امام مالکؒ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک اور جہری نمازوں میں اور یہ مسئلہ آٹھواں ہے پس کوئی قراءۃ نہیں نہ فاتحہ الکتاب کی نہ غیر کی امام مالکؒ کے مشہور مذہب میں بقول اللہ تعالیٰ و اذا قری جب قرآن پڑھا جائے پس توجہ سے سنو و خاموش رہو اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا ہو گیا کہ میں قرآن میں جھگڑ رہا ہوں۔

اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام کے بارے میں جب وہ قراءۃ کرے پس تم خاموش رہو اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کا امام ہو تو امام کی قراءۃ اس کی قراءۃ ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ فقہ مالکی کے مسلمہ امام ہیں ان کے کلام کو بلا دلیل رد کرنا بھی بہت بڑی جسارت ہے۔ جناب صفدر صاحب نے حسب عادۃ یہاں بھی بڑی ہوشیاری دکھائی ہے کہ "سری میں گو وہ مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کی اجازت دیتے تھے مگر وہ وجوب

کے قائل نہ تھے۔"ملخصا احسن الکلام میں ص ۳۹ ج ۱) مگر کیا امام مالکؒ جہری میں الحمد پڑھنے کو حرام یا موجب فساد صلوۃ کہتے تھے۔ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو ان کا جہری میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کا فتویٰ علمائے احناف کے موافق کیسے ہو گیا (توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۱) الجواب امام قرطبی کے کلام کو اثری صاحب نے خود رد کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ سری اور جہری کی تمام نمازوں میں مقتدی کیلئے فرضیت فاتحہ کے قائل ہیں باقی ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ مشہور قول کے مطابق وجوب کے قائل نہیں پھر امام ابو حنیفہؒ معروف قول کے مطابق سری اور جہری میں قراءۃ کے قائل نہیں مگر امام مالکؒ سری میں تو پڑھنے کے قائل تھے اور اسے سنت فرماتے اور نہ پڑھنے والے کو گناہ گار فرماتے (امام الکلام ص ۳۲) (توضیح الکلام ص ۹۷ ج ۱) اور امام مالک کے متعلق علامہ ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں:

س: واجاز للمأموم ان یقرأ خلف الامام ام القرآن و سورة اذا اسرّ الامام فی الاولین من الظهر والعصر و بام القرآن وحدها فی کل رکعة یسرّ فیها من کل صلوة واختار له ذالک ولم یرله ان یقرأ فی کل رکعة یجهر فیها الامام (محلیٰ ابن حزم ص ۲۳۸ ج ۳)

اور اجازت دی ہے امام مالکؒ نے مقتدی کو کہ وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھے جب امام پوشیدہ پڑھے پہلی دو رکعتیں ظہر اور عصر سے اور صرف سورۃ فاتحہ پڑھے۔ باقی تمام رکعتوں میں جس میں وہ پوشیدہ پڑھتا ہے اور یہ پسند کیا ہے امام مالک نے مقتدی کیلئے اور نہیں اجازت دی مقتدی کو ہر رکعت میں جس میں امام جہر سے قراءۃ کر رہا ہو کہ کچھ پڑھے۔

پس امام مالک کا یہ فتویٰ احناف کے موافق ہو گیا ہے۔ جہری نمازوں میں کہ مقتدی کو اجازت نہیں کہ وہ امام کے پیچھے کچھ پڑھے اور دوسری حدیث پیش کی ہے۔ فانتھی الناس کہ جہری نمازوں میں لوگ قراءۃ کرنے سے رک گئے۔ اس حدیث کے متعلق امام ابن عبدالبر المالکیؒ فرماتے ہیں:

ففی هذا الحدیث دلیل واضح علی انه لا یجوز للمأموم فیما جهر فیه امامه بالقراءة من الصلوات ان یقرأ معه لا بام القرآن ولا بغیرها لان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یستثن فیه شیأ من القرآن (التمهید لابن عبدالبر ص ۲۷ ج ۱۱)

پس اس حدیث میں دلیل واضح ہے اس بات پر کہ مقتدی کیلئے جہری نمازوں میں جس میں اس کا امام جہر بالقراءۃ کرے نہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ کوئی دوسری سورۃ پڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثنا نہیں کیا۔

باب الخیانات

خیانت نمبر 1 : محدث اثری صاحب لکھتے ہیں العلاء بن حارث بھی صدوق ہے حافظ ذھبیؒ نے من تکلم فیہ وھو موثق میں اسے ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ وہ صدوق ہے (تقریب ص ۴۰۴) توضیح الکلام ص ۳۱۳ ج ۱) حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ کیا صرف صدوق ہے۔ اس میں خیانات کا ارتکاب کیا گیا ہے اصل عبارت یوں تھی۔ صدوق فقیہ لکن رمی بالقدر وقد اختلط۔ خط کشیدہ عبارت حذف کردی گئی ہے۔ فقیہ ہے لیکن تقدیر کا منکر ہے اور بے شک اختلاط کا شکار ہو چکا ہے۔ کیونکہ مختلط الحدیث راوی کی حدیث قبول نہیں ہوتی۔ علامہ البانی غیر مقلد علاء بن الحارث کی ایک حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت و هذا اسناد ضعیف العلاء بن الحارث کان اختلط (سلسلة الاحادیث الضعیفة و الموضوعة ص ۱۵۲ ج ۲)

میں کہتا ہوں کہ یہ سند ضعیف ہے۔ کیونکہ علاء بن الحارث اختلاط کا شکار ہو چکا ہے۔

خیانت نمبر 2: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب العلاء بن الحارث میں کے ترجمہ میں لکھتے ہیں "امام یعقوب بن شیبہ امام عثمنؒ دارمی، امام ابو حاتمؒ اور امام دحیمؒ نے ثقہ کہا ہے

(تھذیب ص ۱۷۷ ج ۸) (توضیح الکلام ص ۳۱۳ ج ۱) ۔ یعقوب بن سفیان ہے اور عثمن دارمی دحیم سے ناقل ہیں خود کوئی توثیق نہیں کی۔

خیانت نمبر 3: مولانا اثری صاحب نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید الخدری کا اثر) فرماتے ہیں۔

لا یرکع احدھم حتی یقرأ بام القرآن ۔تم میں سے کوئی رکوع نہ کرے جب تک ام القرآن نہ پڑھ لے (جزء القراءۃ ص ۱۱۷، ص ۱۹) حضرت ابوسعیدؓ چونکہ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں چنانچہ امام صاحب نے پہلے حضرت ابوسعید کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ ابونضرۃ فرماتے ہیں " کہ میں ان سے قراءۃ خلف الامام کی بابت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا فاتحہ الکتاب پڑھی جائے۔ یہ اثر سنداً بالکل صحیح ہے جیسا کہ باب ثالث میں یہ بحث انشاء اللہ آئے گی ۔اس کے بعد امام بخاریؒ نے مندرجہ بالا اثر نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ رکوع کی رکعت کے قائل نہیں تھے مگر مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں یہ روایت چنداں مفید نہیں۔ (۱) اس میں بعض متکلم فیہ راوی ہیں (۲) یہ بھی موقوف ہے۔ (۳) اس میں مقتدی اور خلف الامام کا کوئی ذکر نہیں۔ جواب۔ لیکن یہ تینوں اعتراض مردود ہیں نمبروار جواب ملاحظہ فرمائیں۔

1) سند کے اعتبار سے اس پر قطعاً کوئی غبار نہیں اگر اس میں ادنیٰ کلام کی گنجائش ہوتی تو یقین جانیئے مولانا صاحب خاموش نہ رہتے ۔اسکی سند یوں ہے۔ حدثنا عبداللہ بن صالح قال حدثنی اللیث قال ثنی جعفر بن ربیعۃ عن عبدالرحمٰن بن ھرمز قال قال ابوسعید الخ (جزء القراءۃ ص ۱۷) وقال ایضاً حدثنا یحیٰ بن بکیر قال ثنا اللیث عن جعفر بن ربیعۃ عن عبدالرحمٰن ان اباسعید الخدری الخ (جزء القراءۃ ص ۱۴) اب لیجئے کتب رجال اور ایک ایک راوی کو دیکھ لیجئے کہ اس میں کس

راوی پر کلام ہے۔ الخ توضیح الکلام ص ۱۴۶ ج ۱ تا ص ۱۴۷) الجواب عبداللہ بن صالح جو اصل تھا اس کو متابع بنا دیا ہے۔ (توضیح ص ۱۴۷ ج ۱) اب اس سند پر اعتراض جو اثری صاحب کے ہاں قطعاً کوئی غبار نہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں اس اثر کی سند میں عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہے۔ جس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غفلۃ (تقریب ص ۱۷۱، ۲) امام نسائی نے اسے لیس بثقۃ کہا ہے اور ابن مدینیؒ فرماتے ہیں:

ضربت علی حدیثہ و ما اروی عنہ — میں نے اسکی احادیث قلمزد کر دی ہیں اور اس سے روایت نہیں کروں گا۔

صالح بن محمد فرماتے ہیں:

یکذب فی الحدیث۔ — کہ وہ حدیث میں جھوٹا ہے۔

امام احمدؒ بن صالح فرماتے ہیں متھم لیس بشیٔ یعنی وہ متھم بالکذب ہے اور کوئی چیز نہیں۔ امام احمد بن نے اسے لیس بشیٔ کہا ہے (تھذیب ص ۲۵۸ ج ۵ میزان ص ۴۴۰ ج ۲) الغرض بعض محدثین نے عبداللہ پر سخت کلام کیا ہے لیکن راجح وہی بات ہے۔ جسے ابن حجرؒ نے تقریب میں اختیار کیا ہے اور ایسے راوی کی روایت بشرطیکہ ثقات کے مخالف نہ ہو۔ حسن درجہ کی ہوتی ہے (توضیح الکلام ص ۵۳ ج ۱ تا ص ۵۴) دوم جزء القراءۃ ص ۳۱ (نمبر ۷۰) وتابعہ۔ یحیٰ بن بکیر تھا یعنی معلقاً تھا اس کو وقال ایضا حدثنی یحیٰ بن بکیر بنا دیا۔ جو عظیم خیانت ہے۔ اس قسم کے الفاظ جزء القراءۃ میں قطعاً موجود نہیں۔

خیانت نمبر 4: سلیمن بن عبدالرحمن الدمشقی کے بارے میں مولانا اثری صاحب لکھتے ہیں "صالح بن محمد اسے لابأس بہ کہتے ہیں ابو حاتمؒ صدوق مستقیم الحدیث اور امام ابو داؤد ثقہ کہتے ہیں (توضیح الکلام ص ۳۹۳ ج ۱) الجواب اثری صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے صالح بن محمد لابأس بہ کہتے ہیں اس کے آخر میں تھا ولکنہ یحدث عن الضعفاء لیکن وہ ضعیف قسم کے راویوں سے روایت کرتا ہے۔ اس کو اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے اور امام ابو حاتمؒ سے صدوق مستقیم الحدیث تو نقل کر دیا لیکن اس کے آخر میں تھا ولکنہ۔ اروی الناس عن

الضعفاء والمجہولین وکان عندی فی حد لو ان رجلا وضع لہ حدیثا لم یفہم وکان لا یمیز (لیکن ضعفاء اور مجہول راویوں سے زیادہ روایت کرنے والا ہے اور میرے نزدیک اس حد میں ہے کہ اگر کوئی شخص گھڑ کر حدیث اسکے سامنے پیش کرے تو نہیں سمجھ سکتا اور صحیح اور موضوع حدیث میں تمیز نہیں کر سکتا تھا، اس کو اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔ خیانت کی بھی حد ہوتی ہے۔

خیانت نمبر 5: سلیمن بن عبدالرحمن کے بارے میں مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں" حافظ ذھبیؒ کا فیصلہ بھی سن لیجئے:

لو لم یذکرہ العقیلی فی کتاب الضعفاء لما ذکرتہ فانہ ثقہ مطلقاً (میزان ص ۲۱۳ ج ۲)

اگر امام عقیلیؒ اسے ضعفاء میں ذکر نہ کرتے تو میں بھی میزان میں اسکا ذکر نہ کرتا کیونکہ وہ مطلقاً ثقہ ہے

علامہ ذھبیؒ نے آخر میں جو اپنے فیصلہ کو خود توڑا ہے اور ابو حاتم کی تائید کی ہے اس کا ذکر اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔ (میزان ص ۲۱۴ ج ۲)۔

خیانت نمبر 6: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری عکرمۃ بن عمار کے متعلق لکھتے ہیں" اسحٰق بن احمد بھی اسے ثقہ کہتے ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۴۳۷ ج ۱) الجواب: اسکے آخر میں تھا وکان کثیر الغلط ینفرد عن ایاس باشیاء (تحذیب ص ۲۶۳ ج ۷) کہ بہت غلطی کرنے والا تھا ایاس راوی سے کئی چیزوں کے ساتھ منفرد ہے۔ اس کو اثری صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔

خیانت نمبر 7: عکرمۃ بن عمار کے بارے میں اثری صاحب نقل کرتے ہیں" اور امام بخاریؒ امام ابن حبانؒ امام ابوداؤدؒ امام ابو حاتم امام نسائیؒ امام یحیٰؒ امام احمد رحمھم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے لیکن جب یحیٰ بن ابی کثیر سے روایت کرے تو اس کی حدیث مضطرب ہے۔ (توضیح ص ۴۳۷ ج ۱) الجواب: امام بخاریؒ نے ثقہ نہیں کہا بلکہ امام بخاریؒ سے یہ منقول ہے وقال البخاری مضطرف فی حدیث یحیٰ بن ابی کثیر ولم یکن عندہ کتاب (تحذیب ج ۷ ص ۲۶۲) اور امام بخاریؒ نے ثقہ فرمایا کہ عکرمۃ بن عمار یحیٰ بن ابی کثیر کی روایت میں مضطرب الحدیث ہے اور اس کے پاس کتاب نہ تھی امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

وعكرمة بن عمار قد اختلفوا فی تعديله غمزهٔ يحی بن سعيد القطان واحمد بن حنبل وضعفه البخاری جداً (سنن بيهقی ص ۲۱۲ ج ۱ بحث مس ذکر)

کہ عکرمہ بن عمار کی تعدیل میں محدثین کرامؒ نے اختلاف کیا ہے۔ محدث یحیٰ بن سعید القطان و امام احمدؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ نے اس کی سخت تضعیف کی ہے۔

امام بيهقیؒ ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں وهذا ايضاً ضعيف عكرمة بن عمار اختلط فی آخر عمره وساء حفظه فروی ما لم يتابع عليه) بيهقی ص ۵۲۶ ج ۸ تا ص ۵۲۷ كتاب الاشربة باب ما جاء فی الكسر بالماء)

اور یہ روایت بھی ضعیف ہے عکرمہ بن عمار آخری عمر میں مختلط الحدیث ہو گیا تھا اور حافظہ خراب ہو گیا تھا پس ایسی روایات کیں جن پر موافقت نہیں کی گئی۔

کتاب المخادعات (ارشاد الحق صاحب کے دھوکے)

دھوکہ نمبر 1:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "اگر علامہ ھیثمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی (احسن الکلام ص ۲۳۳ ج ۱) مگر اس کے برعکس یہ دیکھ کر بھی آپ حیران ہوں گے کہ فاتحہ خلف الامام کی ایک روایت کے بارے میں علامہ ھیثمیؒ نے کہا ہے کہ رواۃ ثقات اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ص ۱۱۰ ج ۲) پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت موصوف لکھتے ہیں "اگر محض بلا دلیل کہنے سے روایت صحیح ہو سکتی ہے تو یہ صحیح ہوگی ورنہ اس کی صحت پر کوئی دلیل موجود نہیں اور یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۱۴ ج ۲) (مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۷۸ تا ص ۷۹) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ہمیں تسلیم ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں مگر یہ طے شدہ اصول ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا (توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ۱) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں پھر اس بات سے تو

اصول حدیث کا معمولی طالب علم بھی واقف ہے کہ سند کا حسن یا صحیح ہونا حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں (نصب الرایہ ص ۳۴۷ ج ۱) توضیح الکلام ص ۱۷۱ ج ۲ حاشیہ) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اور اگر رجال کی توثیق تسلیم کی جائے تو اس سے حدیث کی صحت لازم نہیں آتی۔ (توضیح الکلام ص ۲۹۲ ج ۲) مولانا اثری صاحب نے یہ ضابطہ متعدد مقامات میں بیان کیا ہے۔ مثلاً توضیح الکلام ص ۴۰۸ ج ۲، ص ۴۵۴ ج ۲، ص ۶۷۴ ج ۲ و ج ۲ ص ۶۸۳ وغیرہ۔ اب ہمارے شیخ مکرم مولانا محمد سرفراز خان صاحب، صفدر نے علامہ ھیثمیؒ کی تردید نہیں کی بلکہ مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد کی تردید کی ہے وہ علامہ ھیثمیؒ سے رواتہ ثقات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اس لئے یہ روایت بالکل صحیح ہے (تحقیق الکلام ص ۹۰ ج ۱۔ احسن الکلام ص ۱۱۴ ج ۲) یہ روایت حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں "لایصح انس (التاریخ الکبیر ص ۲۰۷ ج ا ق ۱) کہ اس میں حضرت انسؓ کا ذکر صحیح نہیں ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں امام بیہقیؒ نے السنن الکبریٰ میں بلاشبہ یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت انسؓ کی طرف اس روایت کی نسبت میں عبید اللہ سے غلطی ہوئی ہے (توضیح الکلام ص ۴۳۱ ج ۱) امام ابو حاتم بھی اس روایت کو غیر محفوظ مانتے ہیں مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ امام ابو حاتمؒ (کتاب العلل ص ۱۷۵ ج ۱) نے اسے غیر محفوظ کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۴۳۲ ج ۱) امام طبرانیؒ فرماتے ہیں لم یرو ھذا الحدیث عن ایوب الا عبید اللہ (طبرانی اوسط ص ۳۲۹ ج ۳)۔ اس حدیث کو ایوبؒ سے صرف عبید اللہ نے رویت کیا ہے۔ مولانا نیمویؒ لکھتے ہیں۔ قلت فالصواب عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا والیہ ذھب الدار قطنی فی کتاب العلل حیث قال بعد ما ذکر طریق ابی قلابۃ عن انس **وخالفھم** ابن علیۃ فرواہ عن ایوب عن ابی قلابۃ مرسلا ورواہ خالد الحذاء عن ابی قلابۃ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمرسل ھو الصحیح (آثار السنن ص ۱۰۵) میں نیموی کہتا ہوں صواب عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مُرسل ہے اور امام دار قطنیؒ کتاب العلل میں اسی کی طرف چلے گئے ہیں

طریق ابو قلابہ عن انس ذکر کرنے کے بعد میں فرماتے ہیں اور مخالفت کی ہے ان کی ابن علیہ نے پس روایت کیا۔ اس کو ایوب عن ابی قلابۃ سے مرسلا اور روایت کیا۔ خالد الحذا نے عن ابی قلابۃ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مرسل ہی صحیح ہے۔ امام دار قطنیؒ کے ہاں طریق ابو قلابۃ عن انسؓ اور طریق ابو قلابۃ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں صحیح نہیں ہیں بلکہ ابو قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا صحیح ہے۔ اور علامہ خطیب بغدادیؒ نے بھی حضرت انسؓ کی روایت ذکر کرنے کے بعد اس میں اضطراب کا ذکر کیا ہے ھکذا روی ھذا الحدیث عبید اللہ بن عمرو عن ایوب وخالفہ سلام ابو المنذر فرواہ عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابی ھریرۃ وخالفھما الربیع بن بدر رواہ عن ایوب عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ورواہ اسماعیل بن علیہ وغیرہ عن ایوب عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا وارواہ خالد الحذاء عن ابی قلابۃ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ بغداد ص ۱۷۶ ج ۱۳) اس طرح اس حدیث کو عبید اللہ بن عمرو نے ایوب سے روایت کیا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے سلام ابو المنذر نے پس اس نے اس کو روایت کیا۔ ایوب عن ابی قلابۃ عن ابی ھریرۃؓ سے اور ان دونوں کی مخالفت کی الربیع بن بدر نے اس نے اس کو روایت کیا ایوب عن الاعرج عن ابی ھریرۃؓ سے اور روایت کیا۔ اسماعیل بن علیہ وغیرہ نے ایوب عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلا اور روایت کیا۔ خالد الحذاء نے عن ابی قلابۃ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ علامہ خطیب بغدادیؒ کا اضطراب نقل کرنا اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ خالد الحذاء نے بھی اس کو مرسل بیان کیا ہے۔ حدثنا ھشیم قال انا خالد عن ابی قلابۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ ھل تقرؤن خلف امامکم قال بعض نعم وقال بعض لا فقال ان کنتم لا بد فاعلین فلیقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب فی نفسہ (مصنف ابن ابی شیبہ) بحوالہ تحقیق الکلام میں کہتا ہوں کہ یہ روایت علاوہ مرسل ہونے کے شاذ

وغیر محفوظ ہے کیونکہ اس روایت میں لفظ ان کنتم لابد فاعلین جو منافض وجوب معلوم ہوتا ہے شاذ وغیر محفوظ ہے (تحقیق الکلام ص ۴۷ ج ۱) ھشیم کی اس حدیث کے متصل ابن ابی شیبہ ص ۳۲۸ ج ۱ میں ہے حدثنا وکیع قال حدثنا سفین عن خالد عن ابی قلابہ عن محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنحو من حدیث ھشیم۔ اس متصل حدیث کے الفاظ بھی ھشیم کی حدیث کی طرح ہیں تو پھر شاذ کیسے ہوئی۔ اس کے علاوہ مسند احمد ص ۸۱ ج ۵ میں ہے حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی قال حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن خالد قال سمعت اباقلابۃ یحدث عن محمد بن ابی عائشۃ رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقراؤن والامام یقرأ او قال تقراؤن خلف الامام والامام یقرأ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا ان یقرا احدکم فاتحۃ الکتاب فی نفسہ قال خالد وحدثنی بعد ولم یقل ان شاء فقلت لابی قلابۃ ان شاء قال لا اذکرہ فرمایا کیا تم قراءۃ کرتے ہو۔ جب امام قراءۃ کر رہا ہوتا ہے تو عرض کیا کہ ہاں فرمایا نہ کیا کرو مگر یہ کہ تم میں سے کوئی سورۃ فاتحہ دل میں پڑھ لے خالد الحذاء نے کہا کہ مجھے ابوقلابہؒ نے بعد میں یہ حدیث بیان کی تو ان شاء (یعنی اگر چاہے تو پڑھ لے) کا جملہ نہیں کہا تو میں نے ابوقلابہ سے کہا کہ ان شاء ابوقلدبہؒ نے کہا مجھے یاد نہیں ہے۔ (نوٹ) غیر مقلدین یہ حدیث اپنی تصنیفات میں پیش نہیں کرتے کیونکہ اس میں ہے کہ اگر چاہے تو سورہ فاتحہ پڑھ لے نہ چاہے تو نہ پڑھے کوئی ضروری نہیں ہے۔ یہ روایت بھی امام شعبہؒ کے طریق سے مروی ہے۔ جو صحیح روایت بیان کرتے ہیں۔ مولانا مبارکپوری غیر مقلد کہتے ہیں کہ شعبہ نے بھی خالد الحذاء سے روایت کی ہے اور شعبہ صحیح روایت اپنے مشائخ سے لیتے ہیں تو محمد بن ابی عائشۃ والا طریق بھی محفوظ ہے کما قال البیھقی وغیرہ وھو الصواب وان ذھب الدارقطنی فی کتاب العلل الی خلافہ (ابکار المنن ص ۱۴۷) جیسا کہ امام بیہقیؒ وغیرہ نے کہا ہے اگرچہ امام دارقطنی کتاب العلل میں اس کے خلاف چلے گئے ہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "امام دارقطنیؒ کی تصحیح وتحسین اور جرح وتعدیل پر اہل علم نے اعتماد کیا ہے۔ (توضیح

الکلام ص ۳۹۶ ج ۱) حافظ ابن قیم محمد بن ابی عائشہ والی روایت کا بیہقی سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ولکن لھذا الحدیث علۃ وھی ان ایوب خالف فیہ خالداً ورواہ عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا وھو کذالک فی تاریخ البخاری عن مؤمل عن اسماعیل بن علیۃ عن ایوب عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تھذیب سنن ابی داؤد ص ۳۹۳ ج ۱) اور لیکن اس حدیث کیلئے ایک علت بھی ہے اور وہ یہ ہے ایوب نے خالد کی مخالفت کی ہے اور اس کو عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلا روایت کیا ہے اور تاریخ البخاری میں بھی عن مؤمل عن اسماعیل بن علیہ عن ایوب عن ابی قلابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے بھی محمد بن ابی عائشۃ کی روایت کی تردید کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یوں ہیں۔ واما حدیث محمد بن ابی عائشۃ فانما فیہ الا ان یقرأ احدکم بام القرآن فی نفسہ ومعلوم ان القراءۃ (فی النفس) مالم یحرک بھا اللسان فلیست بقراءۃ (تمہید ص ۴۶ ج ۱۱)۔ اے پر حدیث محمد بن ابی عائشۃ کی پس اس میں ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی ایک سورۃ فاتحہ پڑھے دل میں اور معلوم ہے کہ قراءۃ فی النفس جب تک زبان سے حرکت نہ کرے وہ قراءۃ ہی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایوبؒ السختیانی اور خالدؒ الحذاء کا مقابلہ ہوگیا ہے ایوبؒ اس کو ابو قلابہؒ سے مرسل روایت کرتے ہیں جبکہ خالد الحذاء بھی ابو قلابہؒ سے مرسل روایت کرتے ہیں لیکن بعض اوقات اس کو ابو قلابہ عن محمد بن ابی عائشہ سے اس کو متصل بھی بیان کرتے ہیں ایوبؒ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ثقۃ ثبت حجۃ من اکابر الفقھاء العباد من الخامسۃ (تقریب) جبکہ خالدؒ کے متعلق ابن حجرؒ لکھتے ہیں وھو ثقۃ یرسل من الخامسۃ وقد اشار حماد بن زید الی ان حفظہ تغیر لما قدم من الشام (تقریب) او وہ ثقہ ہے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ طبقہ خامسہ میں سے ہے اور بے شک اشارہ کیا حماد بن زید نے کہ اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔ جب ملک شام سے واپس آیا۔ اور امام ابو حاتمؒ نے فرمایا یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ اس کی حدیث لکھی جائے اور حجت نہ پکڑی جائے (تھذیب التھذیب ص ۱۲۱ ج ۳) اور امام شعبہؒ فرماتے ہیں واکتم علی عند البصریین فی خالد

الحذاء وھشام اور چھپادے میرے اوپر بصری راویوں میں معاملہ خالد الحذاء اور ھشام کا (تھذیب ص۱۲۲ ج ۳) امام ابن علیہؒ کو ایک حدیث کے بارے میں جس کو خالد روایت کرتا ہے ولم یلتفت الیہ ابن علیة وضعف امر خالد (تھذیب ص ۱۲۲ ج ۳) تو ابن علیہؒ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور خالد الحذاء کو ضعیف قرار دیا۔ خالد الحذاءؒ کے حافظ خراب ہونے کی ایک اور دلیل بخاری ص ۶۱۳ ج ۲ میں ہے۔ خالد عن عکرمة عن ابن عباس قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان الی حنین۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کی طرف رمضان المبارک میں نکلے تھے۔ حالانکہ بالاتفاق شوال میں نکلے تھے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ ایوبؒ کی روایت مرسل ہے اور ایوب راوی قوی ہے اور خالد الحذاء کی روایت متصل ہے اور یہ راوی ضعیف ہے اور متغیر الحافظہ ہے فلھذا امام دارقطنیؒ حافظ ابن قیمؒ، امام بخاریؒ وغیرہ کا اس کو مرسل روایت کرنا ہی صحیح ہے مولانا زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں مرسل ابی قلابہ (کتاب القراءة ص ۱۶۰ وغیرہ اس کی سند ابو قلابہ تک صحیح ہے لیکن مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۱) نیز مولانا موصوف لکھتے ہیں مرسل محمد بن ابی عائشہ (التاریخ الکبیر للبخاری ص ۲۰۷ ج ۱) اس کی سند محمد بن ابی عائشہ تک صحیح ہے لیکن یہ روایت ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۱) فلھذا امام بیہقیؒ کا معرفة السنن والآثار ص ۸۴ ج ۳ میں (وارواہ ایوب عن ابی قلابة فارسلہ والذی وصلہ حجة۔ اور روایت کیا اس کو ایوبؒ نے ابو قلابہؒ سے تو اس کو مرسل نقل کیا اور جس نے موصول بیان کیا وہ حجت ہے، یہ کہنا بالکل غلط ہے اور جید محدثین کرامؒ کے فیصلہ نقل کیا اور جس نے موصول بیان کیا وہ حجت ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط اور جید محدثین کرامؒ کے فیصلہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ خالد الحذاء والی روایت شاذ ہے۔ (نوٹ) امام بیہقیؒ نے کتاب القراءة ص ۵۲ میں امام بخاریؒ کی کتاب التاریخ الکبیر سے ابو قلابہؒ کی روایت بیان کی ہے۔ امام بخاریؒ کا فرمان لایصح انس (کہ انسؓ کا ذکر صحیح نہیں ہے) اس کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر کتاب القراءة ص ۴۸ میں جزء القراءة بخاری سے انسؓ کی روایت بیان کر کے احتج بہ البخاری کہہ دیا ہے (کہ

اس حدیث سے امام بخاریؒ نے حجت پکڑی ہے) عجیب خیانت کا ارتکاب کیا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرماوے (آمین) امام بخاریؒ کی جو اصل کتاب ہے اس سے ان کے فیصلہ کو نظر انداز کر نا اور جو جزء القراءۃ انکی طرف منسوب ہے اس میں صرف ذکر کرنے کو احتج بہ البخاری کہہ دینا بہت بڑی جراءت کی بات ہے۔

دھوکہ نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اس میں جعفر بن میمون ہے اور اس میں کلام ہے امام ابن حبانؒ اور امام حاکمؒ نے گرچہ اس کی توثیق کی ہے (توضیح الکلام ص ۱۳۰ ج ۱) الجواب مولانا ارشاد الحق کے کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ابن حبانؒ اور حاکمؒ کے سوا جعفر بن میمون کو کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا حالانکہ جعفر بن میمون کی روایت امرہ ان یخرج ینادی فی الناس ان لاصلوۃ الابقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد دارقطنی ص ۳۲۱ ج ۱) حکم کیا حضرت ابوھریرۃؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے لوگوں میں یہ اعلان کرے کہ نماز نہیں ہوتی سورۃ فاتحہ کی قراءۃ پس مازاد کے سوا اس کے بارے امام حاکمؒ لکھتے ہیں ھذا حدیث صحیح لاغبار علیہ فان جعفر بن میمون العبدی من ثقات البصر یین و یحیٰ بن سعید لایحدث الاعن الثقات) مستدرک حاکم ص ۳۶۵ طبع بیروت) یہ حدیث صحیح ہے اس پر کوئی غبار نہیں کیونکہ جعفر بن میمون العبدی ثقات بصری راویوں میں سے ہے اور امام یحیٰ بن سعید القطان نہیں روایت کرتے مگر ثقات سے۔ اسی حدیث کے تحت علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں صحیح لاغبار علیہ و جعفر ثقۃ (تلخیص المستدرک ص ۳۶۵) امام ترمذیؒ اس کی ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ھذا حدیث حسن غریب صحیح (ترمذی ص ۳۷ ج ۴ مع التحفہ ابواب المثال حدیث نمبر ۳) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں زید بن الحسن القرشی الانماطی الکوفی عن جعفر الصادق بیاع الانماط (لسان المیزان ص ۵۵۴ ج ۶) امام بیہقیؒ جعفر بن میمون کی فما زاد والی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اجمع سفین بن سعید الثوری و یحیٰ بن سعید القطان وھما امامان حافظان علی روایۃ باللفظ الذی ھو مذکور فی خبرھما فالحکم لروایتھما

(کتاب القراءۃ ص ۱۸ امطبوعہ اشرف پریس لاہور) کہ سفین بن سعید الثوری و یحی بن سعید القطان نے اتفاق کیا اور یہ دونوں امام اور حافظ ہیں۔ اس روایت پر جس میں لفظ فمازاد مذکور ہے ان کی حدیث میں پس حکم ان کی روایت پر ہوگا۔ امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ میں چار مقامات پر اس روایت کو فمازاد کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ اور امام ابن حبانؒ نے اپنی الصحیح ص ۲۱۲ ج ۳ میں اس کو روایت کیا ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری حضرت انسؓ کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "امام بخاریؒ نے اس سے احتجاج کیا ہے اور امام ابن حبانؒ نے اپنی الصحیح میں اسے نقل کیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت سے احتجاج صحیح ہے توضیح الکلام ص ۴۳۵ ج ۱) امام بیہقیؒ معرفۃ السنن والآثار ص ۳۵۹ ج ۲ تا ص ۳۶۰ میں لکھتے ہیں۔ قال الشیخ احمد واما حدیث وھب وغیرہ عن جعفر بن میمون عن ابی عثمن عن ابی ھریرۃ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی فی المدینۃ ان لاصلوۃ الا بقراءۃ وقال بعضھم الا بقرآن ولو الفاتحۃ الکتاب فقد خالفھم سفین بن سعید الثوری وھو امام فقال فی متنہ امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی لاصلوۃ الا بقرآن فاتحۃ الکتاب فمازاد۔۔۔۔۔ وروینا عن یحی بن معین انہ قال لیس احد یخالف سفین الثوری یعنی فی الحدیث الاکان القول قول سفین قال الشیخ احمد کیف وقد رواہ یحی بن سعید القطان وھو بالحفظ والاتقان بالمکان الذی لایخفی علی اھل العلم بھذا الشان عن جعفر بن میمون عن ابی عثمن النھدی عن ابی ھریرۃ قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی انہ لاصلوۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فمازاد۔۔۔۔ وبمعناہ رواہ ابوسعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ شیخ احمد امام بیہقیؒ نے کہا اور حدیث وھب وغیرہ کی جعفر بن میمون عن ابی عثمن عن ابی ھریرۃ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ میں اعلان کروں کہ نہیں نماز مگر بغیر قراءۃ کے اور بعض نے کہا مگر قرآن کے ساتھ اگرچہ فاتحۃ الکتاب ہو پس بے شک سفین

ثوریؒ نے مخالفت کی ہے اور وہ حدیث کا امام ہے۔ پس اس نے کہا متن حدیث کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نہیں نماز ہوتی مگر قرآن مجید کے ساتھ سورۃ فاتحہ پس کچھ زائد کے ساتھ اور روایت کیا ہے کہ ہم نے یحیٰؒ بن معین سے کوئی مخالفت نہیں کرتا سفین ثوریؒ کی مگر بات سفین ثوریؒ کی ہی معتبر ہوتی ہے۔ شیخ احمد امام بیہقیؒ نے کہا کہ کیسے بات معتبر نہ ہو جبکہ بے شک یحیٰ بن سعید القطانؒ نے بھی اس طرح روایت کیا ہے اور اس کا حفظ اور پختگی ایسے درجہ کی ہے جو اہل علم بالحدیث سے مخفی نہیں ہے۔ جعفر بن میمون سے عن ابی عثمن النھدی عن ابی ھریرۃؓ سے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز نہیں ہوتی مگر قراءۃ فاتحہ پس کچھ زائد کے ساتھ۔۔۔۔ اور اس کے معنی میں ابو سعید الخدریؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں جعفر بن میمون صالح ہے اور ابن حبانؒ اور ابن شاھینؒ نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (تھذیب التھذیب ص ۱۰۹ ج ۲) (نوٹ) امام نسائیؒ نے فرمایا لیس بثقۃ (الجوھر النقی ص ۳۷ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب فرماتے ہیں متداول کتب جرح و تعدیل میں امام نسائیؒ کے یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے واللہ اعلم (حاشیہ توضیح الکلام ص ۱۳۱ ج ۱)۔

دھوکہ نمبر 3:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں چوتھی روایت امام ابو عبید سیارؒ بن سلامہ سے نقل کرتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب سقط علیه رجل من المهاجرین و عمر یتهجد من اللیل یقرأ بفاتحة الکتاب لا یزید علیها و یکبر و یسبح ثم یرکع و یسجد فلما اصبح الرجل ذکر ذالک لعمر فقال عمر لا مک الویل الیست تلک صلوة الملائکة (الدر المنثور ص ٦ ج ١)

کہ حضرت عمرؓ پر ایک مہاجر گر پڑا جبکہ وہ رات کو تہجد پڑھ رہے تھے آپ صرف سورہ فاتحہ پڑھتے پھر اللہ کی تکبیر و تسبیح بیان کرتے۔ پھر رکوع کرتے اور پھر سجدہ کرتے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اس کا ذکر حضرت عمرؓ سے کیا تو انہوں نے فرمایا تیری ماں پر افسوس کیا یہ فرشتوں کی نماز نہیں۔

علامہ علی المتقی نے کنز العمال (ص ۲۰۶، ۲۰۷ جلد ۴) پر یہی روایت ذکر کی ہے اور فرمایا ہے ولہ حکم الرفع کہ یہ روایت حکماً مرفوع ہے۔ اس روایت سے علماء نے استدلال کیا ہے۔ کہ فرشتوں کو صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے اس کے علاوہ باقی قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں (توضیح الکلام ص ۲۱۹ ج ۱) الجواب: امام ابو عبید کی وفات ص ۲۶۴ھ میں ہوئی کل عمر ۶۷ سال ہے (تھذیب ص ۳۱۵ ج ۸ ص ۳۱۶۔ جبکہ سیارؒ کی وفات ۱۲۹ھ میں ہوئی تو یہ امام ابو عبیدؒ اور سیارؒ کے درمیان منقطع ہے پھر سیارؒ اور حضرت عمرؓ کے درمیان منقطع ہے۔ بلکہ معضل ہے چنانچہ ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ابو عبید کی سند مرسل ہے (توضیح ص ۲۲۰ ج ۱) جب یہ منقطع اور مرسل ہے تو حکماً مرفوع کیسے ہوگی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی تو ظاہر ہے کہ اس میں فاتحہ کے علاوہ بھی سورۃ تھی اس طرح قرآن مجید کا دور کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو فرشتوں کو صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ دیگر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت نہیں یہ بھی بہتان ہے۔

<u>دھوکہ نمبر 4:</u>

مولانا ارشاد الحق لکھتے ہیں، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔

وهذا مذهب الجمهور خلافاً للحنفية ارشاد الساری ص ۷۰ ج ۲ مطبوعه نولكشور. (توضيح الكلام ص ۵۱)	یہی جمہور کا مذہب ہے البتہ حنفیہ اس کے خلاف ہیں

یعنی قراءۃ فاتحہ خلف الامام فرض ہے۔ یہاں اثری صاحب نے دھوکہ سے کام لیا ہے یہ نہیں بتایا کہ اس کا تعلق سری نماز سے ہے چنانچہ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں جمہور سری میں فاتحہ خلف الامام کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ حصہ اول میں گزر چکا ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں وهذا مذهب الجمهور خلافاً للحنفية (ارشاد الساری ص ۷۰ ج ۲) توضیح الکلام ص ۱۹۶ ج ۲)

دھوکہ نمبر 5:

زید بن عیاش کے بارے میں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں امام طحاویؒ ابن حزمؒ طبریؒ اور شیخ عبدالحقؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں زیدؒ بن عیاش مجہول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر ص ۱۰ ج ۳ میں لکھتے ہیں والجواب ان الدارقطنی قال انہ ثقۃ ثبت (توضیح الکلام ص ۳۶۸ ج ۱) الجواب دار قطنیؒ نے زید بن عیاش کو صرف ثقہ کہا ہے۔ ثبت نہیں کہا یہ حافظ ابن حجرؒ کا وھم ہے۔ مگر ارشاد الحق صاحب نے دھوکہ دینے کے لئے تلخیص الحبیر کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جبکہ تہذیب التھذیب میں صرف ثقہ کا لفظ ہے اور تحفۃ الاحوذی ص ۲۳۳ ج ۲ میں وقال الدارقطنی ثقۃ۔

دھوکہ نمبر 6: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں یہ کہنا کہ امام زہریؒ جہری میں سختی سے قراءۃ خلف الامام کا انکار کرتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں جبکہ وہ جہری کے سکتات میں فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں۔

وقال احمد یستحب فی السریۃ و کذافی الجھریۃ عند سکتات الامام ان سکت لا مع قرائتہ وبہ قال الزھری ومالک وابن المبارک الخ تفسیر مظھری ص ۱۱۸ ج ۱۰۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ سری میں اور جہری نماز کے سکتات میں فاتحہ خلف الامام مستحب ہے امام کی قراءۃ کے ساتھ نہیں امام زہریؒ مالکؒ اور ابن المبارکؒ کا یہی قول ہے۔

اور امام بیہقی نے بسند صحیح انکا یہ قول بھی نقل کیا ہے ولا یصلح لاحد ممن خلفہ ان یقرأ معہ الخ کتاب القراءۃ ص ۵۷ کسی کیلئے صحیح نہیں کہ امام کے ساتھ پڑھے اور ظاہر ہے کہ سکتات میں پڑھنا امام کے ساتھ پڑھنے کے منافی نہیں (توضیح الکلام ص ۳۹۱ ج ۱) الجواب: اولاً تو اثری صاحب نے ان سکت (اگرچہ خاموشی اختیار کرے) کا معنی نہیں کیا وثانیاً وبہ قال الزھری الخ کو سکتات کے ساتھ لگا دیا ہے حالانکہ امام مالکؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ جہری کے سکتات کے قائل ہی نہیں چنانچہ علامہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ وامام مالک فانکر السکتتین ولم یعرفھما وقال لایقرأ احد مع

الامام اذا جہر قبل قرائۃ ولا بعد ھا (تمہید ص ۴۳ ج ۱۱) اے پر امام مالکؒ نے سکتتین کا انکار کیا ہے اور ان دو سکتوں کو وہ نہیں جانتے اور کہا کوئی قراءۃ نہ کرے امام کے ساتھ جب امام جہر سے قراءۃ کرے نہ امام سے پہلے قراءۃ کرے نہ امام کے بعد قراءۃ کرے اور امام زہریؒ بھی سکتات کا قائل نہیں۔ چنانچہ مالک عن ابن شہاب انہ قال لا قراءۃ خلف الامام فیما جہر فیہ الامام (تمہید ص ۲۴ ج ۱۱) امام ابن شہاب زھریؒ نے کہا کہ امام کے پیچھے جہری نماز میں مقتدی کیلئے قراءۃ بالکل نہیں ہے۔ علامہ حازمیؒ لکھتے ہیں وذھب بعضھم الی ان الماموم یقرأ فی صلوۃ السر ولیسکت فی صلوۃ الجہر والیہ ذھب الزھری ومالک وابن المبارک واحمد بن حنبل واسحٰق (الاعتبار للحازمی ص ۷۳) بعض علماء نے کہا کہ مقتدی سری نماز میں قراءۃ کرے اور جہری میں خاموش رہے اور اسی طرف گئے ہیں امام زھریؒ وامام مالکؒ وعبداللہ بن مبارکؒ واحمد بن حنبل وامام اسحٰق۔ امام ابن حزمؒ لکھتے ہیں ولم یرلہ ان یقرأ شیأ فی کل رکعۃ تجہر فیھا الامام (محلی ابن حزم ص ۲۳۸ ج ۳) امام مالکؒ نے مقتدی کو اجازت نہیں دی کہ وہ قراءۃ کرے ہر رکعت میں جس میں اس کا امام جہر کر رہا ہو۔ و ثالثاً اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ امام بیہقیؒ نے بسند صحیح انکا یہ قول بھی نقل کیا ہے ولا یصح لاحد الخ کتاب القراءۃ ص ۷۵) اولاً تو یہ لفظ لا یصلح لاحد ہے لا یصح لاحد نہیں ہے۔ پھر اثری صاحب نے آگے پیچھے عبارت کاٹ دی ہے۔ ہم اصل عبارت ذکر کرتے ہیں:

عن الزھری قال لا یقرأ من وراء الامام فیما یجھر بہ الامام القراءۃ یکفیھم قراءۃ الامام و ان لم یسمعھم صوتہ و لکنھم یقرأون فیما لا یجھر بہ سرا فی انفسھم و لا یصلح لاحد من خلفہ ان یقرأ معہ فیما جھر بہ سرا ولا علانیۃ قال اللہ تعالیٰ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون (کتاب القراءۃ ص ۹۲)

امام زہریؒ سے روایت ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرے جس میں امام جہر سے قراءۃ کر رہا ہو امام کی قراءۃ انکو کافی ہے اگرچہ امام کا آواز نہ سنے لیکن مقتدی اپنے دل میں پڑھیں۔ جس میں انکا امام سری نماز پڑھ رہا ہو اور کسی کیلئے صلاحیت نہیں رکھتا کہ مقتدی امام کیساتھ قراءۃ کریں نہ آہستہ کر سکتے ہیں نہ زور سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

نیز عبدالرزاق نمبر ۲۷۸۴، ص ۱۳۲ ج ۲ تا ص ۱۳۳ میں ہے

عبدالرزاق عن معمر عن الزھری قال اذا جھر الامام فلا تقرأ شیا.

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جب امام جہر سے نماز پڑھ رہا ہو تو پس قراءۃ کسی شی کی نہ کر۔

پس ثابت ہوا کہ امام زھریؒ کی طرف سے سکتات کی نسبت جہری نماز میں کرنا سخت قسم کا دھوکہ اور دجل وفریب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرماوے (آمین)

دھوکہ نمبر 7:

اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ نا ابوعلی الحافظ نا ابوعمرو الحرشی نا الفضل بن محمد اشعرانی نا ابراھیم عن حمزۃ نا عبدالعزیز بن محمد قال سمعت زید بن اسلم یقول فی قولہ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا قال الذی یکون خلف الامام قال اللہ واذکر ربک فی نفسک قال یقول ربک وانصت فی نفسک (کتاب القراءۃ ص ۱۰۱) زید بن اسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے بارہ میں اور جب قرآن مجید پڑھا جائے پس توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ فرمایا یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو امام کے پیچھے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں یعنی دل میں خاموشی اختیار کر۔ ہمارے شیخ مکرم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے فرمایا اور روایۃ بھی یہ صحیح نہیں کیونکہ اس روایت کی سند میں عبدالعزیز بن محمدؒ ہے الخ (احسن ص ۱۳ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں الغرض عبدالعزیز صدوق ہے اور اس کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں بلکہ امام بیہقیؒ نے کتاب القراءۃ ص ۹۳ میں اسے صحیح کہا ہے (توضیح الکلام ص ۱۱۸ ج ۱) ہمارے شیخ مکرم نے صرف عبدالعزیز پر جرح کی ہے لیکن اس کی سند میں ابوعمرو الحرشی مجہول ہے اور الفضل بن محمد الشعرانی کے متعلق علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں وثقہ الحاکم وقال القبتانی کذاب وقال ابوعبداللہ بن الاخرم صدوق لکنہ غالی فی التشیع (میزان الاعتدال ص ۳۵۸ ج ۳) کہ حاکم نے ثقہ کہا ہے اور قتبانیؒ نے کذاب کہا ہے اور محدث ابوعبداللہ بن الاخرم فرماتے ہیں کہ سچا ہے لیکن شیعیت میں

خالی ہے۔اس کے علاوہ یہ روایت ہمارے حق میں ہے۔اس پر جرح کرنے کی ضرورت ہی نہیں زید بن اسلم حضرت ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کان ینھی عن القراءۃ خلف الامام (عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲) کہ عبداللہ بن عمرؓ قراءۃ خلف الامام سے منع کرتے تھے اور حدیث ابوھریرہؓ اذا اقرأ فانصتوا کا راوی بھی زید بنؒ اسلم ہے۔

دھوکہ نمبر 8:

حدثنا هشيم قال اخبر نا حصين قال صليت الى جنب عبيدالله بن عبدالله بن عتبة قال فسمعته ، يقرأ خلف الامام الخ.

یعنی حسین (صحیح حصین ہے فرماتے ہیں میں نے امام عبیداللہؒ کیساتھ نماز پڑھی وہ امام کے پیچھے پڑھ رہے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۳ ج ۱)

کتاب القراءۃ ص ۶۵ مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۱ ج ۲) توضیح الکلام ص ۵۴۶ ج ۱) مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے گول مول الفاظ میں یہ روایت بیان کر دی ہے سمعتہ کے لفظ کا ترجمہ بھی نہیں کیا یہ مطلق نمازوں کے بارے نہیں بلکہ عبدالرزاق ص ۱۳۱ ج ۲ میں یقراء فی الظہر والعصر کی صراحت ہے یعنی امام عبیداللہ صرف سری نمازوں میں پڑھتے تھے۔جہری میں قراءۃ نہ کرتے تھے۔

دھوکہ نمبر 9:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔اس اثر میں اگر چہ ظہر وعصر کا ہی ذکر ہے مگر حکمؒ اور حمادؒ فرماتے ہیں:

ان علياً رضى الله عنه كان يأمر بالقرأة خلف الامام (كتاب القراءة ص ۲۲ مصنف ابن ابى شيبه ص ۳۷۳ ج ۱) توضيح الكلام ص ۲۷۶ ج ۱)

کہ حضرت علیؓ فاتحہ خلف الامام کا حکم دیتے تھے یہ اثر اگر چہ مرسل ہے لیکن احناف کے نزدیک تو مرسل حجت ہے۔

<u>الجواب:</u> مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے اس کو مرسل کہا حالانکہ یہ معضل ہے پھر اسکی

سند میں اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے جو عند الجمہور ضعیف ہے (تھذیب ص ۳۵۲ ج ۱ تا ص ۳۵۴) تو ایسے ضعیف اثر سے مطلق نمازوں کے بارے میں فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

****

باب الجہالات

جہالت نمبر 1:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "اور علامہ تفتازانی نے توضیح میں کہا ہے (توضیح الکلام ص ۱۸۵ ج ۲)۔ علامہ تفتازانی کی کتاب تلویح ہے۔ جو شرح ہے توضیح کی۔

جہالت نمبر 2:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں (معرفۃ الآثار والسنن ص ۵۸ ج ۲) (توضیح الکلام ص ۶۷ ج ۱) امام بیہقیؒ کی کتاب کا نام معرفۃ السنن والآثار ہے۔

جہالت نمبر 3:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "مولانا سرفراز احمد صاحب صفدر (توضیح الکلام ص ۲۸۹ ج ۱) حالانکہ شیخ محترم کا نام مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر ہے۔

جہالت نمبر 4:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "حالانکہ زیدؒ بن خالد (توضیح الکلام کا حاشیہ ص ۳۲۳ ج ۱) حالانکہ زید واقد صحیح ہے۔

جہالت نمبر 5:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "اس طرح اسمٰعیل بن ابراھیم کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ اسمٰعیل بن ابراھیم یہ کیسا ہے جو عمر بن زرارہ کا استاد (ہے) (توضیح الکلام ص ۲۹۲

ج ۲) جواب یہ اسمعیل بن ابراھیم۔ابن علیہ ہے چنانچہ بخاری شریف ص ۳۸۲ ج ۱ ص ۸۰۵ ج ۲) میں ہے حدثنا عمرو بن زرارۃ ثنا اسمعیل۔اور بین السطور لکھا ہوا ہے ابن علیۃ۔جو مشہور محدث ہیں۔

جہالت نمبر 6:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں ثانیاً احمدؒ بن ابی عمران اور عبداللہؒ بن یوسف کی توثیق ثابت کی جائے (توضیح الکلام ص ۶۱۱ ج ۲) الجواب: عبداللہ بن یوسف یہ امام بیہقیؒ کا مشہور استاذ ہے۔دیکھئے سنن بیہقی ص ۵ ج ۱ ص ۱۵ ج ۱ ص ۲۷۶ ج ۴ وص ۶ ج ۱ یہ ثقہ ہے۔(بغدادی ص ۱۹۸ ج ۱۰) علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں الامام المحدث الصالح (سیر اعلام النبلاء ۲۳۹ ج ۱۷) اور احمد بن ابی عمران کے متعلق علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں الامام القدوۃ الربانی الحافظ الرحال ابو الفضل احمد بن ابی عمران الھروی الصرام المجاور شیخ الحرم (المتوفی ۳۹۹ھ) (سیر اعلام النبلاء ص ۱۱۱ ج ۱۷)

جہالت نمبر 7:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں مگر اس واضح بیان کے باوجود بعض حضرات استماع وانصات کا حکم سری نمازوں کو بھی شامل کرتے ہیں یہ اختراع اولاً علامہ ابن ہمامؒ کی ہے اور ان کے بعد عموماً متاخرین حنفیہ انہی کی اقتداء کرتے ہوئے یہ بات دھرائے جارہے ہیں (توضیح الکلام ص ۱۹۳ ج ۲) نیز مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔

انصات کے جدید معنی ابن حمام کی اختراع ہے انصات کے یہ معنی دراصل سب سے پہلے علامہ ابن حمامؒ نے نکالے ہیں (فتح القدیر ص ۲۴۱ ج ۱) توضیح الکلام ص ۱۹۹ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "علاوہ ازیں انصات کے جو معنی علامہ ابن ہمامؒ نے کئے ہیں وہ اس میں منفرد ہیں (توضیح الکلام ص ۲۱۹ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "استماع وانصات کے موھوم

معنی کا بھید صرف کھلا تو اولاً علامہ ابن ھمام پر (توضیح الکلام ص ۲۲۵ ج ۲) الجواب: علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں۔

كما دلت الأيته على النهى عن القراءة خلف الامام فيما يجهر به فهى دلالة على النهى فيما يخفى لا نه اوجب الاستماع والانصات عند قراءة القرآن و لم يشترط فيه حال الجهر من الاخفاء فاذا جهر فعلينا الاستماع و الانصات و اذا اخفى فعلينا الانصات بحكم اللفظ لعلمنا بانه قارئ القرآن (احكام القرآن ص ۳۹ ج ۳)

کہ جیسا آیت دلالت کرتی ہے منع قراءۃ خلف الامام پر جہری نماز میں پس یہ دلالت کرتی ہے منع قراءۃ خلف الامام پر سری نماز میں بھی کیونکہ آیت نے استماع و انصات قراءۃ قرآن کے وقت واجب فرمایا ہے اور اس میں شرط نہیں لگائی حالت جہر کی پس جہر سے پڑھے تو ہم پر استماع و انصات لازم ہوگا اور جب اخفاء سے پڑے تو ہم پر انصات لازم ہوگا بحکم لفظ کے کیونکہ ہمیں علم ہے یہ قرآن کا قاری ہے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب کی جہالت ہے کہ حافظ ابن ھمام کو جو متوفی ۸۶۱ھ ہیں انکو اس جدید معنی کا مخترع قرار دے رہے ہیں۔

جہالت نمبر 8:

امام بیہقیؒ فن حدیث کے مسلمہ امام ہیں (توضیح الکلام ص ۴۲۹ ج ۲) الجواب: امام بیہقیؒ کو عورت بنانا اور مسلمہ امام بنانا ارشاد الحق صاحب کی جہالت ہے اصل یوں ہونا چاہیے تھا کہ امام بیہقیؒ فن حدیث کے مسلم امام ہیں۔

جہالت نمبر 9:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں مولانا ابوالوفاء افغانی فرماتے ہیں کہ لم تحتج بہ مسلم و انما اوردہ فی المتابعات (حاشیہ کتاب الحجہ ص ۱۸۶ ج ۱) (توضیح الکلام ص ۴۳۳ ج ۲)

الجواب: حاشیہ کتاب الحجہ مولانا مفتی مہدی حسن کا ہے نہ کہ مولانا ابوالوفاء افغانیؒ کا۔

جہالت نمبر 10:

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں "جبکہ اس میں بالویہ بن محمد ابوالعباس اور اس

کا استاد محمد بن شادل دونوں مجہول ہیں کتب رجال میں تتبع بسیار کے باجود ہمیں ان کا ترجمہ نہیں ملا (توضیح الکلام ص ۶۹۱ ج ۲) الجواب: محمد بن شادل کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء ص ۲۶۳ ج ۱۴ تا ص ۲۶۴ میں موجود ہے) امام ابو احمد الحاکمؒ فرماتے ہیں کان صحیح الاصول سمع ابن راھویہ (سیر ص ۲۶۴ ج ۱۴) کہ صحیح اصول والا تھا۔ محدث اسحٰق بن راھویہ سے سُنا ہے۔ ۳۱۱ھ میں انتقال ہوا ہے (سیر ص ۲۶۳ ج ۱۴)

جہالت نمبر 11: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں علامہ قرطبیؒ فقہ مالکی کے مسلمہ امام ہیں (توضیح الکلام ص ۶۵ ج ۱) علامہ قرطبیؒ کو عورت بنا دیا ہے حالانکہ صحیح یوں ہے کہ مسلم امام ہیں۔

جہالت نمبر 12: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ امام خطابیؒ مسلمہ امام ہیں (توضیح ص ۳۹۶ ج ۱) امام خطابیؒ کو بھی مؤنث بنا دیا ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

جہالت نمبر 13: امام ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں۔

كانهما حديثان احدهما اتم من الآخر (غيث الغمام ص ۲۶۰) (توضيح الكلام ص ۳۸۴ ج ۱)

کہ گویا زہریؒ کی اور مکحولؒ کی دو حدیثیں ہیں اور ایک حدیث دوسری سے مفصل ہے۔

الجواب: غیث الغمام ص ۲۶۰ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

واخرجه، ابن حبان فى كتاب الثقات و عبارته هكذا نافع بن محمود بن ربيعة من اهل ايليا يروى عن عبادة و عنه حرام بن حكيم و متن خبره فى القراءة خلف الامام يخالف متن خبر محمود بن الربيع عن عبادة كانهما حديثان احدهما اتم من الآخر و عند مكحول الخبران جميعا من محمود بن الربيع و نافع بن محمود بن ربيعة و عند الزهرى الخبر عن محمود بن الربيع مختصر غير مستكفى انتهى كلامه

اور ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں اخراج کیا ہے اور اس کی عبارت یوں ہے۔ نافع بن محمود بن ربیعہ بیت المقدس کا رہنے والا ہے اور یہ حضرت عبادۃ سے روایت کرتا ہے اور اس سے حرام بن حکیم نے روایت کیا ہے قراءۃ خلف الامام میں اس کی حدیث کا متن محمود بن ربیع عن عبادۃ کی حدیث کے متن کے خلاف ہے۔ گویا کہ یہ دو حدیثیں ہیں ان میں سے ایک دوسری سے اتم ہے اور مکحول کے پاس دو حدیثیں ہیں محمود بن الربیع و نافع بن محمود بن ربیعہ اور زہری کے پاس ایک حدیث مختصر ہے جو قراءۃ خلف الامام کے مسئلہ میں کافی نہیں۔

جہالت نمبر 14: مؤملؒ بن اسماعیل کے متعلق مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔" حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔صدوق سیئی الخطاء (تقریب ص ۵۱۶) (توضیح ص ۱۰۴ ج ۲)
الجواب: تقریب میں صدوق سیئی الحفظ ہے۔سیئی الخطا نہیں یہ اثری صاحب کی جہالت ہے۔

*************************** ***********

باب المکابرات (مولانا ارشاد الحق صاحب کی سینہ زوری)

سینہ زوری نمبر 1:

مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں رہا یہ سوال کہ اگر رکوع کی رکعت نہیں تو حضرت ابوبکرہؓ کو اس قدر کوشش کرنے کی کیا ضرورت تھی (احسن ص ۲۴۳ حاشیہ) تو یہ بھی نہایت سطحی بات ہے جبکہ حکم یہ ہے کہ من وجدنی قائماً اور اکعا او ساجدا فلیکن معی (فتح الباری ص ۲۶۹ ج ۲) کہ جو مجھے قیام کی حالت میں یا رکوع یا سجدہ کی حالت میں پائے تو وہ میری موافقت کرے (توضیح الکلام ص ۴۴۳ ج ۲)۔**الجواب** یہ سطحی بات نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکرہؓ نے خود فرمایا جعلنی اللہ فداک خشیت ان تفوتنی رکعۃ معک فاسرعت المشی الحدیث) جزء القراءۃ للبخاریؒ ص ۴۸ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے مجھے خوف ہو گیا تھا کہ میری رکعت فوت ہو جائے گی تو میں نے چلنے میں جلدی کی۔طبرانی میں بھی اسی قسم کے الفاظ وارد ہیں (فتح الباری ص ۲۶۸ ج ۲) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں فیہ دلیل علی ادراک الرکعۃ ولولا ذالک لما تکلفوہ (بیہقی ص ۹۰ ج ۲) اس میں دلیل ہے رکعت کے پالینے پر اور اگر یہ نہ ہوتا تو تکلف کرنے کی ضرورۃ نہ تھی۔قاضی شوکانی لکھتے ہیں من ادرک الامام ساجدا فلیسجد ولایعد ذالک شیا فان حذا یدل علی ان من ادرک راکعا یعتد بتلک الرکعۃ (الشوکانی بحوالہ عون المعبود ص ۳۳۷ ج ۱) جو امام کو سجدہ میں پالے پس سجدہ کرے اور اس کو کچھ شمار نہ کرے پس یہ دلالت کرتا ہے جو امام کو رکوع کی حالت میں پالے تو اس کی رکعت شمار کی جائے گی۔مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث ذکر

کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وفی ذالک دلالۃ علی ادراک الرکعۃ بادراک الرکوع وقد روی صریحاً عن ابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمرو فی خبر مرسل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی خبر موصول عنہ غیر قوی (التعلیق المغنی ص ۳۴۷ ج ۱) اور اس میں دلالت ہے کہ رکوع کے پانے سے رکعت پالیتا ہے اور یہ بات صراحۃً حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ایک خبر مرسل میں اور ایک خبر متصل غیر قوی میں مروی ہے۔ اور عبدالرزاق عن الثوری عن عبدالعزیز الخ کی سند سے مروی ہے۔ ولا تعتدوا بالسجود الا ان تدکوا الرکعۃ (عبدالرزاق ص ۲۸۱ ج ۲ تا ص ۲۸۲) اور سجود کی وجہ سے رکعت شمار نہ کرو مگر یہ کہ تم رکوع میں پالو۔ جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں بلفظ واقضوا ماسبقکم یا واقض ماسبقت ان سب کی ابتداء میں اسراع منع ہے اور سکینہ اور وقار کا حکم ہے۔ فلھذا حضرت ابوبکرہؓ کی روایت واقض ماسبقت سے رکعۃ کا اعادہ مراد لینا غلط ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں (قولہ لا تعد) الی ابی ماصنعت من السعی الشدید ثم الرکوع دون الصف ثم المشی وقد ورد ما یقتضی ذالک صریحاً فی طرق حدیثہ کما تقدم بعضہا (فتح الباری ص ۲۶۸ ج ۲ باب اذا رکع دون الصف) نہ لوٹ جو تو نے بہت جلدی دوڑ لگائی ہے۔ پھر رکوع کیا صف سے ہٹ کر پھر چلنا صف کی طرف اور بے شک وارد ہوا ہے جو اس بات کا صراحۃً تقاضا کرتا ہے جیسا کہ طرق حدیث میں آیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے نیز حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں وحجۃ الجمہور حدیث ابی بکرۃ حیث رکع دون الصف فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصاً ولا تعد ولم یامرہ باعادۃ تلک الرکعۃ (فتح الباری ص ۱۱۹ ج ۲) جمہور کی دلیل اور حجت حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث ہے۔ جس وقت رکوع کیا صف سے ہٹ کر تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا حرص زیادہ کرے دوبارہ نہ کرنا اور اس رکعت کے اعادہ کا حکم بھی نہیں فرمایا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے استدلال تبھی صحیح ہے جبکہ یہ ثابت ہو کہ حضرت ابوبکرہؓ نے بعد میں رکعت نہیں پڑھی تھی۔ حافظ ابن حزم لکھتے ہیں:

واما حديث ابی بكرة فلا حجة لهم فيه اصلاً لانه ، ليس فيه انه اجتزأ بتلك الركعة و انه لم يقضها فسقط تعلقهم (المحلی ص ۲۴۴ ج ۳)

یعنی حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ اس میں نہیں کہ انہوں نے اس رکعت پر اکتفا کیا تھا اور نہ یہ ذکر ہے کہ انہوں نے وہ رکعت نہیں پڑھی تھی لہذا اس سے انکا استدلال ساقط ہے۔

(توضیح الکلام ص ۳۴۲ ج ۲)

الجواب: حافظ ابن حزمؒ حضرت ابوبکرہؓ کی یہی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قال علی فقد ثبت ان الركوع دون الصف ثم دخول الصف كذالك لا يحل فان قيل فهلا امرة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالا عادة كما امر الذی اساء الصلوة و الذی صلی خلف الصف وحده قلنا نحن علی يقين نقطع به ان الركوع دون الصف انما حرم حين نهی النبی صلی الله عليه وسلم فاذ اذالک كذالک لا اعادة علی من فعل ذالک قبل النهی و لو كان ذالک محرماً لما اغفل عليه السلام امره بالا عادة كما فعل مع غيره (محلی ص ۵۸ ج ۴)

علی (ابن حزمؒ) نے کہا پس ثابت ہوا رکوع صف سے ہٹ کر پھر دخول صف میں اس طرح حلال نہیں پس اگر کہا جائے حضور علیہ السلام نے اس کو رکعت کے اعادہ کا حکم کیوں نہیں فرمایا جیسا کہ حکم فرمایا نماز خراب کرنے والے کو اور جس نے صف میں اکیلے نماز پڑھی تھی اعادہ کا حکم فرمایا تھا تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ رکوع دون الصف حرام ہوا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہی فرمانے کے بعد پس جب بات یوں ہی ہے تو اس پر اعادہ رکعت کا نہیں اور اگر منع فرمانے سے پہلے رکوع دون الصف حرام ہوتا تو پھر اعادہ رکعت سے غافل نہ رہتے۔ جیسا کہ دوسروں کیساتھ کیا۔

لیجئے جناب ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرہؓ نے اس رکعت کا اعادہ نہیں کیا۔ اس سے مزید تسلی کیا ہو سکتی ہے۔

سینہ زوری نمبر 2: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ عونؒ بن موسیٰ دراصل سفیین بن موسیٰ ہے (لسان ص ۳۸۸ ج ۴) اور وہ صدوق ہے (تقریب ص ۱۹۸ توضیح الکلام ص ۱۰۳ ج ۲) الجواب امام بیہقیؒ نے جس طرح عون بن موسیٰ نقل کیا ہے اسطرح فرماتے ہیں وارواہ سعید بن منصور عن عون (بیہقی ص ۱۵۵ ج ۲) اس طرح امام سعید بن منصور نے بھی عون سے روایت کی ہے اب سینہ زوری سے عون کو سفیین بن موسیٰ بنانا اور پھر اس کی توثیق نقل کرنا ارشاد الحق صاحب اثری کا کارنامہ ہے جبکہ سفیین بن موسیٰ جس کو غلطی سے محمد بن الحسن

النخلی نے عون بن موسیٰ بنایا ہے وہ اور ہے۔ لسان المیزان ص ۳۸۸ ج ۴ تا ص ۳۸۹ وتھذیب ص ۱۲۲ ج ۴ و میزان ص ۱۷۲ ج ۲ اس کا شاگرد بیھقی ص ۱۵۵ ج ۲ میں عفان ہے اور سعید بن منصور ہے اور استاذ معاویۃ بن قرہ ہے۔ جبکہ سفین بن موسیٰ کے شاگرد اور اساتذہ میں سے ان کا ذکر نہیں ہے (دیکھئے تھذیب ص ۱۲۲ ج ۴)۔

سینہ زوری نمبر 3:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری فرماتے ہیں "مزید برآں حضرت عبادہؓ کی حدیث خبر احاد کے اقسام سے نہیں بلکہ امام بخاریؒ نے اسے متواتر کہا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں تواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ الابقراءۃ ام القرآن (جزء القراءۃ ص ۴)۔۔۔ جب یہ روایت متواتر ہے تو اب اس کے محکم ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا۔ (توضیح الکلام ص ۲۳۰ ج ۲) الجواب یہ حدیث عبادہؓ کی خبر واحد ہے صرف حضرت عبادہؓ راوی ہیں اور ان سے صرف محمود بن ربیع راوی ہیں اور ان سے صرف امام زہریؒ راوی ہیں (بخاری ص ۱۰۴ ج ۱) یہ متواتر کیسے ہوگئی ہے۔ نہ متواتر کی اس پر تعریف صادق آتی ہے۔ نہ یہ متواتر ہے سینہ زوری کا کوئی علاج نہیں امام بخاریؒ نے اپنی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا۔

سینہ زوری نمبر 4:

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ احسن الکلام ص ۲۰۷، ص ۲۰۸ میں برھان العجائب لکھا ہے۔ جو غلط ہے۔ (توضیح الکلام ص ۳۰۶ ج ۲ حاشیہ) الجواب جناب نے بھی نام درست نہیں لکھا۔ چنانچہ توضیح الکلام ص ۴۷ میں برہان العجاب لکھا ہے اور توضیح الکلام ص ۳۰۶ ج ۲ میں بھی برہان العجاب لکھا ہوا ہے اور توضیح الکلام ص ۶۶۷ ج ۲ میں البرھان العجاب ص ۱۱۳ لکھا ہوا ہے۔ جبکہ صحیح نام البرھان العجاب ہے۔

(باب متعلق ابن اسحق امام المغازی)

1) ابن عیینہؒ کا قول:

امام سفیانؒ بن عیینہ فرماتے ہیں میں ابن اسحٰق کے پاس ستر سے زائد سال رہا ہوں اہل مدینہ میں سے کسی نے انہیں متہم قرار نہیں دیا اور نہ ہی ان کے متعلق کوئی برا جملہ کہا ہے (تھذیب ص ۴۰ ج ۹) (توضیح الکلام ص ۲۶۷ ج ۱) الجواب: ابن عیینہؒ کی ولادت ۱۰۷ھ (تھذیب ص ۱۱۹ ج ۴) وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی (تھذیب ص ۱۲۲ ج ۴) ابن اسحٰق کی وفات ۱۵۱ھ تو ۱۰۷ھ میں پیدا ہونے والا ۱۵۱ھ میں وفات پانے والے کیساتھ ستر سال سے زائد کیسے رہ سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ تھذیب میں روایت خطیب بغدادی ص ۲۲۱ ج ۱ کی پیش کی گئی ہے۔ مگر کامل ابن عدی کی روایت میں ہے جالست ابن اسحٰق منذ بضع وسبعین سنۃ فما یتھم احد من اھل المدینۃ ولا یقول فیہ الا انھم اتھموہ بالقدر (الکامل لابن عدی ص ۲۱۱۷ ج ۶) سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں۔ میں ابن اسحٰق کیساتھ ستر سال سے زائد بیٹھا رہا پس کوئی قصد نہیں کرتا تھا۔ اہل مدینہ میں سے اور نہ اس میں کچھ کہتا تھا۔ مگر انہوں نے تقدیر کے انکار پر متھم قرار دیا ہے۔ بہر حال ستر سال سے زائد ابن اسحٰق کے ساتھ بیٹھنا خالص جھوٹ ہے۔ سفیانؒ کہتے ہیں میں نے ابن اسحٰق کو مسجد الخیف میں دیکھا مجھے شرم آ رہی تھی کہ مجھے کوئی بیٹھا ہوا ابن اسحٰق کے پاس دیکھ لے کیونکہ محدثین کرامؒ نے تقدیر کے انکار کیساتھ مھتم کیا ہوا ہے (سیر ص ۵۱ ج ۷)

2) امام ابو زرعہؒ تو فرماتے ہیں کہ امام مالک ابن اسحٰق کو پہچانتے ہی نہیں (توضیح الکلام ص ۲۶۶ ج ۱) الجواب یہ اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے:

3) امام ابو زرعہؒ الدمشقی کا قول گزر چکا ہے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابن اسحٰق صدوق ہے (توضیح الکلام ص ۲۷۴ ج ۱) امام ابو زرعہؒ کا یہ قول کہیں نہیں گزرا کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ ابن اسحٰق صدوق ہے یہ محض جھوٹ ہے بلکہ ابو زرعہ الدمشقی فرماتے ہیں:

وابن اسحق رجل قد اجمع الکبراء من اہل العلم علی الاخذ عنہ و قداختبرہ اہل الحدیث فرواصدوقا (تہذیب ص ۴۲ ج ۹)

ابن اسحٰق وہ آدمی ہیں جن سے روایت لینے میں بڑے بڑے اہل علم متفق ہیں اہل حدیث نے ان کا پتہ لگایا تو اسے صدوق پایا۔

(توضیح الکلام ص ۲۲۵ ج ۱) بڑے بڑے متفق ہیں نہ کہ تمام محدثین کرام " متفق ہیں۔ پھر یہ حوالہ تاریخ بغداد ص ۲۲۴ ج ۱ کا ہے جس کی سند میں محمد بن عثمٰن القاضی المتوفی ۴۰۶ھ کذاب ہے (تاریخ بغداد ص ۵۱ ج ۳ تا ص ۵۲) پھر دوسری سند میں خطیب بغدادیؒ کا استاذ ابو محمد عبدالرحمن بن عثمٰن بن القاسم الدمشقی نے اپنا خط خطیب بغدادی کو بھیجا تھا خطیب کا اپنے استاذ سے سماع ہے۔ یا نہیں پھر اس کے استاذ کا ابو المیمون البجلی سے سماع ہے۔ یا نہیں اس کے حالات نامعلوم ہیں فلھذا سند کے لحاظ سے یہ روایت مخدوش ہے۔

4) امام ابو زرعہ الرازیؒ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں۔ قال ابو زرعۃ ابن اسحٰق لیس یمکن ان یقضی لہ سوال یہ ہے کہ "وہ تو محض ہیچ ہے" کن الفاظ کا ترجمہ ہے اور جب وہ محض ہیچ ہے تو اس کے متعلق فیصلہ مشکل " کیوں ٹھہرا جبکہ فیصلہ تو ہو چکا کہ وہ محض ہیچ ہے پھر ان کا یہ قول حدیث قلتین کے متعلق ہے وہ بلاشبہ اسے مضطرب قرار دیتے ہیں (توضیح الکلام ص ۲۴۲ ج ۱)

الجواب: امام ابوزرعہ رازیؒ نے ابن اسحٰق کی روایت قلتین کو جس طرح مضطرب فرمایا ہے۔ اس طرح احمد بن محمد بن سلیمن فرماتے ہیں:

وسمعت ابا زرعة یقول اذا انفرد ابن اسحق بالحدیث لا یکون حجة ثم روی لہ حدیث القراءۃ خلف الامام (سیر اعلام النبلاء ص ۸۰ ج ۱۳)

اور میں نے ابوزرعہؒ سے سنا کہ جب ابن اسحٰق کسی حدیث کیساتھ اکیلا ہو تو حجت نہیں پھر امام ابوزرعہؒ نے ابن اسحٰق کی حدیث قراءۃ خلف الامام والی روایت کی ہے۔

یعنی قراءۃ خلف الامام والی روایت میں بھی اکیلا ہے اس لئے حجت نہیں ہے (فللہ الحمد) ابن اسحٰق کی اسی حدیث کے تحت محشی علامہ شعیب الارنؤ وط غیر مقلد اور علامہ ابوزید لکھتے ہیں۔ وھذا سند رجالہ ثقات وقد صرح ابن اسحٰق فی بعض الروایات بالتحدیث فانتفت شبھۃ تدلیسہ الا ان مکحولا مدلس وقد عنعن وھو مضطرب الاسناد فالسند ضعیف (حاشیہ سیر اعلام النبلاء ص ۸۱ ج ۱۳) اور سند کے راوی ثقہ ہیں اور ابن اسحٰق نے بعض روایات میں تحدیث کی ہے تدلیس کا شبہ ختم ہو گیا مگر مکحول مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کی ہے اور پھر سند میں بھی اضطراب ہے۔ پس سند ضعیف ہے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں

لم یختلف فی الروایۃ عنہ الثقات والائمۃ (تھذیب ص ۴۵ ج ۹ میزان ص ۴۷۴ ج ۳) (توضیح الکلام ص ۲۲۶ ج ۱)	ثقات اور ائمہ کرام اس سے روایت لینے میں مختلف نہیں۔

اور الکامل لابن عدی (۲۱۲۵ ج ۶) میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

ولم یختلف عنہ فی الروایۃ عنہ الثقات و الائمۃ (توضیح الکلام ص ۲۷۵ ج ۱)	کہ ثقات اور ائمہ ان سے روایت لینے میں مختلف نہیں ہیں۔

الجواب: امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں لم یختلف فی الروایۃ عنہ الثقات والائمۃ (الکامل لابن عدی ص ۲۱۲۵ ج ۶) کہ ابن اسحٰق سے روایت کرنے میں ثقہ اور ائمہ پیچھے نہیں رہے۔ نیز دیکھئے کتاب القراءۃ ص ۴۰ طبع دھلی وسیر اعلام النبلاء ص ۴۸ ج ۷ اثری صاحب نے تھذیب ص ۴۵ ج ۹ کا حوالہ جھوٹا دیا ہے۔ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور الکامل کا حوالہ بھی غلط دیا ہے۔

6) امام مالکؒ

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور ابن معینؒ بھی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا کلام حدیث کے بارے میں نہیں ہے (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۲) توضیح الکلام ص ۲۵۷ ج ۱)

الجواب ایک من گھڑت سند سے امام مالکؒ نے ھشام بن عروہ کو کذاب کہا ہے تو ابن معینؒ ھشام بن عروہ کا جواب دے رہے ہیں۔ اس کا محمد بن اسحٰق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ پھر بغدادی کی جلد دوم نہیں بلکہ اول ہے۔

پھر مولانا موصوف لکھتے ہیں امام مالکؒ نے انہیں کذاب کہا ہے جو ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں لیکن امام جرح وتعدیل یحیٰؒ بن معین فرماتے ہیں عسیٰ ارادفی الکلام فامافی الحدیث فھو ثقۃ۔ غالباً انہوں نے کلام میں غلطی کی بناء پر کذاب کہا مگر حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۳۹ ج ۱ تا ص ۲۴۰) الجواب امام مالکؒ کی یہ جرح ھشام بن عروہ کے بارے ہے اور یحیٰ بن معینؒ کا دفاع بھی ھشام بن عروہ سے ہے۔ ع۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

7) امام ذھبیؒ لکھتے ہیں ولکن ھذہ الخرافۃ من صنعۃ سلیمان وھو الشاذ کونی لاصبحہ اللہ بخیر فانہ مع تقدمہ فی الحفظ متھم عندھم بالکذب (سیر اعلام النبلاء ص ۴۹ ج ۷) لیکن یہ خرافہ سلیمان شاذ کونی کی کاری گری ہے اللہ تعالیٰ اس کی صبح بخیر نہ کرے کیونکہ یہ تقدم حفظ کے باوجود محدثین کرامؒ کے ہاں متھم بالکذب ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد شاذ کونی ہے اور وہ متھم بالکذب ہے لیکن یہ صحیح نہیں جبکہ تاریخ بغداد ص ۲۲۲ ج ۱۱ اور میزان میں سلیمن ابوداؤد الطیالسی کی صراحت موجود ہے اور الشاد کونی کی کنیت ابو داؤد نہیں بلکہ ابوایوب ہے (میزان ص ۲۲۰ ج ۲) البتہ ابوقلابہ گوصدوق ہے مگر بغداد میں سکونت کے بعد حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور اس کی احادیث میں خطاء بھی پائی جاتی ہے (تقریب ص ۳۳۴) واللہ اعلم (توضیح الکلام ص ۲۳۴ ج ۱) الجواب محدثین کرامؒ کی جرح کے جواب میں متاخرین نے ابن اسحٰق کو بچانے کے لئے کئی حیلے اور بہانے بنائے مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اس حکایت کے علاوہ ان حضرات سے جرح ابن اسحٰق کے متعلق منقول ہے۔ مثلاً حدثنا وھیب سمعت ھشام بن عروۃ یقول ابن اسحٰق کذاب (سیر اعلام النبلاء ص ۴۸ ج ۷) ھشام بن عروہؒ نے فرمایا کہ ابن اسحٰق کذاب ہے۔

2) کان یحیٰ بن سعید الانصاری و مالک یجرحان محمد بن اسحٰق (سیر اعلام النبلاء ص ۴۹ ج ۷) کہ یحیٰ بن سعید الانصاری اور امام مالک محمد بن اسحٰق پر جرح کرتے ہیں۔

الفلاس سمعت یحی بن سعید یقول لعبید اللّٰہ الی این تذھب قال اذھب الیٰ وھب بن جریر اکتب السیرۃ قال یکتب کذباً کثیراً قلت کان وھب یرویھا عن ابیہ عن ابن اسحق و اشار یحی القطان الیٰ مافی السیرۃ من الواھی من الشعر و من بعض الآثار المنقطعۃ المنکرۃ فلو حذف منھا ذالک لحسن (سیر اعلام النبلاء ص ۵۲ ج ۷)

یحیٰ بن سعید القطانؒ نے عبید اللہ کو کہا کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ وھب بن جریر کے پاس جاتا ہوں سیرۃ لکھنے کیلئے فرمایا کہ بہت جھوٹ لکھے گا۔ میں ذھبیؒ کہتا ہوں وھب روایت کرتا تھا اپنے باپ سے ابن اسحٰق سے اور اشارہ کیا یحیٰ القطانؒ نے جو سیرۃ محمد ابن اسحٰق میں جو واہی شعر ہے اور بعض آثار منقطعہ اور اوپرے ہیں۔ اگر ان کو حذف کیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔

۸) علی بن مدینیؒ خود علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں:

نظرت فی کتاب ابن اسحق فما وجدت علیہ الاحدیثین ویمکن ان یکونا صحیحین (بغدادی ص ۲۳۱ ج ۱ جزء القراءۃ ص ۱۸ وغیرہ) (توضیح الکلام ص ۲۲۶ ج ۱)

میں نے ابن اسحٰقؒ کی کتاب دیکھی تو میں نے صرف دو حدیثیں قابل گرفت پائیں اور ممکن ہے کہ وہ بھی صحیح ہوں۔

امام بیہقیؒ نے کتاب القراءۃ ص ۳۹ تا ۴۰) میں ان دونوں حدیثوں کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ دو حدیثیں بھی صحیح ہیں (توضیح الکلام ص ۲۷۰ ج ۱) الجواب: وہ دو حدیثیں یہ ہیں عبد الرحمٰن بن محمد المحاربی عن یحیٰ بن سعید الانصاری عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نعس احدکم فی الصلوۃ فی المسجد یوم الجمعۃ فلیتحول من مجلسہ الی غیرہ واما الحدیث الثانی فلانہ مشہور بعروۃ عن بسرۃ فرواہ محمد بن اسحٰق عن عروۃ عن زید بن خالد الجھنی وقد رواہ اسحٰق بن ابراھیم الحنظلی فی مسندہ عن محمد بن بکر البرسانی عن ابن جریج عن الزھری عن عبد اللہ بن ابی بکر عن بسرۃ بنت صفوان وعن زید بن خالد الجھنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مس احدکم ذکرہ فلیتوضأ ورواہ احمد بن حنبل عن البرسانی ھکذا فخرج ابن اسحٰق من عھدۃ الحدیثین کما قال البخاری عن علی

بن المدینی ویمکن ان یکونا صحیحین (کتاب القراءۃ ص ۴۰ طبع دھلی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو اونگھ آ جائے مسجد میں جمعہ کے دن تو مجلس تبدیل

کرے اور دوسری حدیث مشہور ہے عروہ عن بسرۃؓ کے ساتھ پس محمد بن اسحٰق نے عن عروہ عن

زید بن خالد الجھنی سے روایت کی ہے اور اسحٰق بن راھویہ نے اپنے مسند میں البرسانی عن ابن

جریج عن الزھری عن عبداللہ بن ابی بکر عن بسرۃ وعن زید بن خالد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک ہاتھ لگائے اپنے ذکر کو تو وضوء

کرے اور امام احمدؒ بن حنبل نے البرسانی سے اس طرح روایت کیا ہے۔ پس ابن اسحٰق دونوں

حدیثوں کے عہدہ سے آزاد ہو گیا۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے علی بن المدینیؒ سے روایت کیا ہے

اور ممکن ہے کہ دونوں حدیثیں صحیح ہوں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے جو یہ فرمایا کہ امام

بیھقیؒ نے لکھا ہے کہ یہ دو حدیثیں بھی صحیح ہیں "یہ خالص جھوٹ ہے۔ باقی علی بن مدینیؒ کا یہ فرمانا

کہ ممکن ہے کہ یہ دو حدیثیں بھی صحیح ہوں۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محمود بن اسحٰق الخزاعی کی سند سے

ہے جو قابل اعتماد نہیں ہے۔ امام حاکمؒ کی معرفت علوم الحدیث ص ۱۰۷ میں ہے

قال علی بن المدینی حدثنا یعلی بن عبید عن محمد بن اسحق عن ابن ابی نجیح عن مجاھد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن علیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھدی مأتہ بذ نتہ فیھا جمل لا بی جھل قال ابن المدینی فکنت اریٰ ان ھذا من صحیح حدیث ابن اسحق فاذا ھو دلّس)

علیؒ بن المدینیؒ نے فرمایا یعلی بن عبید نے فرمایا عن محمد بن اسحٰق عن ابن ابی نجیح عن مجاھد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن علی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ قربانی کے بھیجے جس میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا۔ ابن المدینیؒ فرماتے ہیں میں خیال کرتا تھا کہ یہ صحیح حدیث ابن اسحٰق کی ہے پس اچانک معلوم ہوا کہ ابن اسحٰق نے تدلیس سے کام لیا ہے۔

یہ دو حدیثیں صحیح نہیں ہیں پہلی کی سند میں عبدالرحمن بن محمد المحاربی مدلس ہے مولانا ارشاد الحق

صاحب لکھتے ہیں وہ اگرچہ ثقہ ہے اور صدوق ہے مگر مدلس ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں لاباس بہ

وکان یدلس قال احمد (تقریب ص ۳۱۹) امام عجلیؒ نے بھی مدلس کہا ہے (تھذیب ص ۲۶۶ ج ۶)
حافظ ابن حجرؒ طبقات المدلسین کے طبقہ ثالثہ میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وصفہ العقیلی
بالتدلیس۔ کہ عقیلی نے اس کو مدلس قرار دیا ہے بلکہ مقدمہ فتح الباری ص ۴۱۹ میں بھی اس کا مدلس
ہونا نقل کیا ہے اور ص ۴۶۲ میں لکھتے ہیں۔ تکلم فیہ للتدلیس کہ تدلیس کی بناء پر ان پر کلام کیا گیا
ہے۔ لہذا جب المحاربیؒ مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے تو یہ روایت کیونکر قابل استدلال ہو سکتی
ہے۔ (توضیح الکلام ص ۴۸ ج ۲) محمد بن اسحٰق کی دوسری حدیث عروہ عن زید بن خالد الجھنی جو کہ
مشہور ہے عروہ عن بسرہؓ سے مگر ابن اسحٰق نے بسرہ کے بجائے زید بن خالد کا نام غلط لیا ہے۔
چنانچہ علامہ ذھبیؒ میزان الاعتدال ص ۴۷۳ ج ۳) میں فرماتے ہیں ھذا غلط وصوابہ عن بسرۃ بدل
زید۔ یہ غلط ہے صواب یہ ہے کہ بسرہ رسے ہے زیدؓ سے نہیں۔ سند احمد اور مسند اسحٰق بن راھویہ
میں ابن جریج عن الزھری عن عبداللہ بن ابی بکر عن بسرۃ وعن زید بن خالد مروی ہے اس میں کئی
خرابیاں ہیں۔ (۱) ابن جریج مدلس۔ (۲) زھریؒ مدلس (۳) عبداللہ بن ابی بکر المتوفی ۱۳۵ھ
یا ۱۳۰ھ کا سماع حضرت بسرہؓ یا حضرت زیدؓ بن خالد سے نہیں ہے۔ مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے
ہیں ایک سند ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ عن ام سلمۃ ہے۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں اسنادہ صحیح
(سنن ص ۱۱۸ ج ۱) حالانکہ اس میں بھی ابن جریج مدلس ہے۔ پھر ہذا اسناد صحیح اور حدیث صحیح میں
فرق بین ہے۔ جیسا کہ پہلے بارہا گذر چکا ہے (توضیح الکلام ص ۵۶۵ ج ۲)۔ ابن اسحٰق کی ایک
اور حدیث بھی غلط ہے۔ تشھد میں بسم اللہ کا اضافہ کرنا بھی ابن اسحٰق کی غلطی ہے۔ چنانچہ امام
بیہقیؒ لکھتے ہیں۔

راواہ محمد بن اسحق بن یسار عن الزھری و ھشام بن عروہ عن عبدالرحمن بن عبدالقاری عن عمر و ذکر فیہ التسمیۃ و زاد و قدم و اخر و ذالک یرد انشاء اللہ تعالی (سنن بیھقی ص ۱۴۲ ج ۲)	ابن اسحٰق نے زھریؒ وھشام عن عبدالرحمن عن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور اس میں بسم اللہ کا ذکر کیا ہے اور روایت کو آگے پیچھے بھی کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالی اس کو رد کر دیا جائیگا۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

والرواية الموصولة المشهورة عن الزهوی عن عروة عن عبدالرحمن القاری عن عمر ليس فيها ذكر التسمية و كذالک الرواية الصحيحة عن عبدالرحمن بن القاسم ويحي بن سعيد عن القاسم عن عائشة ليس فيها ذكر التسمية الاما تفردمحمد بن اسحق بن يسار (السنن الكبرى ص ۴۳ ج ۲)

کہ اور روایت مشہورہ جو کہ متصل ہے زھری عن عروہ عن عبدالرحمن عن عمرؓ اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے اور اس طرح روایت صحیحہ عبدالرحمن بن القاسم و یحییٰ بن سعید عن قاسم عن عائشہؓ سے اس میں بھی بسم اللہ کا ذکر نہیں مگر محمد بن اسحٰق جس کے ساتھ منفرد ہوا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

ورواه البيهقي من وجه آخر وفيه التسمية و فيه ابن اسحق وقد صرح بالتحديث لكن ضعفها البيهقي لمخالفته من هوا حفظ منه (التلخيص الحبير ص ۲۶۷ ج ۱)

اور روایت کیا ہے بیہقیؒ نے دوسری سند سے، جس میں بسم اللہ ہے اور اس میں ابن اسحٰق بھی ہے اور تحدیث کی بھی صراحت کی ہے لیکن امام بیہقیؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ احفظ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے۔

ابن اسحٰق کی ایک اور روایت حدثنی کے ساتھ مروی ہے لیکن ابن حجرؒ فرماتے ہیں وفی سندھما ابن اسحٰق وفیہ مقال (بلوغ المرام ص ۸۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور) ان دونوں حدیثوں کی سند میں ابن اسحٰق ہے اور اس میں جرح ہے۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "البتہ راوی اگر بکثرت مناکیر روایت کرے تو موجب قدح ہے ورنہ نہیں۔۔۔۔ اور ابن اسحٰق کو کثیر الغلط والخطایالہ مناکیر کثیرۃ کسی نے بھی نہیں کہا (توضیح الکلام ص ۲۶۱ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں "علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں میری نزدیک اس (ابن اسحٰق) کا صرف یہ گناہ ہے کہ سیرت میں منکر اشیاء اور غلط اشعار کو بھر دیا ہے (میزان ص ۴۶۹ ج ۳) توضیح الکلام ص ۲۶۳ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں بلکہ خود خطیبؒ لکھا ہے کہ تدلیس کے علاوہ چونکہ وہ قدریہ تشیع کی طرف بھی منسوب تھے اس بناء پر اہل علم نے ان پر کلام کیا ہے مگر اس کا صادق ہونا مرتفع نہیں

ہے (بغدادی ص ۲۲۴ ج ۱) توضیح الکلام ص ۲۵۸ ج ۱)۔ علامہ ذھبیؒ بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے علماء ابن اسحقؒ کی حدیث سے بوجوہ استدلال سے اجتناب کیا ہے ان میں ایک اس کا شیعہ ہونا۔ قدریہ کی طرف منسوب ہونا اور مدلس ہونا ہے۔ مگر صداقت اس سے مدفوع نہیں ہوتی (السیر ص ۳۹ ج ۳ توضیح الکلام ص ۲۶۴ ج ۱) نوٹ۔ ارشاد الحق صاحب اثری نے السیر کی جلد ۳ لکھی ہے حالانکہ جلد ۷ ہے۔ علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں:

والذی تقرر علیہ العمل ان ابن اسحق الیہ المرجع فی المغازی و الایام النبویة مع انہ یشذ باشیاء و انہ لیس بحجة فی الحلال و الحرام نعم ولا بالواھی بل یستشھد بہ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۷۳ ج ۱)

کہ ابن اسحق مغازی اور سیرۃ نبویہ کا امام ہے باوجودیکہ بعض چیزوں میں شاذ روایت بھی لے آتا ہے۔ اور حلال و حرام میں حجت نہیں ہے بالکل کمزور بھی نہیں بلکہ اس کی روایت شواہد میں پیش ہو سکتی ہے۔

علامہ ذھبیؒ ترجمہ ھشام بن سعد میں فرماتے ہیں:

فالجمهور علی انہ لا یحتج بھما (میزان ص ۲۹۶ ج ۴)

پس جمہور کے ہاں ابن اسحق اور حجاج بن ارطاۃ کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے۔

علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں:

ھذا الاجتھاد من شعبة مردود لا یلتفت الیہ بل خالد و ھشام محتج بھما فی الصحیحین ھما اوثق بکثیر من حجاج و ابن اسحق بل ھذین ظاھر ولم یترکا (سیر اعلام النبلاء ص ۱۹۱ ج ۶)

کہ اجتہاد شعبہؒ کا مردود ہے جس کی طرف التفات نہ کیا جائے بلکہ خالد الحذاء، وھشام بن سعد سے صحیحین میں حجت پکڑی گئی ہے اور یہ دونوں حجاج بن ارطاۃ اور ابن اسحق سے بہت ثقہ ہیں بلکہ حجاج اور ابن اسحق تو ماشاء اللہ ظاہر ہیں لیکن متروک نہیں ہیں۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں:

وابن اسحق لا یحتج بما ینفرد بہ من الاحکام فضلا عما اذا خالفہ من ھو اثبت منہ واللہ اعلم (الدرایہ ص ۱۹ ج ۱)

کہ ابن اسحق جس روایت میں اکیلا ہو اس سے حجت نہ پکڑی جائے چہ جائیکہ جب اپنے سے اثبت کی مخالفت کرے (پھر تو بطریق اولی حجت نہ پکڑی جائے)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وفی اسنادها ابن اسحٰق وهو حجة فی المغازی لا فی الاحکام اذا خالف (فتح الباری ص ١٧ ج ۴)

کہ اس روایت کی سند میں ابن اسحٰق ہے وہ مغازی میں حجت ہے نہ کہ احکام میں جب مخالفت کرے

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وابن اسحق حسن الحديث الّانهٗ لا يحتج به اذا خولف (فتح الباری ص ٣٢ ج ۴)

کہ ابن اسحٰق حسن الحدیث ہے مگر اس سے حجت نہ پکڑی جائے جب اس کی مخالفت کی جائے۔

امام ابوداوُدؒ فرماتے ہیں قدری معتزلی (میزان الاعتدال ص ۴٦٩ ج ٣) کہ ابن اسحٰق تقدیر کا بھی منکر ہے اور معتزلی مسلک رکھنے والا بھی ہے۔

امام اوزاعیؒ کان الاوزاعی سيئ القول فی ثور و ابن اسحق الخ ميزان الاعتدال ص ٣٧۴ ج ١)

امام اوزاعیؒ برا قول کرنے والے تھے ثور اور ابن اسحٰق کے متعلق۔

سلیمن تیمیؒ : معتمر فرماتے ہیں:

قال لی ابی لا ترو عن ابن اسحق فانه ، كذاب (الکامل لابن عدی ص ٢١١٦ ج ٦)

مجھے میرے باپ سلیمن تیمی نے کہا کہ ابن اسحٰق سے روایت نہ کر کیونکہ یہ کذاب ہے

امام اعمشؒ فرماتے ہیں کذب ابن اسحٰق الکامل لابن عدی ص ٢١١٧ ج ٦) کہ ابن اسحٰق نے جھوٹ بولا ہے۔

امام یحیٰی القطانؒ فرماتے ہیں ماترکت حدیث محمد بن اسحٰق الا للہ الکامل لابن عدی (ص ٢١١٦ ج ٢) میں نے محمد بن اسحٰق کی حدیث کو نہیں چھوڑا مگر اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ دجال من الدجاجلة (الکامل ابن عدی ص ٢١١٦ ج ٦) کہ ابن اسحٰق دجال ہے دجالوں میں سے (اور فرمایا کذاب ہے الکامل ایضاً)۔

امام حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں لولا الاضطرار مارویت عن ابن اسحٰق شیأ (الکامل ایضاً) اگر مجبوری نہ ہوتی تو میں ابن اسحٰق سے کچھ بھی روایت نہ کرتا۔

(نوٹ): امام مالک کا رجوع نقل کرتے ہیں ابن اسحق کے بارے میں یہ بالکل غلط ہے بلکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں نحن نفیناہ من المدینۃ (سیر اعلام النبلاء ص ۵۱ ج ۷) ہم نے مدینہ منورہ سے ابن اسحق کو جلاوطن کیا ہے۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں وکان خرج من المدینۃ قدیما فاتی الکوفۃ والجزیرۃ والری وبغداد فاقام بھا حتی مات بھا سنۃ (۵۱) تھذیب ص ۴۴ ج ۹) مدینہ منورہ سے قدیماً نکلا ہے۔ پس کوفہ اور الجزیرہ اور تہران و بغداد آیا اور یہاں اقامت اختیار کر لی اور یہاں ۱۵۱ھ میں فوت ہوا ہے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں۔ لیس بالقوی (قوی نہیں ہے) امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں لا یحتج بہ (میزان ص ۴۶۹ ج ۳) ابن اسحق سے حجت نہ پکڑی جائے۔ (نوٹ) مولانا حافظ محمد گوندلویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں دار قطنی نے اس (ابن اسحق) کو ثقہ کہا ہے (میزان ص ۲۱ ج ۳) خیر الکلام ص ۲۱۳) یہ خالص جھوٹ ہے۔

محدث فریابیؒ :

قال الشیخ وحضرت مجلس الفریابی وقد سئل عن حدیث لمحمد بن اسحق وکان یابی علیھم فلما کرروا علیه قال محمد بن اسحق نذکر کلمة شنیعة فقال زندیق (الکامل لا بن عدی ص ۲۱۱۷ ج ۶)

شیخ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں محدث فریابی کی مجلس میں حاضر ہوا اور ان سے محمد بن اسحق کی ایک حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ ان پر انکار کرتے تھے جب بار بار پوچھا تو فرمایا محمد بن اسحق تو زندیق (یعنی بے دین) ہے۔

محدث امام ابن ابی عدیؒ فرماتے ہیں یلعب بالدیوک (میزان ص ۴۷۱ ج ۳) کہ ابن اسحق مرغوں کیساتھ کھیلا کرتا تھا۔

اصحاب ابن عیینہؒ وقال ابن ابی خیثمة نا ابن المنذر عن ابن عیینه انه قال ما یقول اصحابی فی محمد ابن اسحق قلت یقولون انه، کذاب فقال لا تقل ذالک (امام الکلام ص ۲۶۴)

ابن ابی خیثمہؒ نے کہا کہ مجھے محدث ابن المنذرؒ نے بتایا کہ ابن عیینہؒ نے مجھ سے پوچھا کہ میرے ساتھی ابن اسحق کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں تو میں نے کہا وہ کذاب کہتے ہیں۔ تو فرمایا کہ تو کذاب نہ کہہ۔

امام محمد بن جریر طبریؒ فرماتے ہیں:

انهم غير مرتضين محمد بن اسحق (تهذيب الآثار طبری القسم ثانی (۲) مسند عمر بن الخطاب ص ۱۴۶)

کہ محدثین کرامؒ کے ہاں محمد بن اسحٰق پسندیدہ نہیں ہے۔

امام نوویؒ کی جرح۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ان میں ایک ابن اسحٰق بھی ہے (بحوالہ مقدمہ شرح مسلم جواب بلاشبہ ابن اسحٰق الصحیح کی شروط کے مطابق نہیں (توضیح الکلام ص ۲۴۸ ج ۱)۔

امام ابوحاتمؒ کی جرح انکے مکمل الفاظ یوں ہیں:

يس عندي في الحديث بالقوى ضعيف الحديث وهو احب الى من افلح بن سعيد يكتب حديثه (الجرح والتعديل ص ۱۹۳ ج ۳ق ۲) توضيح الكلام ص ۲۲۸ ج ۱

کہ حدیث میں وہ قوی نہیں ضعیف الحدیث ہے اور وہ مجھے افلح بن سعید سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

علامہ ابن جوزیؒ کا کلام: امام ابن جوزیؒ موضوعات میں لکھتے ہیں اما محمد مجروح شهد بكذبه مالک۔ الخ۔ بحوالہ نصب الرایہ جواب بلا شبہ حافظ ابن جوزیؒ نے کتاب الضعفاء کتاب الموضوعات اور العلل المتناھیہ میں ابن اسحٰق پر جرح نقل کی ہے (توضیح الکلام ص ۲۵۸ ج ۱)۔

محدث عباس العنبریؒ کی جرح۔ وھیب بن خالد کہتے ہیں:

کہ میں نے امام مالکؒ سے محمد بن اسحٰق کے بارے پوچھا فقال اتھمہ قال عباس بیدہ انی اتھمہ (الضعفاء الکبیر للعقیلی ص ۲۳ ج ۴) تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو متہم قرار دیتا ہوں۔ عباس العنبریؒ نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ میں بھی متہم قرار دیتا ہوں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں

هو كثير التدليس جداً قلت له فاذا قال حدثني واخبرني فهو ثقة قال هو يقول اخبرني فيخالف (الضعفاء الكبير للعقيلي ص ۲۸ ج ۴)

کہ وہ سخت تدلیس والا ہے تو میں نے کہا جب حدثنی و اخبرنی کہتا ہے تو ثقہ ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ وہ حدثنی واخبرنی کہنے کے باوجود راویوں کی مخالفت کرتا ہے

معاذؒ کی جرح: معاذؒ فرماتے ہیں:

رایت محمد بن اسحق علیه ازار رقیق متخلق و خصیة مدلاة (الضعفاء الکبیر للعقیلی ص۲۸ ج۴)

کہ میں نے محمد بن اسحٰق کو دیکھا اس پر باریک تہبند تھا خلوق سے رنگا ہوا اور خصیہ (اسکا) لٹکا ہوا تھا۔

مولانا محمد حسن صاحب فیض پوریؒ تھذیب الاسلام فی جواب تبصرة الانام ص۴۲ میں لکھتے ہیں:

قال ابن عبدالبر فی التمهید اما محمد بن اسحق وزیادته علی الزهری فانها غیر مقبولة لانه مما لا یحتج به جملة عند جماعة اهل العلم بالحدیث منهم احمد بن حنبل ویحی بن معین ویحی بن سعید القطان وکان علی بن المدینی و شعبة و ابن عیینة یحتجون بحدیثه جملة و امام هذا الحدیث فقد خولف فیه محمد بن اسحق فرواه الاوزاعی عن مکحول عن رجاء بن حیوة عن عبدالله بن عمرو قال صلینا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث ورواه زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادة و نافع هذا مجهول و مثل هذا الاضطراب لا یثبت به عند اهل العلم بالحدیث شئ و لیس فی هذا الباب ما لا مطعن فیه من جهة الاسناد غیر حدیث الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة و هو محتمل للتاویل انتهی کلام ابن عبدالبر.

کہ ابن عبدالبرؒ نے تمہید میں کہا ہے کہ اے پر محمد بن اسحٰق اور اس کی زیادۃ زھریؒ پر غیر مقبول ہے کیونکہ ایک جماعت محدثین کرامؒ کے ہاں حجت نہیں ہے۔ جن میں امام احمدؒ و یحی بن معینؒ و یحی القطانؒ ہیں اور علیؒ بن مدینی و شعبہؒ ابن عیینہؒ اس کو حجت مانتے ہیں اور اے پر یہ حدیث پس اسمیں محمد بن اسحٰق کی مخالفت کی گئی ہے۔ امام اوزاعیؒ نے مکحول عن رجاء عن عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی (الحدیث) اور زید بن واقد نے مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہؓ سے روایت کی ہے اور نافع یہ مجہول ہے اور مثل اس اضطراب کے اہل علم کے ہاں کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں جو طعن سے خالی ہو۔ سند کے اعتبار سے سوا حدیث زھریؒ عن محمود بن الربیع عن عبادہؓ کے اور وہ تاویل کا احتمال رکھتی

ہے (ابن عبدالبرؒ کا کلام ختم ہوا) (نوٹ ضروری) تمہید ابن عبدالبر مطبوعہ میں تحریف واقع ہوئی ہے۔ اس میں ہے واما حدیث ابن اسحٰق فرواہ الاوزاعی عن مکحول الخ ہے دیکھئے التمہید ص ۴۶ ج ۱۱) محشی غیر مقلد نے ص ۴۵ ج ۱۱ کے حاشیہ میں اقرار کیا ہے کہ کچھ عبارت ضائع ہوگئی ہے یہ ہے غیر مقلدین کا حال اور مولانا ارشاد الحق صاحب کے پاس التمہید کا قلمی نسخہ بھی موجود ہے۔ مگر غیر ملقدیت حق بات کہنے سے آڑے آ رہی ہے۔ امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں فلو ثبت الخبر ان (جزء القراءۃ ص ۸) اگر حضرت عبادہؓ اور حضرت جابرؓ کی دونوں حدیثیں ثابت ہوں (توضیح الکلام ص ۵۵۰ ج ۲ حاشیہ) مکحول وحرام بن معاویۃ ورجاء بن حیوۃ وھولاء لم یذکروا انھم سمعوا ابن محمود (جزء القراءۃ ص ۴۰) ان لوگوں نے نہیں ذکر کیا کہ انہوں نے محمود بن ربیع سے سنا ہے (توضیح الکلام ص ۳۳۹ ج ۱) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں امام بخاریؒ امام فن ہے انہوں نے جو بات کہی وہ دلائل کی روشنی میں کہی (توضیح الکلام ص ۳۹۱ ج ۱)۔ امام ابو زرعہ الرازیؒ سے گذر چکا ہے کہ اس حدیث میں ابن اسحٰق کا تفرد ہے حجت نہیں ہے۔ امام مکیؒ بن ابراھیم فرماتے ہیں:

جلست الی محمد بن اسحق فکان یخضب بالسواد فذکر احادیث فی الصفة فلم اعد الیه وقال ترکت حدیثه وقد سمعت منه بالری عشرین مجلسا (امام الکلام ص ۲۶۷)

کہ میں ابن اسحٰق کے ساتھ بیٹھا کالا خضاب لگاتا تھا صفات باری میں احادیث ذکر کیں میں اس کی طرف لوٹ کر نہ گیا اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور بے شک تہران میں میں ان سے بیس مجلسیں سن چکا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

والذین اوجبوا القراءۃ فی الجھر احتجوا بالحدیث الذی فی السنن عن عبادة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا کنتم ورائی فلا تقرأوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوة لمن

کہ اور جن لوگوں نے قراءۃ کو جہری نماز میں واجب قرار دیا انہوں نے حجت پکڑی سنن کی روایت سے حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میرے

لم يقرأبها وهذا الحديث معلل عند ائمة الحديث بامور كثيرة ضعفه احمد وغيره من الائمة وقد بسط على ضعفه في غير هذا الموضع وبين ان الحديث الصحيح قول النبي صلى الله عليه وسلم لا صلوة الا بام القرآن فهذا هو الذي اخرجاه في الصحيحين ورواه الزهري عن محمود بن الربيع عن عبادة و اما هذا الحديث فغلط فيه بعض الشاميين واصله ان عبادة كان يؤم ببيت المقدس فقال هذا فاشتبه عليهم المرفوع بالموقوف على عبادة۔ (مجموع الفتاویٰ شیخ الاسلام ص ۲۸۶ ج ۲۳ تا ص ۲۸۷)

پیچھے ہو تو سورۃ فاتحہ کے سوا نہ پڑھا کرو کیونکہ جو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی یہ حدیث معلل ہے ائمہ حدیث کے ہاں بہت سے امور کی وجہ سے امام احمدؒ وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کا ضعف دوسری جگہ بیان کیا ہے اور کہا ہے صحیح حدیث وہ ہے جو زھریؒ نے صحیحین میں روایت کی ہے اسے پر یہ حدیث بعض شامی راویوں نے غلطی کی ہے اصل یہ ہے کہ حضرت عبادۃ نے بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور یہ بیان کیا تو بعض راویوں پر موقوف مرفوع کے ساتھ رل مل گئی

نیز لکھتے ہیں:

واما الحديث فقد طعن فيه الامام احمد وغيره و لفظ الحديث الذي في الصحيحين ليس فيه الاقول مطلق (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۳۱۳ ج ۲۳)

اے پر ابن اسحٰق کی حدیث پس بے شک اس پر جرح کی ہے امام احمدؒ وغیرہ نے اور صحیحین والی حدیث مطلق ہے (اسمیں مقتدی کا ذکر نہیں ہے)

موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

وحديث عبادة الآخر لم يروه غير ابن اسحق كذالك قاله احمد و قد رواه ابو داؤد عن مكحول عن نافع بن محمود بن الربيع الانصاري و هو ادنى حالا من ابن اسحق فانه غير معروف من اهل الحديث (المغني ص ۲۶۳ ج ۲ تا ص ۲۶۴)

کہ حدیث دوسری حضرت عبادہؓ کی اس کو ابن اسحٰق کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا۔ اس طرح امام احمدؒ نے فرمایا ہے اور بے شک ابوداوٗد نے روایت کیا ہے مکحول عن نافع بن محمود سے اور وہ گھٹیا حال ہے ابن اسحٰق سے کیونکہ وہ مجہول ہے۔

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں اور علامہ ابن قدامہؒ نے اسی عبارت کے متصل بعد تصریح کردی ہے کہ

فاما حديث عبادة الصحيح فهو محمول على غير المأموم (مغنى ص ۱۰۶ ج ۱) توضيح الكلام ص ۱۱ ج ۱

یعنی حضرت عبادہؓ کی صحیح حدیث غیر مقتدی پر محمول ہے۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

وقال ابو محمد عبد الحق و نافع بن محمود لم يذكره البخاری فی تاريخه ولا ابن ابی حاتم ولا اخرج له البخاری ومسلم شيأ و قال فيه ابو عمر مجهول (تفسير قرطبی ص ۱۲۰ ج ۱)

کہ اور کہا ہے ابو محمد عبد الحق محدث نے کہ نافع بن محمود کو امام بخاریؒ نے تاریخ میں ذکر نہیں کیا اور نہ ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے اور نہ بخاری و مسلم نے اس کی کوئی حدیث روایت کی ہے اور ابو عمر ابن عبد البرؒ نے اسکے بارے میں کہا ہے کہ مجہول ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا اعدل الاقوال فرمان ملاحظہ ہو:

نافع بن محمود بن ربيع و يقال اسم جده ربيعة الانصاری المدنی نزيل بيت المقدس مستور من الثالثة (تقريب التهذيب ص ۳۵۵)

کہ نافع بن محمود بن ربیع اور کہا جاتا ہے کہ اسکے دادا کا نام ربیعہ ہے الانصاری المدنی بیت المقدس میں قیام کرنے والا مستور ہے یعنی مجہول الحال ہے طبقہ ثالثہ سے ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فانه لم يخرج فی الصحيح وضعفه ثابت من وجوه وانما هو قول عبادة بن الصامت (مجموع فتاوی شيخ الاسلام ص ۳۴۰ ج ۲۲)

کہ ابن اسحٰق کی حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں نہیں نکالی گئی اور اس کا ضعف کئی وجوہ سے ثابت ہے اور یہ صرف حضرت عبادہؓ کا قول ہے۔

علامہ ماردینیؒ لکھتے ہیں:

قلت نافع بن محمود لم يذكره البخاری فی تاريخ ولا ابن ابی حاتم ولا اخرج له الشيخان و قال ابو عمر مجهول و قال الطحاوی لا يعرف (الجوہر النقی ص ۱۶۵ ج ۲)

کہ میں کہتا ہوں نافع بن محمود کو امام بخاریؒ نے تاریخ میں ذکر نہیں کیا اور نہ ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے اور نہ شیخین (بخاری و مسلم) نے انکی کسی حدیث کا اخراج کیا ہے اور ابو عمر ابن عبد البرؒ نے مجہول کہا ہے اور امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ لا یعرف یعنی مجہول ہے۔

امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

واحتج موجبو القراءة خلف الامام بحديث محمد بن اسحق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة ابن الصامت قال صلى (النبی) وهذا حديث مضطرب السند مختلف فی رفعه و ذالک انه رواه صدقة بن خالد عن زيد بن واقد عن مكحول عن نافع محمود بن ربيعة عن عبادة نافع بن محمود هذا مجهول لا يعرف و قدروىٰ هذا الحديث ابن عون عن رجاء بن حيوة عن محمود بن الربيع موقوفا على عبادة لم يذكر فيه النبی صلى الله عليه وسلم و قدروىٰ ايوب عن ابی قلابة عن انس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اتقرأون و الامام يقرأ فسكتوا فسألهم ثلاثاً فقالوا انا لنفعل فقال فلا تفعلوا فلم يذكر فيه استثناء فاتحة الكتاب وانما اصل حديث عبادة ما رواه يونس عن ابن شهاب قال اخبرنی محمود ابن الربيع عن عبادة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ القرآن فلما اضطرب حديث عبادة هذا الاضطراب فی السند و الرفع و المعارضة لم يجز الاعتراض به على ظاهر القرآن و الآثار الصحاح النافية للقراءة خلف الامام (احكام القرآن ص ۳۲ ج ۳)

کہ قراءۃ خلف الامام کو واجب کہنے والوں نے محمد بن اسحٰق کی حدیث سے حجت پکڑی ہے اور یہ حدیث مضطرب السند ہے اس کے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے اور یہ اس لئے کہ صدقہ بن خالد نے زید بن واقد عن مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہؓ سے حدیث نقل کی ہے اور نافع یہ مجہول ہے جس کو پہچانا نہیں گیا اور بے شک روایت کیا اس حدیث کو ابن عون نے عن رجاء عن محمود سے موقوفاً حضرت عبادہؓ پر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا اور بے شک ایوب نے عن ابی قلابہ عن انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر متوجہ ہوئے پس فرمایا کیا تم قراءۃ کرتے ہو۔ جب امام قراءۃ کر رہا ہوتا ہے پس چپ ہو گئے۔ پس ان سے تین مرتبہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم بے شک قراءۃ کرتے ہیں پس فرمایا کہ نہ کیا کرو پس اس میں فاتحہ کا استثناء نہ کیا اور سوا اسکے نہیں کہ اصل حدیث حضرت عبادہؓ کی وہ ہے جو یونس عن ابن شہاب عن محمود بن الربیع عن عبادہؓ (صحیحین والی ہے) پس جب حدیث عبادہؓ میں یہ اضطراب سند اور رفع اور معارضہ میں اختلاف ہے تو اعتراض ظاہر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر جو نافی قراءۃ خلف الامام ہیں جائز نہ ہوا۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ نافع بن محمود سے خلف الامام کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔ ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ حدیثہ معلل " کہ اس کی حدیث معلل ہے (میزان ص ۲۲۷ ج ۳) بحوالہ احسن الکلام طبع دوم ص ۹۰ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں کہ میزان الاعتدال میں جو اس سے "حدیثہ، معلل" کے الفاظ منقول ہیں وہ کتاب الثقات میں نہیں ہیں (توضیح الکلام ص ۳۶۱ ج ۱) الجواب: کتاب الثقات میں ہے ومتن خبرہ یخالف متن محمود بن الربیع عن عبادۃ کانھما حدیثان الخ (تھذیب التھذیب ص ۴۱۰ ج ۱۰) نافع بن محمود کی حدیث کا متن محمود بن الربیع کی حدیث کے متن کے خلاف ہے گویا کہ دو حدیثیں ہیں۔ جب نافع بن محمود کا محمود بن الربیع کے حدیث کے خلاف متن ہے تو معلول ہوئی۔ اس لئے کتاب الثقات میں اگر حدیثہ، معلل کے لفظ نہیں ہیں۔ تو کوئی حرج نہیں مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں۔ بلاشبہ ثقہ راویوں کی حدیث معلول ہو سکتی ہے۔ لیکن جب راوی سے ایک ہی حدیث مروی ہو اور وہ بھی معلول تو وہ ثقہ کیسے ہوا (توضیح الکلام ص ۳۶۳ ج ۱) الجواب: علامہ ذھبیؒ کی بات میزان الاعتدال والی صحیح ہے اور الکاشف میں جو نافع بن محمود کو ثقہ کہا ہے وہ غلط ہے فلھذا یہ حدیث یقیناً معلول ہے مولانا خواجہ محمد قاسم صاحب مرحوم غیر مقلد ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ مگر یہ روایت حنفیہ کے کام کی نہیں کیونکہ اس میں محمد بن اسحٰق ہے اور وہ یہ الفاظ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ (حی علی الصلوۃ ص ۱۹۳)

مولانا محمد اعظم غیر مقلد گوجرانوالا لکھتے ہیں۔ محمد بن اسحٰق ضعیف ہے قال یحیٰ بن القطان اشھد ان محمد بن اسحٰق کذاب قال مالک دجال من الدجاجلۃ محمد بن اسحٰق جھوٹا اور دجال ہے (تعزیہ و ماتم اور واقعہ کربلا ص ۳۰) مولانا فیض عالم صدیقی مرحوم غیر مقلد لکھتے ہیں "محمد بن اسحٰق جس کے متعلق امام مالک کا قول ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر نہیں امام بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی علی المدائنی اسے ضعیف الروایۃ کہتے ہیں۔ ابو حاتم کے نزدیک وہ غیر مستند تھا اور نسائی اسے

ضعیف کہتے تھے۔(اختلاف امت کا المیہ ص ۱۶۷ تیسرا ایڈیشن ناشر عبدالتواب اکیڈمی بیرون بوھڑ گیٹ ملتان)۔

مولانا ارشادالحق صاحب اثری لکھتے ہیں امام خازنؒ بھی لکھتے ہیں اخرجہ الترمذی بطولہ واخرجاہ فی الصحیحین اقصر منہ (تفسیر خازن ج۲ ص۲۷۲) کہ کہ ترمذیؒ نے اس حدیث کو مفصل اور بخاری ومسلم میں الصحیح میں اسے مختصر نقل کیا ہے۔ لہذا جب دونوں حدیثیں ایک ہیں اور مفسر اور دوسری مجمل تو پھر مفسر پر اعتراض کیوں (توضیح الکلام ص ۳۸۴ ج ۱) الجواب مفسر روایت معلول اس لئے ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحٰق کذاب اور دجال من الدجاجلۃ موجود ہے۔(۲) پھر مکحول مدلس ہے اور اس کا سماع اپنے استاذ سے نہیں ہے۔ جبکہ زھریؒ کا سماع اپنے استاذ سے مذکور ہے اور مکحول مدلس ہے علامہ ذھبیؒ میزان الاعتدال ص ۱۷۷ ج ۴ میں لکھتے ہیں۔ قلت ھو صاحب تدلیس ورمی بالقدر فاللہؒ اعلم کہ مکحول شامی مدلس ہے اور تقدیر کے انکار کے ساتھ متھم ہے۔ مولانا ارشادالحق صاحب اثری لکھتے ہیں الغرض مکحول اصطلاحی مدلس نہیں حافظ ابن حجرؒ نے بلا شبہ طبقات المدلسین کے طبقہ ثالثہ میں اسے ذکر کیا ہے لیکن تقریب التھذیب (ص ۵۰۶) میں اسے مدلس نہیں کہا (توضیح الکلام ص ۳۳۷ ج ۱) الجواب مولانا امیر علی غیر مقلد نے ان پر تعاقب کیا ہے۔ قلت ھو صاحب تدلیس (تقعیب ص ۵۰۶) کہ مکحول صاحب تدلیس ہے اور امام ابن حبان نے فرمایا ربما دلس (تھذیب التھذیب ج۱۰ ص۲۹۲ کہ بعض اوقات مکحول نے تدلیس سے کام لیا ہے۔ مولانا فقیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے امام مکحول کو صرف طبقات المدلسین ہی میں نہیں بلکہ النکت علی کتاب ابن الصلاح ص ۶۴۳ ج ۲) میں بھی مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے (خاتمۃ الکلام ص ۲۷۳) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ بھی مکحول کا شمار مدلسین میں کرتے ہیں۔(ابکار المنن ص ۶۰) غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

وفي الزوائد وفي اسناده الوليد بن مسلم مدلس وكذالك مكحول الدمشقي (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ص ۲۷۱ ج ۱

کہ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں ولید بن مسلم واقع جو مدلس ہے اس طرح مکحول اور دمشقی بھی مدلس ہے۔

نیز مولانا علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں مکحول وابورجاء مدلسان (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ص ۹ ج ۲) کہ مکحول اور ابورجاء دونوں مدلس ہیں۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ امام نسائیؒ نے مدلسین کی فہرست ذکر کی ہے وزدت انا الاعمش مکحول بقیۃ بن الولید، الولید بن مسلم وآخرون (سیر اعلام النبلاء ص ۴۷ ج ۷) ترجمہ: حجاج بن ارطارۃ کہ میں مدلسین کی فہرست میں زیادہ کرتا ہوں اعمش، مکحول بقیۃ بن الولید اور ولید بن مسلم اور دوسرے راویوں کا مولانا ارشادالحق صاحب اثری کا جب سر چکرایا تو لکھدیا پھر ہمارا استدلال صرف ابن اسحٰق کی روایت پر ہی نہیں دیگر صحیح روایات کچھ پہلے گزر چکی ہیں (توضیح الکلام ص ۲۹۶ ج ۱) مولانا زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کا دارومدار محمد بن اسحٰق پر ہرگز نہیں ہے (حاشیہ نورالعینین ص ۳۰) حالانکہ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں ومن ذالک وھو قوی اوثقھم واصرح حججھم حدیث عبادۃ بن الصامت (امام الکلام ص ۲۵۵) اور ابن اسحٰق کی حدیث ان کے تمام دلائل میں سے زیادہ قوی اور صریح روایت ہے۔ اعتراض احناف حضرات بھی ابن اسحٰق کی روایت سے حجت پکڑتے ہیں مثلاً چور کا ہاتھ دس درھم کے بدلے میں کاٹا جائے اور صبح کی نماز اسفار میں پڑھنے پر الجواب: چور کا ہاتھ کاٹنا تاریخی حقائق پر مبنی ہے اور تاریخ اور مغازی کا یہ امام ہے عندالجمھور مولانا ارشادالحق صاحب اثری لکھتے ہیں کہ بلکہ یہ روایت بھی معنعن ہے (توضیح الکلام ص ۲۹۹ ج ۱) الجواب: مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۷۴ ج ۹ میں ابن اسحٰق کی تحدیث ثابت ہے پھر اس پر دارومدار بھی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کان

ثمن المجن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ دراھم (طبرانی کبیر ص ۳۱ ج ۱۱) کہ ڈھال کی قیمت حضور علیہ السلام کے زمانہ میں دس درہم تھی۔ اور صبح کی نماز اسفار میں پڑھنے کی روایت کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وقد روی شعبۃ والثوری ھذا الحدیث عن محمد بن اسحٰق وارواہ محمد بن عجلان ایضاً عن عاصم بن عمر بن قتادۃ قال ابو عیسیٰ حدیث رافع حدیث حسن صحیح (ترمذی ص ۴۰ ج ۱) کہ اس حدیث کو شعبہؒ وثوریؒ نے محمد بن اسحٰق سے روایت کیا ہے اور روایت کیا ہے محمد بن عجلان نے بھی عاصم بن عمر بن قتادہ سے ابو عیسیٰ فرماتے ہیں۔ حدیث رافع بن خدیج حسن صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن اسحٰق اکیلا نہیں محمد بن عجلان بھی یہ روایت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی سندوں سے یہ حدیث مروی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ محمد بن اسحٰق کا مکمل ترجمہ میں نقل نہیں کر سکا۔ بس اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ (وما علینا الا البلغ المبین)

****

باب متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اعتراض

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "امام حاکمؒ نے تو اسی معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۵۰ میں ایک روایت امام ابو حنیفہؒ کے واسطہ سے نقل کی ہے جسے وہ زھری عن سبرۃ بن الربیع الجھنی عن ابیہ کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں امام حاکمؒ یہی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حافظ ابو علیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابو حنیفہؒ سے تصحیف ہوئی ہے کہ امام زہریؒ سے ان کے تمام تلامذہ اسے بالاتفاق الربیع بن سبرۃ عن ابیہ کی سند سے ذکر کرتے ہیں" امام حاکمؒ کی اس تصریح پر معلوم نہیں مولانا صفدر کا کیا ردعمل ہوگا (توضیح الکلام ص ۶۵۴ ج ۲ کا حاشیہ) الجواب: امام حاکمؒ نے جس روایت کو پیش کیا ہے اس کی سند یوں ہے اخبرنی ابو علی الحافظ قال اخبرنا یحیی ابن علی بن محمد الحلبی بحلب قال ثنا جدی محمد بن ابراھیم بن ابی سکینۃ قال حدثنا محمد بن الحسن

الشیبانی قال حدثنا ابوحنیفۃ عن محمد بن شھاب الزھری عن سبرۃ بن الربیع الجھنی عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم فتح مکۃ الخ۔ ابو علی الحافظ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے تصحیف سے کام لیا ہے یہ نظریہ ابو علی الحافظ کا ظالمانہ ہے۔ ابو علی الحافظ پہلے امام ابوحنیفہؒ سے نیچے کے راویوں کے ترجمہ پر نظر کرتا مثلاً ابو علی الحافظ کا استاذ یحیٰ بن علی مجہول ہے اور پھر یحیٰ بن علی کا استاذ محمد بن ابراھیم کذاب ہے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ (لسان المیزان ص ۱۳۳ ج ۱ میزان ص ۸۰، ص ۸۱ ج ۱) تو ان راویوں کو چھوڑ کر امام اعظمؒ پر جرح کرنا کھلی خیانت ہے جبکہ ثقہ راویوں سے یہ روایت صحیح نقل ہوئی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو نمبر ۶۵۳۶ حدثنا احمد بن زھیر التستری ثنا محمد بن عثمن بن کرامۃ نا عبیداللہ بن موسیٰ عن ابی حنیفۃ عن یونس عن ابیہ عن الربیع بن سبرۃ عن ابیہ سبرۃ قال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن متعۃ النساء یوم فتح مکۃ (طبرانی کبیر ص ۱۳۳ ج ۷) ابو علی الحافظ ظالم ہے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

احمد بن حمدون ابو حامد الاعمشی الحافظ النیسا بوری سمع علی بن خشرم قال الحاکم کان ابو علی الحافظ یقول حدثنا احمد بن حمدون ان حلّت الروایۃ عنہ وانکر علیہ احادیث قال الحاکم احادیثہ کلھا مستقیمۃ **و ھو مظلوم (میزان ص ۹۴ ج ۱ تا ص ۹۵ ولسان ص ۱۲۵ ج ۱)**

کہ احمد بن حمدون الاعمشی الحافظ النیسابوری نے علی بن خشرم سے سنا ہے امام حاکمؒ کہتے ہیں ابو علی الحافظ کہتا تھا کہ مجھے حدیث بیان کی احمد بن حمدون نے اگر اس سے روایت کرنا حلال ہو اور ان کی احادیث پر انکار کیا ہے امام حاکمؒ فرماتے ہیں اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور وہ مظلوم ہے۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں:

ما کان محل ابی علی ان یسمع کلامۃ فی ابی حامد (میزان ص ۱۵۲ ج ۱)

کہ ابو علی ایسے مرتبہ کا نہیں کہ اس کی کلام ابو حامد کے حق میں سنی جائے۔

ابوعلیؒ محمد بن حمید الرازی کو اچھا سمجھتا تھا (میزان ص ۵۳۰ ج ۳) حالانکہ محمد بن حمید الرازی کذاب ہے خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ ابوعلی **المتعنت** ہے (تاریخ بغداد ص ۳۱۲ ج ۱) ابوعلی الحافظ امام طبرانی کے بارے میں بُری رائے رکھتے تھے علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں قلت ھذا تعنت علی حافظ حجۃ (سیر اعلام النبلاء ص ۱۲۶ ج ۱۶) مَیں ذھبیؒ کہتا ہوں کہ یہ سرکشی ہے ایک حافظ حجۃ کے بارے میں۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

سمعت احمد بن محمد یقول راسله ابن جوصا بانه قدانهی الی السلطان انک استصحبت غلاماً حدثاً وان اباه قدخرج فی طلبه یعنی ابا عمرو الصغیر (سیر اعلام النبلاء ص ۵۷ ج ۱۶)

کہ میں محدث احمد بن محمد سے سنا وہ کہتا تھا کہ محدث ابن جوصا نے خط بھیجا ابوعلی کی طرف کہ بے شک بادشاہ کو آپ کی شکایت کی گئی ہے کہ آپ نے ایک بے ریش بچے کو اپنی سنگت میں رکھا ہوا ہے اور اس کا باپ اس بچے یعنی ابوعمرو الصغیر کو تلاش کر رہا ہے۔

یہ سفر ابوعلی کا عراق کی طرف ۳۰۳ھ میں ہوا جبکہ ابوعلی کی وفات ۳۴۹ھ میں ہوئی ہے اور کل عمر ۷۲ سال ہے (سیر اعلام النبلاء ص ۵۶ ج ۱۶) یعنی ۲۶ سال کی عمر تھی اور ابوعمرو الصغیر کی پیدائش ۲۸۹ھ میں ہوئی اور سفر عراق کے وقت اس کی عمر ۱۴ سال کی تھی۔ رحل بہ ابوعلی الحافظ الی العراق والجزیرۃ والشام (سیر اعلام النبلاء ص ۴۹ ج ۱۶) ابوعلی الحافظ کے ساتھ سفر کیا عراق، الجزیرہ اور شام کا۔ باپ کی اجازت کے بغیر بے ریش بچے کو اغواء کرنا بُری حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے (آمین)

امام اعظمؒ کی دوسری روایت مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں "حضرت علیؓ سے وضوء کی روایت جو بواسطہ خالد عن عبد خیر ہے میں ومسح رأسہ ثلاثا، کو بھی محدثین نے امام صاحبؒ کا وھم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ زائدہ ابن قدامہ، سفین، شعبہ، ابوعوانہ، شریک، ابو الاشھب، ھارون بن سعد، جعفر بن محمد، حجاج بن ارطاۃ، ابان بن تغلب، علی بن صالح، حازم بن

ابراهیم، حسن بن صالح جعفر بن الاحمر رحمہم اللہ مسح راسہ' مرۃ کے الفاظ ہی نقل کرتے ہیں (دار قطنی ص ۳ ج ا نصب الرایہ ص ۳۲ ج ا) بلکہ خود امام صاحبؒ سے بھی ومسح براسہ مرۃ واحدۃ کے الفاظ بھی مروی ہیں دیکھیے جامع المسانید ص ۲۳۵، ۲۳۶ ج ا) توضیح الکلام ص ۶۳۹ ج ۲)

الجواب: امام دار قطنیؒ کا استاذ محمد بن محمود الواسطی مجہول ہے پھر اس کا استاذ شعیب بن ایوب کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے یخطئی ویدلس (تھذیب ص ۳۴۹ ج ۴) دوسری سند میں الحسن بن سعید بن الحسن بن یوسف المروروذی نے اپنے دادا کی کتاب دیکھی ہے دادا سے سماع ہے یا نہیں پھر الحسن بن سعید اور اس کے دادا کیسے ہیں ثقہ ہیں یا مجہول ہیں تو دار قطنی نے نیچے کے سندوں کو نہیں دیکھا مگر امام اعظمؒ پر خطاء کا الزام لگادیا جو کہ سراسر نادانی ہے، پھر عبد خیر سے مسح براسہ واذنیہ ثلاثا عبدالملک بن سلع نے بھی روایت کیا ہے (دار قطنی ص ۹۲ ج ا) اور امام بیہقیؒ نے خلافیات میں بطریق ابوحیہ عن علیؓ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مسند بزار ص ۴۳ ج ۳ میں بھی یہ روایت اس طرح مروی ہے (التلخیص الحبیر ص ۷۵ ج ا) اور مسند احمد ص ۱۵۸ ج ا میں حضرت علیؓ سے ومسح براسہ ثلاثا مروی ہے اور الدرایہ ص ۲۷ ج ا تا ص ۲۸ میں اسپر بحث ہے جس سے دار قطنیؒ کی عصبیت و ناانصافی ظاہر ہوتی ہے جبکہ جامع المسانید میں مسح براسہ مرۃ واحدۃ بھی مروی ہے جبکہ امام بیہقیؒ نے السنن الکبری ص ۶۳ ج ا میں عن ابن جریج عن محمد بن علی بن حسین عن ابیہ عن جدہ عن علیؓ سے ومسح براسہ ثلاثا نقل کیا ہے۔

امام اعظمؒ کی تیسری روایت: مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اس طرح حدیث ان اللہ حرم مکۃ فحرم بیع رباعہا الخ کو مرفوع بیان کرنے میں بھی امام صاحب سے وہم ہوا ہے اور ان کے دوسرے ساتھی اسے موقوف ہی بیان کرتے ہیں (دار قطنی ص ۳۱۳ ط ھندی) امام دار قطنیؒ اور ابن القطانؒ فرماتے ہیں کہ اس میں امام صاحب سے وھم ہوا ہے (نصب الرایہ ص ۲۶۵ ج ۴) توضیح الکلام ص ۶۳۹ ج ۲) الجواب: مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

قلت اخرجہ الدار قطنی فی آخر الحج (ص ۳۰۰ ج ۲) عن ایمن بن نائل عن عبید اللہ بن

زیادعن ابی نجیح عن عبداللہ بن عمرو رفع الحدیث (التعلیق المغنی ص ۵۸ ج ۳) کہ دار قطنیؒ نے حج کے آخر میں یہ حدیث امام اعظمؒ کے واسطہ کے بغیر عبداللہ بن عمروؓ سے مرفوع نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

ولم ینفرد ابو حنیفة برفعه لخرجه الدارقطنی ایضاً فی اواخر الحج (الدرایه ص ۲۳۶ ج ۲)

کہ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں ابو حنیفہؒ ہی منفرد نہیں بلکہ دار قطنیؒ نے حج کے آخر میں اس کو مرفوع نقل کیا ہے۔

ابن قطانؒ کا وھم ذکر نا امام ابو حنیفہؒ کے متعلق نہیں بلکہ امام محمد بن الحسنؒ کے متعلق ہے جو کہ صحیح نہیں۔

امام یحی بن معین کا کلام مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں کہ کان یضعف فی الحدیث نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ لا یکتب حدیثہ' کہ اس کی ھدیث نہ لکھی جائے نیز فرمایا حدیث میں ان کی تضعیف کی گئی ہے۔ بغدادی ص ۴۲۰ ج ۱۳) حافظ ذھبیؒ نے دیوان الضعفاء اور علامہ ابن الجوزیؒ نے کتاب الضعفاء میں بھی امام ابن معینؒ کی یہ جرح لا یکتب حدیثہ نقل کی ہے ان اقوال کی سند بھی حسن صحیح ہے جیسا کہ حاشیہ میں وضاحت کر دی گئی ہے اور حدیث کے طالب علم پر مخفی نہیں کہ لا یکتب حدیثہ' کے الفاظ جرح کے اس درجہ میں شمار ہوتے ہیں جن کے متعلق ائمہ فن نے صراحت کی ہے کہ جس راوی کے متعلق یہ لفظ کہا جائے اس کی حدیث سے احتجاج واستدلال تو کجا اس کی روایت استشھاداً واعتباراً بھی مقبول نہیں (توضیح الکلام ص ۶۳۱ تا ص ۶۳۳ ج ۲) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کان یضعف فی الحدیث پر حاشیہ لگاتے ہیں کہ خطیب کا یہ قول بواسطہ محمد بن احمد بن محمد بن رزق عن ھبۃ اللہ عن محمد بن عثمن قال سمعت ابن معین نقل کرتے ہیں علی الترتیب دیکھئے (۱) ثقہ صدوق (بغدادی ص ۳۵۱ ج ۱) (۲) ثقہ بغدادی ص ۷۰ ج ۱۴ (۳) محمد بن عثمن بن ابی شیبہ۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں میں نے اس کی کوئی حدیث منکر نہیں پائی امام عبدانؒ نے لا باس بہ اور صالح بن محمد مسلمہؒ بن قاسم نے بھی ان

کی توثیق کی ہے (بغدادی ص ۴۳ ج ۳ لسان ص ۲۸۰ ج ۵) اور اس پر امام احمدؒ وغیرہ سے جو جرح ہے وہ بواسطہ ابن عقدہ سے ہے مگر ان سے جرح وتعدیل کی منقولہ روایات پر محدثین نے اعتماد نہیں کیا (تذکرہ ص ۴۰ ج ۳ بغدادی ص ۲۳۷ ج ۲) نیز ان کی یہ جرح محتمل المعنی ہے (کمالا یخفی علی الماہر) البتہ ابن خراشؒ نے یضع الحدیث کہا ہے مگر اس کے ناقل بھی ابن عقدہ ہیں ثانیا خود ابن خراشؒ کی جرح توثیق کے مقابلہ میں قبول نہیں ہوتی جیسا کہ مولانا ظفر احمدؒ تھانوی نے انہاء السکن (ص ۱۰۲) میں اشارہ کیا ہے (توضیح الکلام ص ۲۳۱ تا ص ۲۳۲ ج ۲ حاشیہ) الجواب مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں محمد بن عثمن (بن ابی شیبہ) متکلم فیہ ہے اسے گو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے لیکن امام عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور ابن خراش نے کہا ہے کان یضع الحدیث " کہ وہ حدیثیں وضع کرتا تھا ان کے برعکس امام ابن عدیؒ اور اما عبدانؒ وغیرہ نے اسے لاباٗس بہ کہا ہے لہذا میمونیؒ اور ابن ابی شیبہؒ کے قول سے امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کے نقل کردہ قول کو رد کرنا قرین انصاف نہیں (توضیح الکلام ص ۴۵۵ ج ۱) اور حافظ ابن حجرؒ کی تلخیص ص ۲۴۵ ج ۱ کے حوالہ سے اثری صاحب لکھتے ہیں مگر محمد بن عثمن ضعیف ہے (توضیح ص ۶۲۲ ج ۲)۔ امام ابوحنیفہؒ کی دشمنی میں محمد بن عثمن بن ابی شیبہ ثقہ بن جاتا ہے مگر دوسری جگہ وہی راوی ضعیف بھی ہے۔ یہ ہے مولانا اثری کی ایمانداری اور دیانتداری (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔

امام ابن معینؒ کی جرح لایکتب حدیثہ کے الفاظ پر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے حاشیہ لگایا ہے کہ یہ قول بواسطہ (۱) احمد بن عبداللہ (۲) عن محمد بن مظفر (۳) علی بن احمد المقری (۴) عن احمد بن سعد بن ابی مریم منقول ہے (۱) احمدؒ خطیب کے استاد اور قابل اعتماد ہیں (بغدادی ص ۲۳۸ ج ۴) (۲) محمد بن مظفر ثقہ امام ہے (بغدادی ص ۲۶۳ ج ۳) (۳) علی بن احمد المعدل کے لقب سے مشہور ہیں (العبر ص ۱۷۱ ج ۲) (۴) ابن ابی مریم بھی ثقہ ہیں

حافظ ابن حجرؒ نے انہیں صدوق کہا ہے (تقریب ص ۸ تاریخ بغداد کے علاوہ الکامل ص ۲۴۷۳ ج ۷ میں بھی یہ قول مذکور ہے (توضیح الکلام ص ۶۳۲ تا ص ۶۳۳ ج ۲) الجواب: الکامل ابن عدی میں امام ابن معینؒ کی یہ جرح منقول ہی نہیں بلکہ امام اعظمؒ کا ترجمہ ص ۲۴۷۴ ج ۷ سے شروع ہوتا ہے یہ اثری صاحب کا خالص جھوٹ و بے ایمانی ہے۔

پھر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں کہ احمد بن عبداللہ خطیب کے استاد اور قابل اعتماد ہیں حالانکہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کتبت عنہ وکان سماعہ صحیحا وذکر لی انہ کان یترفض (بغدادی ص ۲۳۸ تا ص ۲۳۹ ج ۴) میں خطیب نے اس سے روایت لکھی ہے اس کا سماع تو صحیح ہے اور مجھے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ رافضی ہے۔ اب رافضی خطیب بغدادیؒ کا کیسے قابل اعتماد ہو سکتا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ پھر مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں محمد بن مظفر ثقہ امام ہے علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں حافظ فیہ تشیع (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۸۲ ج ۳) کہ محمد بن مظفر حافظ ہے اس میں شیعیت پائی جاتی ہے۔ علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی ابوالولید الباجیؒ نے کہا کہ ابن المظفر حافظ ہے اس کا شیعہ ہونا ظاہر ہے اور ابوذر الھرویؒ نے کہا کہ میں ابن حنیفؒ سے سنا وہ کہتا تھا کہ ابن المظفر نے چند اوراق محدثین کرامؒ کی مذمت میں لکھے اور تحفہ بھیجتا تھا بعض حکمرانوں کو جو رفض میں مشہور تھے پس یہ جزء میرے ہاتھ لگ گئی تو میں اور ابن اخی میمی اور ابوالحسن بن الفرات اس کے ہاں داخل ہوئے جب اس ابن المظفر نے اس جزء کو دیکھا جو ہمارے پاس تھی تو اس کا رنگ تبدیل ہو گیا اور معذرت کرنا شروع ہو گیا ہم نے اس کے ساتھ نرمی کی اور اس کو اس پر پڑھا (سیر اعلام النبلاء ص ۴۲۰ ج ۱۶) مولانا ارشاد الحق صاحب اثری رافضی اور شیعہ راویوں کی روایت پیش کر کے امام اعظمؒ پر جرح کرتا ہے۔ کچھ شرم و حیاء سے کام لینا چاہیئے۔

امام نضر بن شمیلؒ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری لکھتے ہیں (۱) اور شاید یہی وجہ ہو جس کی بناء پر امام نضرؒ بن شمیل نے امام صاحبؒ کو متروک الحدیث کہہ دیا ہے (الضعفاء لابن

الجوزی ص ۲۶۰) توضیح الکلام ص ۶۲۸ ج ۲) پھر مولانا اثری صاحب اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے امام نضر کا یہ قول امام ابن عدیؒ نے الکامل ص ۲۴۷۴ ج ۷ میں نقل کیا ہے مگر اس میں احمد بن حفص السعدی ضعیف صاحب منا کیر ہے (لسان ص ۱۶۲ ج ۱) (حاشیہ توضیح الکلام ص ۶۲۸ ج ۲) علامہ ذھبیؒ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں قلت لعلہٗ اختلقہٗ السعدی (میزان ص ۱۵۳ ج ۲ ترجمہ سعید بن عقبہ) میں ذھبیؒ کہتا ہوں کہ شاید یہ حدیث سعدی نے گھڑی ہے۔
مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کی ایمانداری دیکھو کہ کذاب راویوں سے امام اعظمؒ پر جرح کرتا ہے۔ (نوٹ) امام نضر کا یہ قول الکامل ابن عدی میں نہیں ہے۔ یہ مولانا اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ امام ابو نعیم اصفھانی کی جرح: ابو نعیم اصفھانیؒ لکھتے ہیں۔

النعمان بن ثابت ابو حنيفة مات ببغداد سنة خمسين و مائة قال بخلق القرآن و استتيب من كلامه الردئ غير مرة كثير الخطاء و الاوهام (كتاب الضعفاء ص ۱۵۴) (توضيح الكلام ص ۶۳۷ ج ۲)

کہ نعمان بن ثابت بغداد میں ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے خلق قرآن کے قائل تھے ان کے ردی کلام سے کئی بار توبہ کرائی گئی ہے، بہت خطائیں اور غلطیاں کرتے تھے۔

الجواب: امام ابوحنیفہؒ خلق قرآن کے قائل نہ تھے نہ اس کا کوئی کلام ردی تھا نہ اس سے توبہ کرائی گئی ہے اور کثیر الاوھام والخطاء بھی جھوٹا پروپیگنڈہ ہے یہ ابو نعیمؒ کا محض دعویٰ ہے جس کی دلیل نہیں ہے حافظ ابن طاہر المقدسیؒ فرماتے ہیں۔

اسخن الله عين ابى نعيم يتكلم فى ابى عبدالله بن مندة وقد اجمع الناس على امامته ويسكت عن لا حق وقد اجمع الناس على كذبه (لسان الميزان ص ۲۰۱ ج ۱)

کہ اللہ تعالیٰ ابو نعیم کی آنکھ کو گرم رکھے یہ محدث ابی عبداللہ بن مندہ پر کلام کرتا ہے اور لوگوں کا اس کی امامت پر اجماع ہو چکا ہے اور سکوت کرتا ہے لاحق سے جس کے کذب پر لوگوں کا اجماع ہو چکا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا فرمان ملاحظہ ہو و اخبرنا العتیقی حدثنا یوسف حدثنا العقیلی حدثنا سلیمن بن داؤد العقیلی قال سمعت احمد بن الحسن الترمذی یقول و اخبرنا عبیداللہ بن عمر الواعظ حدثنا ابی حدثنا عثمن بن جعفر بن محمد السبیعی ثنا الفریابی جعفر بن محمد حدثنی احمد بن الحسن الترمذی قال سمعت احمد بن حنبل یقول کان ابو حنیفۃ یکذب (تاریخ بغداد ص ۴۴۸ ج ۱۳)

کہ عتیقیؒ نے ہمیں خبر دی کہ یوسف نے بیان کیا عقیلی نے بیان کیا سلیمن بن داؤد العقیلی نے بیان کیا کہ میں نے سنا احمد بن الحسن الترمذیؒ سے اور ہمیں خبر دی عبیداللہ بن عمر الواعظ نے کہ ہمیں بیان کیا میرے باپ نے کہ ہمیں بیان کیا عثمن بن جعفر نے ہمیں بیان کیا جعفر بن محمد نے ہمیں بیان کیا احمد الترمذی نے کہ میں نے سنا احمد بن حنبلؒ سے وہ فرماتے تھے کہ ابو حنیفہ جھوٹ بولتے تھے۔

الجواب: پہلی سند میں عتیقیؒ کا استاذ یوسف مجہول ہے پھر عقیلی کا استاذ سلیمن بن داؤد العقیلی بھی مجہول ہے۔ دوسری سند میں عثمن بن جعفر بن محمد السبیعی واقع ہے۔ تاریخ بغداد ص ۲۹۶ ج ۱۱ میں اس کا ذکر ہے لیکن کوئی توثیق کا کلمہ موجود نہیں بلکہ اس کی ولادت اور وفات بھی مذکور نہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب لکھتے ہیں اور سلیمن ثقہ وصدوق ہے (توضیح الکلام ص ۶۳۵ ج ۲)

الجواب۔ سلیمن بن داؤد القزاز ثقہ ہے جو ہماری سند میں نہیں ہماری سند میں سلیمن بن داؤد العقیلی ہے جو کہ مجہول ہے۔ بہر حال یہ موضوع بہت لمبا ہے اس کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی الگ وقت نکالا جائے گا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ پر بہتان لگائے گئے ہیں غلط قسم کی راویوں کی روایت امام اعظمؒ کے ذمہ لگادی گئی ہے ورنہ فی الحقیقت امام اعظمؒ ثقہ صدوق فی الحدیث ہیں۔

****

باب المتفرقات یعنی مختلف چیزوں کے بارے میں

(۱) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ اور علمائے دیوبند

شکر اللہ کہ اب یہ حضرات بھی اس خالص مشرکانہ ورد قرار دینے لگے ہیں لیکن ان کے

اکابرین میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی تو اسے صحیح العقیدہ اور سلیم الفہم کیلئے جائز قرار دیتے ہیں (امداد الفتاوی ص ۹۴ ج ۴) واور علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ اگر اسے جائز کہا جائے تو اس کا کوئی اجر وثواب نہیں اور دم کیلئے اس کے نفع اور فائدہ کو تسلیم کرتے ہیں (فیض الباری ص ۴۶۶ ج ۲) ہمیں بتلایا جائے کہ اب ان حضرات کے متعلق مؤلف احسن الکلام کا کیا فتوی ہے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہی وظیفہ بریلوی حضرات پڑھیں تو آپ انہیں مشرک قرار دیں لیکن اگر اس کی سند جواز دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور تھانوی صاحب دیں تو وہ پھر بھی خاتمۃ الحفاظ اور حکیم الامت قرار پائیں (توضیح الکلام ص ۴۰۲ ج ۱) الجواب مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ سے جسٹس منیر صاحب نے سوالات کیے "ایک سوال یہ تھا کہ آپ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ" کہنے والے کو مشرک کہتے ہیں مولانا نے کہا دراصل بات کا تعلق نیتوں سے ہے ہم ہر شخص کو جو یہ الفاظ زبان سے نکالتا ہو مشرک نہیں کہیں گے چنانچہ آپ بھی نہیں کہیں گے۔ حالانکہ آپ نے بھی ایسے الفاظ کہے ہیں بنیادی شی کہنے والی کی نیت ہے نہ کہ الفاظ (ھفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ / ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ ص ۲ مضمون مولانا سید محمد داؤد غزنوی علیہ الرحمۃ۔ محمد اسحٰق بھٹی۔

(۲) حضرت ابو الدرداءؓ کا اثر: حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے تھے۔

لا تترک قراءۃ فاتحۃ الکتاب خلف الامام جھر اولم یجھر۔ امام کے پیچھے فاتحہ کو نہ چھوڑ اگرچہ امام آہستہ پڑھے یا بلند آواز سے۔

کتاب القراءۃ ص ۶۷، ۶۸ السنن الکبری ص ۱۷۰ ج ۲) اس اثر کی سند میں ولید بن مسلم مدلس ہے اس لئے صحیح نہیں البتہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لو ادرکت الامام وھو راکع لا حببت ان اقرأ بفاتحۃ الکتاب (کتاب القراءۃ ص ۶۸)

کہ اگر میں امام کے رکوع کی حالت میں پاؤں تو پسند کرتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ پڑھ لوں۔

اس اثر کی سند میں گو محمد بن کثیر ہے جو متکلم فیہ ہے مگر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں صدوق کثیر الغلط (تقریب ص ۴۶۸) جس سے پہلے اثر کی تقویت ہو جاتی ہے (توضیح الکلام ص ۵۱۵ ج ۱) الجواب: دونوں سندوں میں الاوزاعی بھی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے اور دونوں سندوں میں حسان بن عطیہ نے حضرت ابوالدرداء کا زمانہ نہیں پایا تو مدلس ہونے کے ساتھ منقطع بھی ہے۔

خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں قال الخطیب حسان لم یدرک ابا الدرداء (لسان المیزان ص ۱۳۳ ج ۱) کہ خطیبؒ نے کہا کہ حسان بن عطیہ نے حضرت ابوالدرداءؓ کو نہیں پایا۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری اس قسم کی گری پڑی روایتوں کو ذکر کرتے ہیں اور صحیح آثار کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ (۳) مؤلف خیر الکلام نے لکھا ہے کہ دارقطنیؒ ص ۱۲۵ جلد ہند میں فاصتوا کا جملہ ولا الضالین کے بعد ہے مگر سند میں محمد بن یونس ضعیف ہے (محصلہ) جس کے جواب میں مؤلف احسن الکلام لکھتے ہیں جب یہ ان کے نزدیک ضعیف ہے و پھر اس سے تعین محل کا سہارا بالکل بیکار ہے انتہائی تعجب ہے کہ صحیح ابوعوانہ اور صحیح مسلم کے ثقہ راویوں کی متابعت تو ان کے نزدیک کالعدم ہے مگر محمدؒ بن یونس کی روایت سے تعیین محل انصات ضرور ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ (احسن الکلام ص ۲۱۵ ج ۱) مگر اس الزام میں وزن نہیں جبکہ مؤلف خیر الکلام کے نزدیک مسلم وغیرہ میں یہ جملہ شاذ اور ضعیف ہے تو ضعیف کی تعیین ضعیف سے کیوں نہیں ہو سکتی (توضیح الکلام ص ۲۷۷ ج ۲) لہذا حضرت الاستاذ محدث گوندلوی نے جو فرمایا وہ بجا طور پر صحیح ہے اور صفدر صاحب کا اعتراض ناواقفی کا نتیجہ ہے (توضیح ص ۲۷۷ ج ۲)

الجواب: مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے اول تو خیانت و تحریف کا ارتکاب کیا ہے مولانا صفدر صاحب دام مجدھم نے لکھا ہے مگر محمد بن یونس (جسکے بارے میں مولانا شمس الحق صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ھو ضعیف لایحتج بہ تعلیق المغنی ج ۱ ص ۱۲۵) کی روایت سے تعیین محل انصات

ضرور ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ (احسن الکلام ص ۲۱۵ ج ۱) مگر مولانا اثری صاحب نے درمیانی عبارت کو کاٹ دیا ہے۔

محمد بن یونس راوی کون ہے یہ راوی الکدیمی ہے دار قطنیؒ کہتے ہیں یتھم بوضع الحدیث اور ابن حبانؒ فرماتے ہیں۔ کان یضع الحدیث لعلہٗ وضع علی الثقات اکثر من الف حدیث وقال ابن عدی قد اتھم بالوضع (تھذیب ص ۵۴۲ تا ص ۵۴۳ ج ۹) کہ حدیث گھڑتا تھا شاید اس نے ایک ہزار حدیث ثقات کا نام لے کر گھڑی ہے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں وضع حدیث کے ساتھ متھم ہے۔ اس کا ترجمہ طویل ہے علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اس راوی کو مختلف مقامات پر وضاع اور کذاب قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ص ۱۲۸ ج ۱، ص ۱۲۹ ج ۱، ص ۱۷۷ ج ۱، ص ۲۵۳ ج ۱، ص ۳۳۱ ج ۱، ص ۳۵۹ ج ۱، ص ۳۶۹ ج ۱، ص ۴۸۷ ج ۱، ص ۲۶۱ ج ۲) تو جھوٹی اور من گھڑت روایت سے محل انصات کی تعیین کرتا ہے شرم نہیں آتی تمہارا دماغ کیوں خراب ہو گیا ہے۔ (۴) .مولانا مبارکپوریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں اور زیادہ حیرت تو ان علمائے حنفیہ سے ہے جو روایات موضوعہ و کاذبہ اور آثار مختلقہ اور باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے عوام اور جاہل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں (الی ان قال) کوئی جاہل بکتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والوں کے منہ میں آگ بھری جائے گی کوئی بولتا ہے پتھر بھرا جائے گا کوئی کہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے الحمد پڑھے گا وہ گناہ گار ہے و العیاذ باللہ (تحقیق الکلام ص ۱۱، ۱۲ ملخصاً توضیح الکلام ص ۴۳ ج ۱) الجواب: یہ آثار کاذبہ نہیں ہیں بلکہ صحیحہ ہے علامہ ابن عبد البر مالکیؒ لکھتے ہیں:

واما ماروی عن علقمة والا سود انهما قالا وددنا ان الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوه ترابا فهو صحیح عنهما لکنه یحتمل ان یکونا ارادا فی الجهر دون السر (تمهید ص ۵۱ ج ۱۱)

اور وہ جو علقمہؒ اور اسودؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمیں پسند ہے کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے تو یہ ان سے صحیح ہے لیکن احتمال رکھتا ہے کہ یہ جہری نماز میں ہو سری میں نہ ہو۔

امام بخاریؒ حضرت ابن مسعودؓ کا یہی اثر انصت للامام کے الفاظ سے نقل کرنے کے

بعد امام عبداللہ بن مبارک سے نقل فرماتے ہیں:

دلّ ان هذا في الجهر وانما يقرأخلف الامام فيما سكت فيه الامام (جزء القراءة ص ۹۵ غيث الغمام ص ۲۹)

کہ یہ قول دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم جہری نماز کے متعلق ہے اور بے شک وہ پڑھتے تھے جب امام آہستہ پڑھتا تھا۔

لہذا اس اثر کو سری نمازوں میں محمول کرنا خالص سینہ زوری ہے انصات کا تعلق ہی جہری نمازوں سے ہے (توضیح الکلام ص ۷۱۸ تا ص ۷۱۹ ج ۲)

یہ ہماری اس کتاب توضیح الکلام پر ایک نظر تھی جس سے کتاب میں خیانات، تحریفات، کذبات، تعارضات کی آپ کو واضح جھلک نظر آئے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

مناظر اسلام ترجمان حنفیت علامہ حافظ حبیب اللہ ڈیروی کی تالیفات